۹۲
عقیله بنی هاشم
پیکر عفت و شجاعت
سید مراد رضا رضوی

نام کتاب............................عقیلۂ بنی ہاشم پیکر عفت و شجاعت

(حضرت زینب کی سوانح حیات اور خطبۂ کوفہ و شام کی شرح)

تحقیق و تالیف..............................سید مراد رضا رضوی

ناشر..............................انتشارات زائر آستانہ مقدسہ حضرت معصومہؑ

کمپوزنگ..............................سید محمد عباس رضوی

لیتھوگرافی..............................امام سجاد علیہ السلام

مطبع..............................باقری

طبعہ اول..............................بہار ۱۳۸۵ش (۱۴۲۷ھ.ق)

تعداد..............................ایک ہزار

ہدیہ..............................۱۶۰۰ تومان (۸۰ روپے)

شابک..............................ISBN:964-8567-70-0

ملنے کا پتہ: میدان شہداء: نشر زائر آستانۂ مقدسہ قم۔ ٹیلیفون 7748434، 7742519

P.O.Box:37185-2597

عقیلۂ بنی ہاشم

پیکر

عفت وشجاعت

(حضرت زینبؑ کی سوانح حیات اور خطبۂ کوفہ وشام کی شرح)

تحقیق وتالیف:

سید مراد رضا رضوی

انتساب

اپنی اس مختصر وناچیز کوشش کو ثانیٔ زہرا حضرت زینب کبریٰؑ اور یوسف زہرا حضرت مہدی موعود (عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی خدمت میں عاجزانہ پیش کرتا ہوں۔ امید ہے کہ یہ حضرات ہماری کوتاہیوں سے صرف نظر کرتے ہوئے اس مجموعۂ تحریری کو قبول فرمائیں گے۔

العبد الاقل

سید مراد رضا رضوی

سخن ناشر

جب سے دنیا میں اسلام کا حیات آفرین سورج طلوع ہوا ہے، اسی وقت سے اہل بیت پیغمبرؐ، وارثانِ دین خدا، علمبرداران توحید اور بشریت کے قلوب کے لئے سکون واطمینان کا باعث رہے ہیں۔

اسلام واقعی جو قرآن وسنتِ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کیا گیا ہے اس نے بشریت کے رشد وترقی وتکامل کے لئے بہترین منشور اور دستور العمل پیش کیا ہے۔ تربیت بشری کے لئے بہترین طریقہ یہ ہے کہ عملی نمونے پیش کئے جائیں۔

معصومین علیہم السلام کے بعد کہ جن کے مقام ومنزلت کو بڑے سے بڑے مفکرین ودانشمندان بھی درک کرنے سے قاصر ہیں، کچھ شخصیتیں جیسے حضرت زینب کبریٰ، حضرت عباس، حضرت فاطمہ معصومہ دختر موسیٰ بن جعفر علیہم السلام آفتاب کی طرح چمک دمک رہی ہیں۔

زینب کبریٰ علیہا السلام امامت وولایت وعصمت کی دختر، تربیت یافتہ آغوش صاحبان آیۂ تطہیر، زمان رسالت کی یادگار، راہ عشق کی باکمال اور شایستہ سالار وہ کہ جو صداقت وصلابت، ایمان و عبادت، شجاعت وسخاوت ایثار واخلاص، موعظہ وخطابت اور حماسہ وشہامت میں علی وفاطمہ علیہما اسلام کی حقیقی نمایندہ تھیں آج دنیا کے کسی بھی گوشہ میں نام کربلا، شہامت، ایثار، حماسہ ورزم امام حسینؑ، شہداء راہ فضیلت بیداری، آزادی اور آزادگی سب کے سب جناب زینبؑ کے بغیر بے معنیٰ ہیں۔ وہ ذات والا صفات جو اپنی ماں کی شہادت کے بعد اپنے بابا کی غمخوار اور ناصر ومددگار رہی اور اپنے بھائی کے ہمراہ شمع فروزاں کی طرح نور افشانی کی اور خود کو عظیم کارنامہ کے لئے آمادہ رکھا۔

جیسے ہی امام حسین علیہ السلام نے مکہ اور پھر کربلا کی طرف سفر کا ارادہ کیا، ویسے ہی آپ فاتح میدان صبر و شجاعت، امیر عشق وشہامت کے ہمراہ جواں مردی کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

بنت علی مرتضی علیہ السلام بزرگ وعظیم افتخار کی حامل ہیں۔ آپ ازنظر نسب، نسل پیغمبر اکرمؐ سے ہیں آپ امام کی بیٹی، امام کی بہن اور امام کی پھوپھی ہیں۔

وادی عبادت میں اس مقام پر پہنچیں کہ ایک روایت کے مطابق امام حسین علیہ السلام نے روز عاشورہ وقت رخصت فرمایا:''لا تنسینی فی نافلة اللیل''بہن مجھے نماز شب میں فراموش نہ کرنا۔

میدان ایثار وشہادت میں آپ شہید کی بیٹی، شہید کی ماں، شہید کی بہن اور شہید کی پھوپھی ہیں اور اسرار امامت وزندگی امام کی حفاظت کے لئے خود کو سپر قرار دے دیا۔

میدان معرفت وعلم میں اس حد تک پہنچیں کہ آپ کا کلام تاریخ میں جذّاب ترین، پرنغز ترین اور بہترین اسلوب بیان ہے۔ جب طاغوت زمان نے آپ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے کہا: اپنے سلسلے میں خدا کی صنعت گری کو کیسا پایا؟ تو یہ عارفانہ کلام، زبان زینبؑ ہی سے ادا ہوا'' ما رأیت الا جمیلا'' وادیٔ بندگی وایثار، عرفان وعبودیت میں یہ سارے مصائب شیرین ہیں۔ آپ ان صبر کرنے والوں کی نمایاں مصداق ہیں جو راہِ خدا میں مصائب ومشکلات پر شاکر ہیں۔

زینب کبریٰ اسلامی معاشرے کی ہر فرد کے لئے رہتی دنیا تک نمونۂ عمل ہیں۔ وہ معدن صفا ووفا، معلم عفت وحیا ہیں۔

خدا پرست اور عزت طلب افراد ساری کائنات میں خصوصاً اسلامی دنیا میں اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تربیت یافتگان آغوش وحی کے علاوہ کسی دوسرے نمونہ عمل کا سراغ نہیں پاتے ہیں۔

تقریباً ۱۳۵۰؍ سال سے لے کر آج تک معرکۂ کربلا اور اس معرکہ میں موجود حامیان حق کی عظمت وبزرگی کی نشاندہی کے لئے ہزاروں آثار معرض وجود میں منصۂ شہود پر ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بیان کی جانے والی باتوں سے کہیں زیادہ وہ باتیں ہیں جو ابھی تک بیان نہیں ہوسکی ہیں۔

پیکر صبر وپیامبر کربلا حضرت زینبؑ کے سلسلے میں بھی بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں، انہیں میں سے ایک گراں بہا کتاب ''عقیلۂ بنی ہاشم پیکر عفت وشجاعت'' ہے جسے حجۃ الاسلام والمسلمین جناب سید مراد رضا رضوی صاحب نے صفحۂ قرطاس کے حوالہ کیا ہے اور اب یہ آپ کے سامنے ہے۔ مولف نے کتاب کو دو حصوں میں تنظیم وتالیف کیا ہے، پہلے حصہ میں حضرت زینبؑ کی نورانی حیات مبارک کا تذکرہ ہے اور

دوسرے حصہ میں اسلام کی اس نمونۂ عمل خاتون کے ان دو خطبوں کی شرح ہے جس نے راہ کوفہ وشام میں خون شہداء کربلا کی سرخی کو شفق میں تبدیل کر دیا اور ان کی مظلومیت سے سارے زمانے کو روشناس کرا دیا اس کے علاوہ بنی امیہ کے چہرہ سے نفاق کی نقاب نوچ کر ان کا اصلی چہرہ دنیا کے سامنے رکھ دیا۔

ہم مولف محترم کے لئے درگاہ الٰہی میں توفیقات میں اضافہ کے لئے دعا گو ہیں۔

انتشارات زائر

آستانۂ مقدسہ حضرت معصومۂ قم

تابستان ۱۳۸۳ش

دریچہ تحریک

أَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا یُخرِجُھُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا أَوْلِیَاؤُھُمُ الطَّاغُوْتُ یُخرِجُوْنَھُمْ مِنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمَاتِ أُوْلٰئِکَ اَصْحَابُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خَالِدُوْنَ(۱)

ابتدائے خلقت انسانیت سے ایک نزاع شروع ہوا اور وہ کفر و ایمان کا جھگڑا ہے اہل ایمان نے اپنا ولی خدا کو بنایا اس کا فائدہ یہ ہوا کہ وہ تاریکی سے روشنی کی طرف منتقل ہو گئے۔ لیکن اہل کفر نے اپنا ولی طاغوت کو بنایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ نور سے ظلمات کی طرف منتقل ہو گئے اور آخر کار عذاب جہنم کے مستحق ہو گئے۔

ایمان وکفر، خدا وطاغوت کا مقابلہ انسانیت کی تاریخ سے شروع ہوتا ہے ہر دور میں طاغوتی طاقتوں نے اس بات کی کوشش کی کہ ایمان کا نام ونشان مٹا دیا جائے، اپنے اس مقصد شوم کو منزل مراد تک پہنچانے کے لئے انہوں نے ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کئے لیکن اسکے باوجود ایمان کی طاقت کو کم نہ کر سکے ہر دور میں باطل نے اپنی طرف زیادہ افراد جمع کر کے حق کا مقابلہ کیا لیکن وہ ہمیشہ اپنی کثرت کے باوجود حق کی قلت کے مقابلہ میں میدان چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔

کفر کے پجاریوں نے ایمانداروں سے مقابلہ کرنے کے لئے ہمیشہ اس بات کی کوشش کی کہ حکومت ان کے ہاتھوں میں رہے لہذا تاریخ گواہ ہے کہ نمرود و فرعون وہامان وشداد اہل حکومت رہے مومنین کو ان کے مقابلے میں آنا پڑا اور انہوں نے ان کا نام ونشان مٹا دیا یہی صورت حال پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں پیش آئی لیکن آپ نے اپنی عصمتی فراست کو استعمال کرتے ہوئے مدینے میں ایک

---

(۱) سورۂ بقرہ/۲۵۷

حکومت قائم فرمائی جو عین الٰہی حکومت وخلافت تھی ،اس حکومت حقہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کا حقیقی پیغام دنیا کے گوشہ وکنار میں پہنچ گیا لیکن رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد خدائی نمائندوں سے مقابلہ کرنے کے لئے اہل کفر پھر سامنے آگئے اور حکومت کی باگ ڈور پھر نااہلوں کے ہاتھوں میں چلی گئی جو آج تک اسی طرح باقی ہے ہمارے ائمہ علیہم السلام نے ایسے تمام حاکموں کی حکومت میں ان کی حکومت قبول کرتے ہوئے کام کرنے کے لئے سختی سے منع فرمایا اور والیان جور کی ولایت قبول کرنے والوں کے لئے دردناک عذاب کا وعدہ کیا ہے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ ہمارے معصوم اماموں نے اس بات کی بھی اجازت دے دی ہے کہ اگر ظالم حکمرانوں کی حکومت میں رہ کر کوئی انسان ایسا کردار پیش کرتا ہے جو ائمہ علیہم السلام کو پسند آجائے تو وہ قابل ستائش ہے یہی وجہ ہے کہ ائمہ معصومینؑ نے جہاں ایسے لوگوں کی برائی کی ہے جو اس وقت کی حکومت کے کارندے شمار ہوتے تھے وہیں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے علی بن یقطین کی مدح وستائش کی ہے۔امام جعفر صادقؑ نے ظالم حکمرانوں کی حکومت میں کام کرنے والوں کو درس دیا ہے کہ وہ مومنین کے کام آئیں آپ نے فرمایا:"**کفارة عمل السلطان قضاء حوائج الاخوان**" (۱) یعنی "ظالم حکمرانوں کے لئے کام کرنے کا کفارہ یہ ہے کہ مومن بھائیوں کی حاجتوں کو برلایا جائے" امام موسی کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

"**یا زیاد ! لان اسقط من شاهق فأقطع قطعة قطعة احب الی من ان اتولی لهم عملا او اطاء بساط رجل منهم الالماذا ؟ قلت : لا ادری جعلت فداک قال: الالتفریج کربة مومن او فک اسرةاو قضاء دینه**"(۲)

امام علیہ السلام نے زیاد بن ابی سلمہ سے فرمایا:

"اے زیاد! یہ کہ مجھے کسی بلندی سے نیچے پھینک دیا جائے اور میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤں تو مجھے یہ زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ کسی جائر (ظلم وجور کرنے والے) کی ولایت قبول کر کے اس کے لئے کوئی کام کروں یا ان میں سے کسی کے لئے چادر بچھاؤں مگر یہ کام ایک صورت میں کر سکتا ہوں (کیا تم نہیں پوچھو گے

(۱)من لا یحضرہ الفقیہ ج/۳ص/۶۷اح/۳۶۶۶۔وسائل الشیعہ ج/۱۲ص/۱۳۹اباب ۴۶ح/۳

(۲)الوسائل ج/۱۲ص/۱۴۰،باب/۴۶حدیث/۹۔

کس لئے ؟) میں نے عرض کیا: میری جان آپ پر قربان ہو میں نہیں جانتا، آپ نے فرمایا: یہ کام فقط اس لئے کروں گا تا کہ کسی مومن کی مصیبت آسان ہو جائے یا ان کے قیدی آزاد ہو جائیں یا ان کے دَین ادا ہو جائیں"

اس حدیث میں امام علیہ السلام نے اپنے چاہنے والوں کو اس بات کا درس دیا ہے کہ اگر ظالموں کی حکومت میں کام کر رہے ہو تو مومنین کے کام آؤ نہیں تو اس سے بہتر یہ ہے کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر دم توڑ دو۔

ظالم حکومتوں کا مقابلہ کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے بلکہ اسکے لئے سیسا پلائی ہوئی دیوار کا جگر درکار ہے، اگر کسی کو یہ معلوم کرنا ہے کہ ظالموں کو کس طرح دھول چٹائی جاتی ہے تو یہ سلیقہ مبلغ قیام عاشورہ، حامل عصمت صغریٰ، دختر علی مرتضیٰ حضرت زینب کبریٰ صلوات اللہ علیہا سے سیکھنا پڑے گا۔

واضح ہے کہ مقدس فکر اور باطل ستیز افراد ہی کو اس کا خیال آتا ہے کہ بیداریٔ شعور کے لئے عوام الناس کے سامنے ایسے کردار پیش کئے جائیں جن کے ذریعہ باطل کے خلاف نبرد آزمائی کا جذبہ شعلہ فگن ہو سکے۔

اس کتاب کے محرک پروفیسر جناب جابر حسین صاحب (چیر مین بہار قونسل) ہیں درحقیقت اس عظیم موضوع پر خامہ فرسائی کی خواہش آپ کی فکری قداست کی نباض ہے، لیکن اس کتاب کی تدوین میں جن زحمتوں کا سامنا کرنا پڑا وہ فقط خدا جانتا ہے یا وہ افراد جو اس سے واقف ہیں حتیٰ تدوین کے بعد چند سال یہ کتاب پڑی رہی لیکن خدا جو کرتا ہے بہتر ہوتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب کے شائع ہونے کا بہترین موقع یہی ہے جس وقت دنیا انسانیت سوز واقعات کے زیر اثر خونچکاں ہے، ایسے دور میں کہ جب امریکہ، برطانیہ اور اس کے ہمنوا اپنی طاقت کے نشہ میں مست ہمارے مقدسات کی حرمت پامال کر رہے ہیں، زندان ابوغریب کی دلسوز داستانیں خون کے آنسو رلا رہی ہیں، ہاں اسی دور میں اس کتاب کی بے حد ضرورت ہے تا کہ ہمارے نوجوان و جوان اور ہماری ماں بہنیں زینب علیا مقام کے کردار سے آشنا ہو کر ظلم کے خلاف اعلان جنگ کر دیں اور ہم کو نا امن کرنے والے خود امن و امان سے محروم ہو جائیں۔

اس مقام پر پہونچ کر مجھے چند حضرات کا شکریہ ادا کرنا ہے کیونکہ اگر ان حضرات کی زحمتیں اور مہربانیاں شامل حال نہ ہوتیں تو شاید یہ تحریری مجموعہ آپ کے سامنے نہ آتا، سب سے پہلے استاد عزیز جناب حجۃ الاسلام والمسلمین شیخ حسن شکوری کا شکر گزار ہوں جن کی رہنمائی اور تدریس کے نتیجے میں کچھ باتیں لکھ سکا ہوں کیونکہ شرح خطبہ حضرت زینبؑ کے عنوان سے کوئی کتاب بطور مستقل نہیں لکھی گئی ہے اور جو ہے وہ

بہت مختصر یا ترجمہ کی حدتک ہے اگر چہ مقاتل کی تمام کتابوں میں یہ خطبے موجود ہیں۔اس کے علاوہ ہماری تحریر کو بھی انہوں نے بڑی دقت کے ساتھ دیکھا اور اس پر تقریظ بھی لکھ دی۔آپ کے علاوہ ہمارے دوسرے اساتذہ نے بھی اس کتاب کو بغور ملاحظہ فرمایا اور اس کے بعد مفید مشوروں کے ہمراہ تقاریظ بھی تحریر فرما دیں۔ ان علمائے کرام میں حجج اسلام سید خلیل حسینی، محمود مہدی پور، محمد تقی مظفری مدظلہم العالی قابل ذکر ہیں۔

پرانے زمانہ میں کتاب پر جتنی تقریظ زیادہ ہوتی تھی کتاب کی اہمیت میں اتنا ہی اضافہ ہوتا تھا زمان حاضر میں تقاریظ تو دور کی بات ہے ایک تقریظ بھی قاری پر بار ہو جاتی ہے اور وہ کچھ کا کچھ سمجھنے لگتا ہے انہی تمام اسباب کے پیش نظر میں نے تمام تقاریظ کو حذف کر دیا ہے۔فقط استاذی العلام حضرت آیۃ اللہ شیخ احمد عابدی دام ظلہ الوارف کا مقدمہ رہنے دیا ہے کیونکہ وہ بے حد مفید ہے۔حقیقت تو یہ ہے کہ میں خدا کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے ایسے اساتذہ عطا فرمائے۔

استاد بزرگوار جناب احمد عابدی صاحب قبلہ ہی کی کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ یہ کتاب آپ کے سامنے موجود ہے مشورہ دینے والے تو بہت مل جاتے ہیں لیکن کمر ہمت باندھ کر کسی اثر کو پیش کرنے کے لئے یقیناً جواں مردی درکار ہے۔

آپ ہی نے حرم حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کے ثقافتی وفرہنگی امور سے اس کتاب کو شائع کرانے کی ذمہ داری قبول فرمائی اور بحمد للہ المنان یہ کتاب انتشارات زائر سے شائع ہو کر آپ کے سامنے موجود ہے خداوند عالم ہمارے استاد اور حرم حضرت فاطمہ معصومہ سلام اللہ علیہا میں کام کرنے والے تمام افراد کی توفیقات میں اضافہ فرمائے خصوصا حضرت آیۃ اللہ مسعودی خمینی متولی حرم اور جناب حجۃ الاسلام والمسلمین غلام علی عباسی مدیر امور فرہنگی حرم کو طول عمر عطا فرمائے۔

اسی طرح حجج الاسلام اخلاق حسین، تاجدار حسین، رضا حسین ادام اللہ اقبالھم کا بھی صمیم قلب سے شکر گزار ہوں جنہوں نے بالترتیب تصحیح متن، پاک نویسی اور منابع کی جمع آوری میں ہماری مدد فرمائی ہے خداوند عالم ان تمام افاضل کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔خلاصہ یہ کہ تمام اہل محبت کا شکر گزار ہوں جنہوں نے کسی نہ کسی طرح ہمارا ساتھ دیا ہے،امید ہے کہ یہی اظہار شکر نعمتوں میں افزونی کا سبب قرار پائے گا۔(۱)

(۱) سورۂ ابراہیم ۷

واضح ہے کہ یہ کتاب عوام الناس خصوصا نسل جوان کے لئے لکھی گئی ہے اگر خواص یا اخص الخواص کے لئے لکھنا مقصود ہوتا تو پھر اس سے زیادہ دقت نظر کی ضرورت تھی لیکن نسل حاضر کے لئے یہ کام بے فائدہ ہو جاتا۔

یہ تحریری مجموعہ مختلف افراد کے لئے مفید ہے۔ انقلاب کے خوگر افراد کے لئے یہ کتاب فائدے مند ہے باطل کا مقابلہ کرنے والوں کے لئے یہ کتاب مشعل راہ، باطنی دشمن، نفس سے مقابلہ کرنے کے لئے یہ تحریر چراغ راہ اور خطبائے کرام کی خطابت کو سلیقہ مند بنانے کے لئے یہ کتاب میر کارواں ہے کیونکہ اس سے ہمارے خطباء کو حضرت زینب سلام اللہ علیھا کے انداز میں قرآن مجید کے آہنگ میں خطابت کرنے کا سلیقہ معلوم ہو جائے گا اور وہ مزعومات ومخیلات سے پرہیز کرتے ہوئے خود بھی گناہوں سے بچیں گے اور دوسروں کو بھی بچائیں گے۔

بہر حال ہماری زحمتوں کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے فیصلہ آپ کو کرنا ہے ہاں بس اتنی گزارش ہے کہ مطالعہ کے بعد غلطیوں کی طرف ضرور متوجہ فرمادیجیئے گا تا کہ اصلاح ہو سکے۔

خداوند عالم سے یہی دعا ہے کہ وہ ہماری اس مختصر سعی کو قبول فرمالے اور حضرت زینب سلام اللہ علیھا کے صدقے میں ہم سب کا خاتمہ بالخیر ہو، امام زمان عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی بارگاہ میں یہ مجموعہ ریاء و سمعہ سے پاک ہو کر ان کی پسندیدگی کا سبب قرار پائے۔ روز حشر تمام محبان اہل بیت وہاں کے شر سے محفوظ رہیں۔ سب سے اہم دعا یہ ہے کہ خدا آپؑ کے ظہور میں تعجیل فرمائے تا کہ ظلم و جور کا خاتمہ اور عدل وانصاف کا دور دورہ ہو۔

آمین یارب العالمین بحق محمد وآلہ الطاہرین

والسلام

سید مراد رضا رضوی

محصل حوزہ علمیہ قم ایران

۲۰؍ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ، ۹؍جون ۲۰۰۴ء

مقدمہ

حضرت آیۃ اللہ الحاج شیخ احمد العابدی زید لطفہ السامی
(مدیر فلسفہ دانشگاہ قم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عن النبی صلی اللہ علیہ و الہ :یااباالحسن ان اللہ تعالیٰ قد جعل قبرک و قبور ولدک بقعة من بقاع الجنة و عرصة من عرصاتها و ان اللہ تعالیٰ جعل قلوب نجباء من خلقه و صفوة من عباده تحنّ الیکم و یتحمل الاذی و المذلة فیعمرون قبور کم و یکثرون من زیارتها تقربا منهم الی اللہ و مودة منهم لرسوله ، اولئک یا علی المخصوصون بشفاعتی الواردون حوضی و هم زواری غدا فی الجنة یا علی من عمر قبورکم و تعاهدها فکانما اعان سلیمان بن داود علی بناء بیت المقدس و من زار قبورکم عدل ذالک ثواب سبعین حجة بعد حجة الاسلام .(۱)

جس طرح زبان وقلم کو امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی تعریف بیان کرنے کی طاقت نہیں اسی طرح عقل وفکر بشری کو آنحضرتؑ کے فضائل ومناقب کے تصور اور انہیں شمار کرنے کی صلاحیت نہیں ہے

(۱) فرحۃ الغری رسید بن طاؤس ص ر ۷۷۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: اے ابوالحسن، خدائے تعالیٰ نے ←

آپ کی بزرگی اوراہمیت کوفقط خدااوروہ معصومین سمجھ سکتے ہیں جوعلم لدنی کے مالک ہیں۔

انا فی مدیحک الکن لا اهتدی و انا الخطیب الهبزری المصقع(۱)

جب یہ معلوم ہوگیا کہ ہم امیرالموحدین حضرت علیؑ کی حقیقت اور انکے مقام کو درک نہیں کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان کو پہچان سکتے ہیں تو جو زینتِ حضرت علی علیہ السلام اور اپنے باپ کے لئے باعث افتخار ہو تو واضح ہے کہ اس کے بارے میں بھی بحث و گفتگو کس قدر مشکل اور غیرممکن ہے۔

جناب زینب علیھا السلام وہ ہیں جن پر حضرت امیر المومنین تمام فضائل وکمالات رکھنے کے باوجود ناز کرتے تھے۔ایسی باکرامت خاتون کی بزرگی کوواضح کرنے کے لئے بحکم ''الاسماء تنزل من السماء''(۲) ہم سب سے پہلے آپ کے اسم مبارک کا تحقیقی جائزہ لیتے ہیں۔

فیروز آبادی جو ایک عجمی انسان تھے جنہوں نے لغت کے موضوع پر عربی زبان میں بہترین کتاب لکھی ہے۔انہوں نے اپنی کتاب ''قاموس المحیط'' ج۱ص۸۰ پر مادہ ''زنب'' کے ذیل میں لکھا ہے ''وہ عورتیں جوموٹی، بہادر اور طاقتور ہوتی ہیں انہیں زینب کہتے ہیں'' کبھی زینب اس خاتون کو بھی کہتے ہیں جس کی زبان تیز، گویا، فصیح وبلیغ ہواس طریقہ سے کہ وہ اپنے کلام سے مخاطب کوسخت متاثر کردیتی ہو۔اور عربی میں زینب اس درخت کوبھی کہتے ہیں جوخوش منظر ہوجس سے خوشبو پھوٹتی ہو جو کچھ بھی یہاں بیان کیا گیا ہے یہ اس وقت صحیح ہوگا جب زینب ایک کلمہ بروزن ''فیعل'' ہولیکن احتمال ہے کہ زینب دو کلموں ''زین اوراب'' سے مرکب ہویعنی اپنے باپ کی زینت۔

← نے تمہاری اورتمہاری اولاد کی قبروں کو جنت کے بقعوں میں سے ایک بقعہ اور اس کا ایک ٹکڑا قرار دیا ہے۔خداوند عالم نے اپنے نجیب اور برگزیدہ بندوں کے قلوب کوتمہاری طرف موڑ دیا ہے وہ لوگ اذیت ورسوائی برداشت کر کے تمہاری قبروں کوتعمیر کرائیں گے اوران قبروں کی بے پناہ زیارت کریں گے تاکہ ان سے خدا کا تقرب اورانکی مودت سے رسول کاقرب حاصل کریں۔یاعلی!میری شفاعت انہی لوگوں سے مخصوص ہے۔یہی لوگ میرے حوض پر وارد ہونگے،یہی لوگ کل جنت میں ہمارے زائر ہوں گے۔یاعلی!جس نے تم لوگوں کی قبور کوتعمیر کرایا اور پے در پے وہاں آتا رہا توگویا اس نے سلیمان بن داؤد کی بیت المقدس بنانے میں مدد کی ہے۔اور جس نے تم لوگوں کی زیارت کی اس کا ثواب یکے بعد از دیگرے ستر حجۃ الاسلام کے برابر ہے۔(۱) الروضۃ المختارہ، قصیدہ ششم ابن ابی الحدید، انتشارات رضی۔''مجھے آپ کی مدح کرنے میں لکنت ہورہی ہے اوراس کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہیں ہے جبکہ میں بہترین اورقوی خطیب ہوں''(۲) نام آسمان سے اترتے ہیں۔

جو کچھ اب تک بیان ہوا اس کو مدنظر رکھتے ہوئے کلمہ زینب کے چار معنی حاصل ہوتے ہیں اور یہ تمام چار معانی عقیلہ بنی ہاشم حضرت زینب سلام اللہ علیہا میں بدرجہ اتم و بنحو اکمل پائے جاتے ہیں۔

آپ امیر المومنینؑ اور فاطمہ زہرا علیہما السلام کی زینت تھیں، باپ اور ماں ایسی بیٹی پر ناز کرتے تھے واقعۂ کربلا اور سفر شام میں اپنے زمانے کے طاغوت کے مقابلہ میں آپ کی شجاعت اور زبان سے جہاد تاریخ میں بے نظیر ہے۔ آپ نے بہترین جہاد کہ ''جو ظالم بادشاہ کے سامنے حق بولنا ہے'' کو عملی جامہ پہنا دیا اور خود کو مظہر ''**لاتخاف فی اللہ لومة لائم**'' قرار دے دیا اسی لئے احکام الٰہی کو بیان کرنے میں کسی سے خوف و ہراس نہ تھا۔ زینب سلام اللہ علیہا کو قدرت بیان میں وہ ملکہ حاصل تھا کہ ایک تقریر سے شام اور وہاں کے قسی القلب افراد نیز پیروان بنی امیہ میں انقلاب برپا کر دیا اور انہیں یزید کے خلاف قیام کرنے پر ابھار دیا۔

زبیدی اپنی کتاب ''تاج العروس'' ج ۳ ص ۲۷ میں کہتا ہے:

عبد اللہ بن جعفر کے فرزندوں کو ''زینبیون'' کہا جاتا ہے وہ اپنے باپ کی بہ نسبت اپنی ماں یعنی زینب دختر امیر المومنینؑ و فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہم کے نام سے زیادہ مشہور ہیں۔ پھر کہتا ہے:

آل ابو طالب کے بہت سارے خاندان اور فرزندان جناب زینب کی نسل سے ہیں... زبیدی کے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زینب کے ان چار فرزندوں کے علاوہ جو کربلا میں شہید ہوئے دیگر فرزندان بھی تھے اس ضمن میں زبیدی معتقد ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی ایک دختر بنام زینب بنت الحسین بن علی علیہ السلام تھیں جو مصر گئی تھیں اور وہیں انکی وفات ہوگئی۔ البتہ زبیدی کی یہ بات قابل غور و فکر ہے۔ جو کتاب آپ کے سامنے ہے اس میں اس مقبرہ کے بارے میں جو قاہرہ میں بنام ''مقام السیدة زینب علیہا السلام'' ہے اس کے سلسلے میں تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

بہرحال زینب سلام اللہ علیہا (''ز'' پر زبر نہ کہ زیر، اگرچہ اس کا تلفظ زناب ''ز'' کو پیش کے ساتھ بھی جائز ہے) معصومین کی بزرگترین اولاد میں سے ایک بزرگ خاتون ہیں جن کی، علم و دانش میں مثال نہیں ملتی ہے۔ جناب زینب کا مقام اس قدر بلند و بالا ہے کہ مراجع تقلید آنحضرت کو معصوم اور صاحب علم غیب و معجزہ و کرامت جانتے ہوئے اپنے بعض فتوؤں میں حضرت زینب کے اعمال اور ان کی احادیث سے استناد کرتے ہیں اور حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے عمل کو احکام شرعی پر محکم دلیل قرار دیتے ہیں۔

چونکہ اسلام کی اس بزرگ خاتون کی زندگی کا مطالعہ ہمیشہ تاریخ کے لئے اور تمام انسانوں کے لئے چاہے مسلمان ہوں یا غیر مسلمان ایک نمونہ، راہنما اور مشعل راہ ہے اور انہیں پہچنوانا ایک کار عظیم، تکلیف الٰہی اور ثواب عظیم کا حامل ہے، لہٰذا اس راہ میں میرے برادر بزرگوار جناب حجۃ الاسلام وعماد الاعلام ومروج الاحکام آقائے سید مراد رضا رضوی جونشر واشاعت معارف اہلبیت کے سلسلے میں جدیت کے ساتھ کوشش کرتے ہیں انہوں نے اس قیمتی موضوع کی تالیف پر کمر ہمت باندھی ہے اور ایک فائدہ مند، قیمتی اور مفید اثر جہان تشیع کی خدمت میں پیش کرر ہے ہیں۔ ہم دین مقدس اسلام کی خدمت میں ان کی مدام توفیق کے لئے خداوند عالم سے دعا گو ہیں۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

احمد عابدی

دہم شوال ۱۴۲۱ھ.ق

پہلا حصہ
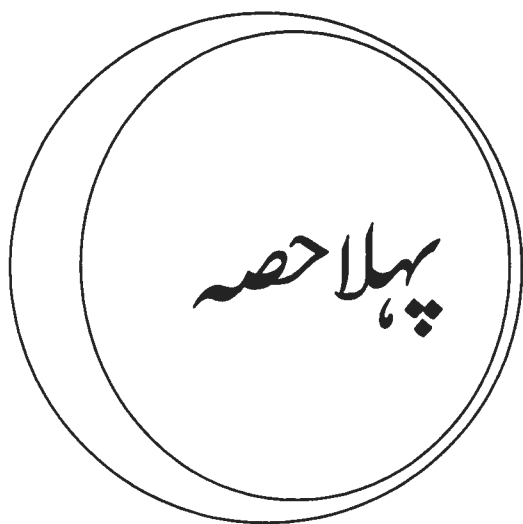
عورت اور اسلام

دور جدید کا ایک عظیم نعرہ ''آزادیٔ نسواں'' ہے یہ کوئی ایسا شعار نہیں ہے کہ جو بالکل ہی نیا ہو بلکہ یہ نعرہ قدیم الایام سے سنا جا رہا ہے لیکن دور حاضر میں اس نے ایک خاص جلوہ حاصل کیا ہے مختلف حزب اور گروہ نے اسے اپنی پارٹی کا سیمبل (۱) قرار دیا اور مختلف زاویوں سے اس امر کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ عورت ہر زمانے میں مظلوم رہی ہے اسے ہر دور میں قید و بند کی زندگی گذارنی پڑی، ہم دور جدید میں چاہتے ہیں کہ بزم نسواں کو اس قید و بند سے نکال کر آزاد فضا میں لا کر کھڑا کر دیں تا کہ انسانیت کا یہ گروہ اپنا حق حاصل کر سکے۔

اس موضوع پر مختلف لوگوں نے اپنے اپنے نظریات پیش کیے، اسلام دشمن عناصر نے یہ بھی کہا کہ اسلام آزادیٔ نسواں کا مخالف ہے اور اس کی اسلام میں کوئی حقیقت نہیں ہے لیکن جب ان لوگوں نے دیکھا کہ اسلام کے جیالوں نے اس کا دنداں شکن جواب دیا تو روشن فکری کے لباس میں انہوں نے یہ نعرہ بلند کرنا شروع کیا کہ اسلام آزادیٔ نسواں کا علم بردار ہے اور اس آزادی کے نام پر ایسے ایسے کام انجام دیئے جس سے انسانیت لرز جاتی ہے۔ ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ بزم نسواں پر اک ایسا دور بھی گزرا ہے جب وہ شارع عام کے سنگریزوں سے بھی پست تر تھی اور یہ دور کسی ایک جغرافیائی حصہ سے مخصوص نہ تھا بلکہ اگر دیکھا جائے تو عرب وعجم سبھی اس میں ملوث تھے اگر جزیرۃ العرب میں لڑکیوں کو زندہ در گور کرنے کی رسم بد تھی تو ہند جیسے شبہ قارہ میں ''ستی پرتھا'' جیسی دلسوز رسم موجود تھی تیسری طرف زرتشتیوں اور آتش پرستوں میں عورت کا بے حد استحصال ہو رہا تھا، یہودیوں اور عیسائیوں میں بھی بزم نسواں بہت پست مقام کی حامل تھی۔

Symbol(۱)

قرآن کا بیان

قرآن مجید عورت کی مظلومیت کو اس دور جاہلیت میں پیش کرتے ہوئے بزم نسواں کی زبوں حالی کی عکاسی اس طرح فرماتا ہے۔

﴿وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوٓءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُونَ﴾

''اور جب ان میں سے کسی ایک کو لڑکی کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی جائے تو رنج کے مارے اس کا منہ کالا ہو جاتا ہے اور وہ زہر کا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے بیٹی کی عار سے جس کی خوشخبری دی گئی ہے اپنی قوم کے ان لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے (اور سوچتا ہے) کہ آیا اس کو ذلت اٹھا کر زندہ رہنے دے یا (زندہ ہی) زمین میں گاڑ دے دیکھو تو یہ لوگ کس قدر برا حکم لگاتے ہیں'' (۱)

یہ آیت جزیرۃ العرب کے ظلم و بربریت اور قساوت قلبی کی بھرپور عکاسی کر رہی ہے کہ زمانہ اس حد تک بگڑ چکا تھا کہ لڑکی کو زندہ درگور کرنا شرافت کا باعث تھا قرآن مجید ان لوگوں کی قضاوت کی برائی کرتے ہوئے صاف صاف کہہ رہا ہے کہ تمہاری قضاوت بہت بری تھی تمہارے فیصلے حق پر مبنی نہیں تھے۔

دور جدید اور جاہلیت

آزادی کے پرستاروں اور بزم نسواں کو آزادی دینے والوں نے اپنے مقصد کی کامیابی کیلئے مختلف طریقے استعمال کئے جب ہم دور جاہلیت سے اس دور جدید کا مقائسہ کرتے ہیں تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ آزادی کے نام پر اس دور میں بھی بزم نسواں کا استحصال ہو رہا ہے صرف زبانی دعویٰ ہے کہ عورت آزادی کے دور سے گذر رہی ہے، اگر غور سے دیکھا جائے تو ہر مقام پر یہی نظر آئیگا کہ عورت آزادی کے نام پر ذلت و رسوائی سے ہمکنار ہے اگر کل عرب اپنی اولاد کو زندہ دفن کرتا تھا تو آج کا ترقی پسند معاشرہ رحم مادر میں ایک معصوم کا قاتل بن جاتا ہے اور بڑے فخر سے کہتا ہے کہ ہم نے عورت کو آزاد کر دیا، لیکن منصف مزاج

(۱) سورۂ نحل آیت ۵۸۔۵۹

عقل وشعور رکھنے والا انسان اسے کبھی نسوانی بلندی اور ترقی کا نام نہیں دے سکتا اس قسم کی بہتیری مثالیں ہیں جو دور جدید کے نعرۂ آزادی کا مذاق اڑا رہی ہیں اگر ہوس کی نگاہ سے ہٹ کر عقل وآگہی کے آئینہ میں دور حاضر کے نعرہ (آزادی نسواں) کا بدقت مطالعہ کیا جائے تو شاید نہیں بلکہ یقیناً دور جاہلیت سے زیادہ اس وقت عورت مظلوم و بے کس نظر آئیگی فرق صرف اتنا ہے کہ اب احساسات مردہ ہو چکے ہیں اور ضمیر کی آواز ختم ہو چکی ہے اور خود عورت اس استحصال کو قسمت کا اوج اور مقدر کی بلندی جانتی ہے۔

فقط ایک پناہ گاہ

ایسے دور میں کہ جب روشن فکری کے نام پر بزم نسواں سے کھیل کھیلا جا رہا ہے ایسے ناگفتہ بہ ماحول میں بزم نسواں کا اگر کوئی محافظ ہے تو صرف اور صرف اسلام ہے جو اللہ کا پسندیدہ دین ہے جس نے نہ تو آزادی کے نام پر عورت کو دھوکا دیا ہے اور نہ ہی سبز باغ دکھا کر اس کے ارمانوں کا گلا گھونٹا ہے زمان جاہلیت میں جب عورت بہت پست مخلوق تھی تو خداوند عالم نے اپنے نبی کو بھیج کر بزم نسواں کو اس قعر مذلت سے نکال کر عزت وشرافت کی دہلیز پر لا کر کھڑا کر دیا اور قیامت تک کے لئے ایک قاعدۂ کلی پیش کر دیا کہ اگر کوئی اس قاعدہ پر عمل پیرا ہوگا تو وہ کامیاب وکامران ہے اور اگر اس راہ سے انحراف اختیار کرے گا تو خائب و خاسر ہے اس راہ میں اختلاف جنس کا فرق کوئی اہمیت نہیں رکھتا، اگر بزم نسواں کی کوئی فرد اس وادی میں قدم رکھ دیتی ہے تو وہ بھی کامیاب ہو جائے گی اور اگر کوئی مرد خود کو بڑا سمجھ کر اس راہ سے دور ہو جاتا ہے تو وہ حقیقی اسلام کی نگاہ میں حیوان سے بھی بدتر ہے۔

معیار کامیابی

اس منزل تک پہونچنے کے بعد جو سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ قاعدۂ کلی کیا ہے جس پر عمل کرنے کے بعد بزم نسواں اپنی مراد حاصل کر لے تا کہ زمانے کی سنگدلی سے محفوظ رہ سکے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام نے کامیابی کا جو معیار زن ومرد کے لئے یکساں رکھا ہے وہ ایمان اور عمل صالح ہے۔

جو بھی مومن و صالح ہوگا چاہے مرد ہو یا عورت وہ منزل کمال تک پہونچ جائے گا۔ خداوند عالم نے قرآن مجید میں اس مطلب کی طرف اس طرح اشارہ فرمایا ہے:

﴿وَ مَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثىٰ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَأُوْلٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَ لَا يُظْلَمُونَ نَقِيراً﴾(۱)

''جو شخص اچھے اچھے کام کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت اور ایمان دار بھی ہو تو ایسے ہی لوگ بہشت میں بے کھٹکے جا پہونچیں گے اور ان پر تل بھر بھی ظلم نہ کیا جائے گا''

اس آیت شریفہ میں معیار کامیابی دو چیزوں کو بتلایا گیا ایک ایمان اور دوسرے عمل صالح اور اس میں زن و مرد کا کوئی فرق نہیں ہے بلکہ جس میں بھی یہ دو صفتیں پائی جائیں گی وہ خدا کے نزدیک بہشت میں داخل ہونے کا مستحق ہے۔ دوسری جگہ سورۂ غافر میں اس طرح ارشاد ہوا:

﴿وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثىٰ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَأُوْلٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾(۲)

''اور جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت مگر ایماندار ہو تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہونگے وہاں انہیں بے حساب روزی ملے گی''

سورۂ نحل میں بھی اسی معنی کی طرف اشارہ ہے:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾(۳)

''مرد ہو یا عورت جو شخص نیک کام کرے گا اور وہ ایماندار بھی ہو تو اسے دنیا میں بھی پاک و پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں بھی) جو کچھ وہ کرتے تھے اس کا اچھے سے اچھا اجر و ثواب عطا فرمائیں گے''

---

(۱) سورۂ نساء، آیت/۱۲۴ (۲) سورۂ غافر، آیت/۴۰

(۳) سورۂ نحل، آیت/۹۷

ان آیات سے بخوبی واضح ہوتا کہ اسلام نے کامیابی کا معیار ایمان اور عمل صالح قرار دیا ہے اور اس سلسلے میں کسی جنسی اختلاف کا کوئی فرق نہیں ہے اگر عورت ان دو چیزوں کو بخوبی درک کر چکی ہے تو وہی کامیاب ہے۔

سورۂ نحل کی آیت نے تو اس امر کی طرف بھی متوجہ کر دیا کہ ایسے لوگ پاک و پاکیزہ زندگی بسر کریں گے اور انسان کی زندگی کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اس کی زندگی پاک و پاکیزہ بسر ہو۔ دین اسلام نے اس کی ضمانت لی ہے کہ اگر کوئی ایمان وعملِ صالح کو اپنا طرز زندگی بنالے تو حیات طیبہ اس کا مقدر ہے اس موقع پر سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہم اس بات کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ مختلف مکتبۂ فکر کے افراد اپنے نظریہ کی بالا دستی ثابت کرنے لے لئے کچھ قوانین بیان کرتے ہیں لیکن جب ہم عملی میدان میں اسے بغور دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ باتیں فقط زبانی دعویٰ ہیں عمل سے ان کا دور دور سے کوئی تعلق نہیں ہے، اسی وجہ سے ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جس گروہ نے بھی بزم نسواں کی آزادی کا اعلان کرتے ہوئے جو قوانین پیش کئے وہ سب کے سب عملی میدان میں گھٹنے کے بل بھی نہ چل سکے یہ مشاہدات ممکن ہے کہ انسان کو کبیدہ خاطر کر دیں کہ اسلام بھی دیگر ادیان کی طرح فقط ایک قانون پیش کرتا ہے اور اس کا عمل سے کوئی تعلق نہیں ہے ایسی صورت میں بزم نسواں دوبارہ حیران وسرگردان اپنے مدعا کی تلاش میں ادھر ادھر پھرتی دکھائی دے گی۔

اسلام دین عمل

اسی شبہ کو دور کرنے کے لئے قرآن مجید نے فقط معیار کامیابی ہی نہیں بتایا بلکہ کچھ عملی نمونے بھی پیش کر دیئے کہ اگر قانون پر عمل پیرا ہونا چاہتے ہو تو عمل کرنے کی راہ بھی میں معین کئے دیتا ہوں کہ اگر تم اس روش پر گامزن رہو گے تو تمہاری زندگی کامیاب ہوگی اور حیرانی وسرگردانی سے نجات ملے گی اسی وجہ سے اسلام نے مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں کی طرف توجہ مبذول کرادی کہ اگر ان قوانین پر عمل کروگے تو حیات طیبہ تمہاری ہی زندگی کا طرۂ امتیاز ہوگی اور اگر اس راہ سے دور ہوئے تو پھر قعر مذلت کا بدنما داغ تمہارا مقدر ہوگا۔

حضرت مریمؑ نمونۂ عمل

خداوند عالم نے نمونۂ عمل کے طور پر قرآن کریم میں حضرت مریم کو پیش کیا جنہوں نے ایمان اور عمل صالح سے اپنی زندگی کو ایسا جوڑ لیا تھا کہ دونوں میں جدائی ممکن نہ تھی جب ہی تو قدرت نے مختلف مقامات پر الگ الگ عنوان سے مدح سرائی کی اور ان کے کردار کو نمونۂ عمل بنا دیا۔

جناب مریم اور حضرت عیسیٰؑ کی ولادت

اگر قرآن مجید میں ہم ولادت حضرت مسیح کے قضیہ کو بغور پڑھیں تو یہ راز ہم پر خوب روشن ہو جائیگا کہ وہ تمام باتیں جو ایک خاتون کے لئے عیب ہیں ایمان وعمل صالح کی دولت نے جناب مریم کے لئے انہی تمام چیزوں کو فضیلت بنا دیا اور خداوند عالم نے ایک مستقل سورہ بنام سورۂ مریم قرار دے دیا جبکہ اس سورہ میں مختلف دیگر مضامین بھی ہیں لیکن کلیدی کردار جو اس سورہ میں ہے وہ جناب مریم کا کردار ہے۔

جناب مریم اور حضرت یوسف علیھما اسلام

قرآن مجید میں دو کردار ایسے ملتے ہیں کہ جنہوں نے بہت ہی برے ماحول میں اپنے نفس کی حفاظت کی ہے ایک جناب یوسف علیہ السلام ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو عزیز مصر کی بیوی کے دام ہوس سے نجات دی اور ایک حضرت مریم ہیں کہ جب فرشتہ بصورت بشر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ لرز گئیں اور اسے تقوے کی تلقین کرنے لگیں لیکن اگر آیات قرآنی میں جناب یوسف اور حضرت مریم کا تقابلی جائزہ لیا جائے تو ہمیں ایک فرق محسوس ہوگا۔

جناب یوسف کے لئے خداوند عالم نے فرمایا:﴿لَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْ لَا أَنْ رَءَا بُرْهَانَ رَبِّهِ...﴾(۱) " زلیخا تو ان کے ساتھ (برا) ارادہ کر ہی رہی تھی اور اگر یہ بھی اپنے پروردگار کی دلیل نہ دیکھ چکے ہوتے تو قصد کر بیٹھتے''

(۱) سورۂ یوسف، آیت ۲۴

حضرت مریم کے بارے میں خدا فرماتا ہے کہ جب جبرئیل انسان کی صورت میں ان کے پاس آئے تو: ﴿قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنكَ إِن كُنتَ تَقِيًّا﴾(۱) ''کہنے لگیں اگر تو پرہیزگار ہے تو میں تجھ سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں (میرے پاس سے ہٹ جا)'' اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جناب جبرئیل کو کہنا پڑا: قَالَ أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلٰماً زَكِيّاً﴾(۲) ''میں تو تمہارے پروردگار کا پیغامبر ہوں تاکہ تم کو پاکیزہ لڑکا عطا کروں'' اس کے بعد بھی جناب مریم کو چین نہیں آیا اور پوچھتی ہیں: ﴿قَالَتْ أَنَّى يَكُونُ لِيُ غُلَامٌ وَ لَمْ يَمْسَسْنِيُ بَشَرٌ وَ لَمْ أَكُ بَغِياً﴾(۳) ''مجھے لڑکا کیونکر ہوسکتا ہے حالانکہ کسی مرد نے مجھے مس تک نہیں کیا ہے اور نہ ہی میں بدکار ہوں''

تب جناب جبرئیل نے خدا کا پیغام سنایا کہ پروردگار پر یہ امر آسان ہے اور وہ اسے اپنی قدرت کی نشانی قرار دینا چاہتا ہے(۴) اس کے بعد مفصل قضیۂ ولادت مذکور ہے۔

مسلسل ان آیات کو ذکر کرنے کا واحد مقصد یہ تھا کہ حضرت یوسف کے لئے خدا نے یہ فرمایا کہ انہوں نے جو اس دام ہوس سے نجات پائی وہ برہان رب کا کمال تھا لیکن جناب مریم کی جو کردار شناسی ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ وہ آنے والے کو تبلیغ کر رہی ہیں کہ اگر تو پرہیزگار ہے تو میرے پاس سے ہٹ جا اس کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ حضرت یوسف العیاذ باللہ کم اہمیت کے مالک تھے، نہیں بلکہ اس کا واحد مقصد یہ ہے کہ اگر عورت ایمان وعمل صالح کی دولت لے کر شاہراہ حیات پر گامزن ہوتی ہے تو وہ نبی سے بھی دو چار قدم آگے بڑھ جاتی۔ اور خداوند عالم بھی اس کی ناز برداری فرماتا ہے بلکہ کبھی کبھی تو نبی خدا کو اس کے کمال قدسی پر تعجب ہونے لگتا ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے:

﴿كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِندَهَا رِزْقاً قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِندِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾(۵) ''جب کبھی زکریا ان کے پاس عبادت کے حجرے میں جاتے تو مریم کے پاس کچھ نہ کچھ کھانے کو موجود پاتے تو ضرور پوچھتے کہ اے مریم یہ (کھانا) تمہارے پاس کہاں سے آیا تو مریم یہ کہہ دیتی تھیں کہ یہ خدا کے یہاں سے آیا ہے بیشک خدا جس کو چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے''

(۱) سورۂ مریم، آیت/۱۸ (۲) سورۂ مریم، آیت/۱۹ (۳) سورۂ مریم، آیت/۲۰ (۴) سورۂ مریم، آیت/۲۱ (۵) سورۂ آل عمران، آیت ۳۷

جناب مریم کا یہ کمال اور ان کا اللہ سے قرب کا اعلیٰ نمونہ باعث بنا کہ جناب زکریا نے خدا کے سامنے ہاتھ پھیلا دیئے کہ خدایا تو مجھے بھی اولاد طیبہ عنایت فرما اور خداوند عالم نے انہیں جناب یحییٰ جیسا عظیم المرتبت فرزند عنایت کیا۔ بات کو طول دیئے بغیر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ قرآن مجید کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ بات واضح ہے کہ خداوند عالم نے نمونہ کے طور پر جناب مریم کو پیش کر کے یہ بتایا کہ اسلام دین عمل ہے۔ اگر جناب مریم کی زندگی اور انکی حیات طیبہ کو نمونہ عمل جان کر کوئی عورت زندگی گزارے تو یقیناً کامیاب ترین خاتون بن جائیگی۔

نمونۂ مجاہدت

ایک خاتون کی زندگی میں ایک ایسا موڑ بھی آتا ہے کہ جب وہ ظالم و جابر شخص کے ماتحت زندگی گزارتی ہے اور اپنی تمام تر کوشش کے باوجود بھی وہ کچھ نہیں کر پاتی۔ ایسے ماحول میں اگر ایمان و عمل صالح کی مشعل حیات موجود ہو اور اسی کے سہارے کوئی خاتون اپنی حیات گزار دے تو یقیناً اس کی زندگی مجاہدت کا ایک نمونہ ہوگی اور اگر وہ ایسے تاریک ماحول میں اپنی زندگی پر کھیل کر کسی کی جان بچالے تو لاریب وہ ہمت و جرأت کا ایک نمونہ ہوگی۔

خداوند عالم کا بدترین دشمن فرعون، نامعلوم اس نے کتنے ناحق خون بہائے اور نامعلوم کتنی آباد گودیوں کو ویران کر دیا، کتنی تمناؤں کا گلا گھونٹا، کتنی ماؤں کے سکون دل کو بے چینیوں کی آماجگاہ بنا دیا ایسا دشمن خدا جس نے خدا کے مقابلہ میں قدعلم کیا اور ''انا ربکم الاعلیٰ'' کا باطل اور پوچ نعرہ بلند کیا ایسے بدترین دشمن خدا کے زیر تسلط مجاہدت کا ایک عظیم نمونہ ایک عظیم خاتون آسیہ تھیں جو ''زن فرعون'' سے مشہور ہیں اس دشمن خدا کے ساتھ ایک زندگی گزار کر آنے والی تمام خواتین کے لئے ایک درس عمل قرار دیا کہ اگر ایمان و عمل صالح کی دولت ہے تو انسان ہر مرحلہ میں کامیاب ہوسکتا ہے اپنی اس مجاہدانہ زندگی میں کسی عام آدمی کی نہیں بلکہ نبی خدا کی جان بچائی وہ بھی موسیٰ جیسے کلیم اللہ کی جان جو صاحبان عزم و ارادہ انبیاء میں شمار ہوتے ہیں۔

محافظ نبوت

نامعلوم کتنے ناحق خون بہائے جانے کے بعد ماں کی آغوش میں ایک نونہال نے آنکھ کھولی لیکن حکم خدا سے وہ بچہ بھی لہراتی وبل کھاتی موجوں کے حوالے کردیا گیا دریائے نیل کی موجیں اس نونہال کو لوریاں دیتے ہوئے قصر شاہی سے قریب کرگئیں حکومت وقت کے کارندوں نے اس بچہ کو دریا کی آغوش سے لیا اور خود ساختہ خدا کے حوالے کردیا دشمن خدا ڈرا کہ یہ بچہ کہیں وہی نہ ہو جو ہمارے خرمن میں آگ لگا دے اسی اثنا میں محافظ جان رسالت آسیہ پہونچ گئیں اور بڑے رسان سے بولیں:

﴿وَ قَالَتِ اِمْرَأَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّي وَ لَکَ لَا تَقْتُلُوْهُ عَسٰى اَنْ يَّنْفَعَنَا اَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَداً وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾(۱)

''تو فرعون کی بیوی بولی، یہ میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اسے قتل نہ کرو کیا عجب ہے کہ یہ ہمیں نفع پہونچائے یا ہم اسے پالک ہی بنالیں اور انہیں (اسی کے ہاتھ برباد ہونے کی) خبر نہ تھی''

آسیہ نے بڑے ہی پیار ومحبت کے ساتھ نبوت کی حفاظت اور باطل کے خرمن کی نابودی کا سامان فراہم کردیا۔ زن فرعون کا یہ عمل خدا کو اتنا پسند آیا کہ اسے رہتی دنیا تک عمل کی بے مثال کتاب قرآن مجید میں ان کے طرز کو نمونہ عمل قرار دے دیا۔

اس نمائندہ الٰہی کی محبت میں ایسا نہیں ہے کہ جناب آسیہ کو مشکلوں کا مقابلہ نہیں کرنا پڑا، بلکہ ایسی ایسی مصیبتیں پیش آئیں کہ جناب آسیہ کا جینا محال ہوگیا۔ لیکن نمائندہ الٰہی سے محبت وعشق میں کوئی کمی بھی نہ آئی تفسیروں میں ملتا ہے کہ جب دشمن خدا فرعون کو آپ کی اس حالت کی خبر ہوئی تو اس نے پہلے اپنے زعم ناقص میں سمجھانے کی کوشش کی مگر جب انہوں نے نہ مانا تو فرعون نے ان کو دھوپ میں لٹا دیا اور ان کے سینے پر ایک بھاری پتھر رکھ دیا۔ اس وقت انہوں نے دعا کی اور خدا نے قبول فرمائی اور یہ راہی جنت ہوئیں بعض روایات میں تو یہ بھی ہے کہ ان کا بدن بھی بعینہ فرشتوں کے ذریعہ بہشت میں پہونچایا گیا (۲) ایک عورت جو فطری طور پر نازک ہوتی ہے اس کے لئے کتنے بڑے امتحان کا وقت ہے لیکن ایمان وعمل صالح نے وہ قوت وہمت وجرأت وشجاعت عنایت کی کہ ظالم ظلم کرتے کرتے تھک گیا لیکن مظلوم کے چہرۂ ایمان

(۱) سورۂ قصص، آیت ۹ (۲) حاشیہ ترجمۂ قرآن مترجم فرمان علی صاحب قبلہ ذیل تفسیر سورۂ تحریم، آیت ۱۱

پر شکن بھی نہ آئی۔ آسیہ زن فرعون کا یہ عمل ذات باری کو اتنا پسند آیا کہ صاحبان ایمان کے لئے انہیں نمونہ و مثال قرار دے دیا بلکہ ایک ہی مقام پر صاحبان ایمان کے لئے دو مثال اور نمونہ پیش کر دیا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری حیات خوشی سے بسر ہو تو ان مثالی خواتین کو مشعل راہ قرار دینا، تمہاری زندگی کامیاب و کامران رہے گی

﴿وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتاً فِي الْجَنَّةِ وَ نَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهِ وَ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَ مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَ صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهِ وَ كَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ﴾(۱)

''اور خدا نے مومنین (کی تسلی) کے لئے فرعون کی بیوی (آسیہ) کی مثال بیان فرمائی ہے کہ جب اس نے دعا کی کہ پروردگارا میرے لئے اپنے یہاں بہشت میں ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کی کارستانی سے نجات دے اور مجھے ظالموں (کے ہاتھ) سے چھٹکارا عطا فرما اور (دوسری مثال) عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھا (خود کو پاک دامن رکھا) تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور اس نے اپنے پروردگار کی باتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور فرماں برداروں میں تھی''

ان دو آیتوں سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ انسان جب ایمان و عمل صالح کی دولت سے آراستہ ہو جاتا ہے تو وہ پھر اس منزل کمال تک پہونچتا ہے کہ اسے اس بات کا اطمینان ہوتا ہے کہ اس کے لئے جنت میں ایک گھر ہونا چاہیئے اور وہ خدا سے اس کی تمنا کرتا ہے۔ دوسری بات جو اس آیت شریفہ سے سمجھی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ عورت کو چاہیئے کہ اپنی ناموس کی حفاظت کرے کہ اگر وہ اس میں کامیاب ہوگئی تو اس کی زندگی بہترین زندگی ہے نیز اگر وہ پروردگار کی فرمانبردار ہو جائے تو دنیا و آخرت کی کامیابی اس کا مقدر ہے۔

قرآن مجید کے یہ دو نمونے بزم نسواں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دنیا کی حیرانی و پریشانی کو چھوڑ کر اسلام کے قوانین پر عمل کرے تو یقیناً کامیاب ہوگی۔

منفی پہلو

میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ قرآن مجید نے تصویر کا دونوں رخ پیش کیا اور دونوں

---

(۱) سورۂ تحریم، آیت ۱۱۔۱۲

راہوں کو اختیار کرنے میں انسان کو مختار قرار دیا ہے چاہے وہ مرد ہو یا عورت۔

بری عورت کا تذکرہ بھی قرآن میں مختلف مقامات پر ملتا ہے اور اس میں سر فہرست تین عورتیں دکھائی دیتی ہیں.

۱۔ جناب نوح کی بیوی

۲۔ حضرت لوط کی بیوی

۳۔ ابولہب کی بیوی۔

ان میں سے جناب نوح اور حضرت لوط کی بیویوں کا تذکرہ مختلف مقامات پر ملتا ہے مثلا سورۂ ''عنکبوت'' آیت ۳۳، سورۂ ''اعراف'' آیت ۸۳، سورۂ ''حجر'' آیت ۶۰ سورۂ ''تحریم'' آیت ۱۰، ابولہب کی بیوی کا تذکرہ سورۂ ''مسد'' کی چوتھی آیت میں موجود ہے اختصار کی وجہ سے میں فقط سورہ تحریم کی دسویں آیت کو ذکر کرتا ہوں بقیہ آیات کے لئے قارئین کرام کو مطالعہ قرآن کی دعوت دیتا ہوں۔

سورہ تحریم میں خداوند عالم نے کافروں کے لئے مثال پیش کی ہے، ان دو عورتوں کا عمل اتنا قبیح اور لائق مذمت تھا کہ منفی کردار کی مثال قرار پا گئیں۔

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِمْرَأَتَ نُوْحٍ وَ امْرَأَتَ لُوْطٍ کَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صٰلِحَیْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَیْأً وَ قِیْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِیْنَ﴾(۱)

''خداوند عالم نے کافروں کے لئے نوح کی بیوی (واعلہ) اور لوط کی بیوی (واہلہ) کی مثال بیان فرمائی ہے کہ یہ دونوں ہمارے نیک بندوں کے تصرف میں تھیں تو دونوں نے اپنے شوہروں سے دغا کی تو ان کے شوہر خدا کے مقابلے میں ان کے کچھ بھی کام نہ آئے اور ان دونوں (عورتوں) کو حکم دیا گیا کہ جانے والوں کے ساتھ جہنم میں تم دونوں بھی داخل ہو جاؤ''

اس آیت شریفہ سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ اگر عورت کی جھولی ازدواجی زندگی میں شوہر سے

(۱) سورۂ تحریم، آیت ۱۰

خیانت اور ایمان وعمل صالح کی دولت سے خالی ہو تو وہ خدا کے خاص بندوں کی نافرمانی کر کے جہنم کی مستحق ہوگی ذلت و رسوائی اس مقدر ہوگا لیکن اگر ایمان وعمل صالح سے مالا مال ہو کر صراط مستقیم اور مرضی معبود کی پابند ہو کر زندگی گزارے تو تمام شعبۂ حیات میں پرسکون نظر آئیگی۔ اب یہ بزم نسواں کی تشخیص عاقلانہ پر موقوف ہے کہ وہ خود فیصلہ کرے کہ کون سا راستہ اختیار کرنا چاہتی ہے یقیناً ہر عقل مند خاتون کا ہدف یہی ہوتا ہے کہ وہ پرسکون زندگی گذارے اب بزم نسواں کو علی العموم دعوت فکر ہے کہ وہ آئے اور دیگر مکتب فکر سے اسلامی مزاج کا مقابلہ کرے یقیناً وہ اسلام ہی کے قوانین میں استحکام پائے گی جو اس کے سکون کا باعث ہوگا۔

فخر مریمؑ و آسیہؑ

یقیناً مریم و آسیہ علیہما السلام ایمان وعمل صالح کو مشعل راہ بنا کر چلنے والی خواتین کے لئے نمونۂ عمل ہیں لیکن کچھ ذاتیں ایسی بھی ہیں جن کی زندگی ان دو عظیم بی بیوں کے لئے نمونۂ عمل ہے مریم و آسیہ ان کے در پر جبیں سائی کو باعث فخر ومباہات سمجھتی ہیں ان کے در کی کنیزی بنت عمران اور بنت مزاحم کے لئے تخت شاہی سے کہیں زیادہ عظیم ہے یہ بی بی وہ بی بی ہے کہ بزم نسواں تو درکنار اسوۂ خواتین تو درکنار فخر مرسلاں، وجہ خلقت کون ومکاں، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی ذات پر فخر کرتے ہیں۔ وہ نبی جس کے لئے عبد المطلب جیسا سید بطحا کلید دار خانۂ کعبہ اپنی جگہ چھوڑ دیتا تھا جس نے خلق مجسم ہونے کے باوجود تاریخ کی کسی قد آور شخصیت کا اٹھ کر استقبال نہیں کیا لیکن وہی نبی جب اس جز و رسالت کو دیکھتا تھا تو سروپا تعظیم کے لئے کھڑا ہو جاتا تھا مریم یقیناً نمونہ عمل ہیں لیکن ان کی زندگی ایک جہت سے ناقص اور وہ شوہر کا احترام ہے آسیہ لاریب اسوۂ زندگی، لیکن ان کی زندگی میں ایک پہلو کم ہے اور وہ بچوں کی پرورش ہے لیکن بزم نسواں کو اس پر فخر ہونا چاہیئے کہ اس کی صنف میں ایک ایسی بھی خاتون ہے جو قلیل مدت میں تمام شعبۂ حیات میں کامیاب اور عورت کی زندگی کا کامل واکمل نمونہ ہے۔ جس ذات کی تعریف وتمجید میں زبان گہر بار رسالت رطب اللسان ہو جس کے ادراک سے عقول انبیاء حیران ہو جس کا توسل باعث خوشنودیٔ ائمہ ہو جس کی قدر ومنزلت علماء کے درک وشعور سے پرے

ہو مجھ جیسے بے بضاعت میں کیا ہمت کہ اس بی بی کی شان وشوکت، قدر ومنزلت عظمت وجلالت، زہد و تقویٰ، عبادت وریاضت وشجاعت وشہامت و... بیان کرے لیکن اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ ذات والا صفات حضرت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا یقیناً بزم نسواں کے لئے نمونۂ عمل ہے نہ فقط وہ بی بی بلکہ ان کی پارۂ جگر، عقیلہ بنی ہاشم حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کی زندگی بھی ایک نمونۂ عمل ہے جو نسلیں زہرائے مرضیہ نے پروان چڑھائیں بیشک وہ مطلع عالم کی خورشید عالمتاب ہیں، بیٹے دونوں امام، بیٹیاں اگر عصمت کبریٰ کی حامل نہ ہوئیں تو عصمت صغریٰ ان کا تاج قرار پایا خصوصا فاطمۃ الزہراء کی صبر دل بیٹی زینب کبریٰ علیہا السلام جنہوں نے تمام موارد میں زہرا صلواۃ اللہ علیہا کے شیر کی تاثیر دکھادی۔

قارئین کرام! آپ بخوبی جانتے ہیں کہ اس کتاب کا ہدف حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی زندگی پر سیر حاصل بحث کرنا نہیں ہے بلکہ آپ کی شجاعت وشہامت جو کوفہ وشام میں آشکار ہوئی اسی کو آپ کے خطبوں میں پیش کرنا مقصود ہے لیکن جب شرح خطبۂ کوفہ وشام علماء ومحققین کی نظر سے گذری تو انہوں نے بیک زبان اس بات کی طرف توجہ مبذول کرائی کہ شرح سے قبل ایک مختصر سوانح حیات ضروری ہے تا کہ ایک اجمالی آشنائی ہو سکے، علماء واساتید کی باتوں کو قبول کرتے ہوئے میں نے اس سلسلے میں بھی قلم کو حرکت دیدی یقیناً کتاب کا یہ حصہ تحلیلی نہ ہوگا اس لئے کہ اگر زندگانی حضرت زینبؑ پر تحلیلی گفتگو کی جائے تو خود یہ موضوع ایک مکمل کتاب ہے اور ہم اس سلسلے میں اپنے ہدف سے دور ہو جائیں گے ہاں اس مختصر سوانح حیات میں بھی بزم نسواں کے لئے نمونۂ عمل موجود ہے شرط صرف ایمان وعمل صالح کی ہے ہم اپنی اس گفتگو کو چند فصلوں میں تقسیم کریں گے۔

پہلی فصل:۔ زینب کبریٰ از ولادت تا شہادت فاطمۃ الزہراء۔

دوسری فصل:۔ بعد از شہادت مادر تا شہادت حضرت علی علیہ السلام۔

تیسری فصل:۔ بعد از شہادت پدر تا قیام کربلا۔

چوتھی فصل:۔ واقعۂ کربلا اور مصائب حضرت زینبؑ، اس موضوع پر بہت مختصر گفتگو کریں گے کیونکہ شرح میں اس پر گفتگو کی جائے گی۔

پانچویں فصل:۔ بعد از واقعۂ کربلا تا مدفن حضرت مخدومہ۔

پہلی فصل

زینب کبریٰ از ولادت تا شہادت فاطمۃ الزہراء

خاندان

اسم وکنیت والقاب

تاریخ ولادت

سیاست کی نزاکت

خصوصیات ولادت

بہن بھائی کی محبت

شکل وشمائل

آغوش تربیت

نمونۂ سخاوت

مصیبتوں کی ابتداء

ماں خون میں غلطیدہ

روایۂ خطبۂ فدک

امتحان صبر

خاندان

کسی انسان کو پہچاننے کا سب سے پہلا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ وہ کس خاندان سے ہے، حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے سلسلے میں اس موضوع پر گفتگو کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے بس کہنے کے لئے اتنا کافی ہوگا کہ ماں سیدۂ نساء العالمین، باپ سید الاوصیاء والمتقین، نانا خاتم الانبیاء والمرسلین، دادا سید البطحا رحمۃ للعالمین کے چچا ایسی بی بی کہ جس کا خاندان اتنی اہمیت کا حامل ہو یقیناً اس کی ذات محتاج تعارف نہیں۔

اسم وکنیت والقاب

عرب کا یہ دستور تھا اور وہ اپنے بچوں کا ایک نام اور ایک کنیت رکھتے تھے اور القاب تو اچھائی اور برائی کے اعتبار سے دیا جاتا ہے خدا کے حکم سے آپ کا نام زینب رکھا گیا زینب کے معنی لغت میں، خوبصورت لڑکی کے ہیں ممکن ہے کہ یہ زین واب کا مخفف ہو یعنی باپ کی زینت، تاریخ وروایات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی دو یا تین لڑکیوں کا نام زینب تھا اسی لئے آپ زینب کبریٰ کہی جاتی ہیں۔

کنیت

آپ کی کنیتوں میں سے ایک کنیت ام کلثوم کبریٰ ہے ایک دوسری کنیت ام المصائب ہے یقیناً جو بی بی اس جہاں میں آنکھ کھولنے سے لے کر قبر کی منزل تک مصیبتوں کی آماجگاہ میں ہو اگر اسے ام المصائب کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

القاب

آپ کے القاب بہت زیادہ ہیں اور خود انہی القاب سے آپ کے فضائل ومناقب کے باب کھلتے ہیں۔ خود اس موضوع پر ایک مفصل کتاب بنام ''خصائص الزینبیہ''ہے، میں یہاں فقط چند القاب اور ان کے ترجمہ نقل کر دیتا ہوں جسے جناب احمد رحمانی ہمدانی نے ''فاطمہ بھجۃ قلب مصطفی'' میں ذکر کیا ہے۔

ا۔ عالمۃ غیر معلمۃ، دانائے بدون استاد ۲)فھمۃ غیر مفھمۃ، فہمیدہ بدون

آموزگار،۳) کعبة الرزایا ،مصیبتوں کا قبلہ۔۴)نائبة الزهراء،نمائندۂ حضرت زہرا۔۵) نائبة الحسین ،جانشین حضرت امام حسینؑ۔۶)ملیکة الدنیا ،ملکہ جہاں۔۷)عقیلة النساء ،خردمند خواتین۔۸) شریکة الشهید ،شہیدوں کی شریک۔۹) کفیلةالسجاد ،سرپرست حضرت امام سجاد۔۱۰)ناموس رواق العظمه ،ناموس حریم عظمت۔۱۱) سر ابیها ،اپنے پدر کا راز،۱۲)شقیقة الحسینؑ ،غمخوار امام حسینؑ۔۱۳)الفاضلة،بافضیلت خاتون۔۱۴) الکاملة ،کامل خاتون ۱۵)عابده آل علی ،خاندان علیؑ کی عبادت گذار۔۱۶)نجمة سماء النماله ،ستارۂ آسمان شرافت وکرامت۔۱۷)قرینة النوائب ،مصیبتوں کی ہمدم۔۱۸)قرة عین المرتضیٰ ،نور چشم علیؑ ۱۹) باب حطة الخطایة ،گناہوں کی بخشائش کا دروازہ۔۲۰)بطلة کربلا ،قہرمان کربلا ،اس کے علاوہ دیگر القاب موجود ہیں (۱)

ولادت

تاریخ ولادت :۔آپ کی تاریخ وسال ولادت کے سلسلے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ آپ کی ولادت پانچ جمادی الاول ۶ ھ میں واقع ہوئی مصنف بحر المصائب لکھتے ہیں کہ اوائل شعبان ۶ ھ میں آپ کی ولادت واقع ہوئی ،صاحب خصائص الزینبیہ مرقوم فرماتے ہیں کہ پانچ جمادی الاول ۵ ھ میں آپ نے اس سرائے فانی میں آنکھیں کھولیں ،صاحب ’’طراز المذهب ‘‘آپ کی ولادت ماہ رمضان ۹ ھ میں بتاتے ہیں ان اقوال میں صاحب ’’طراز المذهب‘‘ کا قول بعید از قیاس ہے اس لئے کہ اگر بالفرض جناب سیدہ صلواۃ اللہ علیہا کی دوسری بیٹی ام کلثوم علیہا السلام کو نہ مانا جائے تب بھی دو سال کی بچی ہوشیار نہیں ہوتی ہے جبکہ رسول خداؐ کی وفات کے وقت آپ کافی باشعور تھیں ۔واقعۂ کربلا میں بعض موارد پر ملتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام ۵۷/ سال کے اور جناب زینب ۵۵/ سال کی تھیں اس سے ۵ ھ والا قول قوی ثابت ہوتا ہے۔بہرحال یہ بات مسلم الثبوت ہے کہ آپ وفات رسالتمآب کے وقت ممیّزہ تھیں لہٰذا آپ کی ولادت پانچ یا چھ ہجری ہی میں مانی جاسکتی ہے۔(۲)

---

(۱) فاطمہ زہراء شادمانی دل پیامبر ص ۸۵۵۔۸۵۶

(۲) فضائل وخصائص حسینی ،ص ۱۲۲/

سیاست کی نزاکت

مصر کی مشہور ومعروف قلمکار عایشہ بنت الشاطی جنہوں نے حضرت زینب کبریٰ کے سلسلہ میں ایک کتاب بنام ''بطلۃ کربلا''، لکھی ہے جو کافی مشہور ہوئی۔لیکن اس کتاب میں انہوں نے حضرت کی ولادت کے سلسلے میں اتنی نزاکت کے ساتھ سیاسی خامہ فرسائی کی ہے کہ جلدی کوئی اس علمی خیانت اور سیاسی بازی گری کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا ، درحقیقت انہوں نے اپنے بزرگوں کے برے افعال چھپانے کا بہترین راستہ نکالا ہے۔

صدیقۂ صغریٰ کی ولادت کے سلسلے میں لکھتی ہیں:

پیغمبر اسلام کی دختر حضرت زہراء کے گھر میں ایک مولود نے پھر دنیا میں قدم رکھا۔اس سے قبل دو نواسے خنکیٔ چشم پیغمبر واقع ہو چکے تھے اور تیسرے بچے کی تقدیر میں خداوند عالم نے زندگی عطا نہیں فرمائی تھی اور وہ محسن بن علیؑ ہیں۔(۱)

بنت الشاطی نے بڑی نزاکت کے ساتھ واقعۂ درودیوار کو چھپانے کی کوشش کی ہے لیکن عایشہ صاحبہ سے ایک بہت بڑی چوک ہوگئی جس کی وجہ سے ان کی سیاست کی شیشہ گری چکنا چور ہوگئی۔عقلمندی و سیاستمداری کا تقاضا یہ تھا کہ سب سے پہلے دنیا کی تمام لائبریریوں سے ان تمام کتابوں کو نیست و نابود کردیتیں جن میں درسیدہؑ پر آگ اور لکڑی لانے کا ذکر اور جناب محسن کی شکم مادر میں شہادت کا تذکرہ موجود ہے۔لیکن جب تک دنیا میں تاریخ وسیر کی کتابیں موجود ہیں اس وقت تک دنیا وآخرت میں رسوائی ان افراد کا مقدر ہے جنہوں نے کاشانۂ رسالت کو نذر آتش کیا اور ایک معصوم کی جان لے لی۔اس کے مقابلہ میں صفائی پیش کرنے جو بھی آئے گا وہ دنیائے تحقیق میں بھی ذلیل ورسوا ہوگا اور آخرت میں بھی عذاب کا مستحق ہوگا اس میں کسی صنف کی کوئی قید نہیں ہے، بنت الشاطی ہوں یا ابن الشاطر۔

خصوصیات ولادت

آقائے محمد تقی مقدم کشکول بہائی سے نقل فرماتے ہیں کہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں:

''ولدت الحسن و الحسین من فخذھا الایمن و زینب و ام کلثوم من فخذھا الایسر ''

(۱) بطلۃ کربلا، ص/۱۶

یعنی حسن وحسین داہنی ران اور زینب وام کلثوم بائیں ران سے متولد ہوئیں۔اس جملہ سے سمجھ میں آتا ہے کہ حضرت سیدہ علیہا السلام کی تمام اولاد رجس وکثافت سے دور ہیں اور مصداق آیت تطہیر ہیں ان کی مسعود آمد پر جبرئیل اشکبار ہوئے اور جناب سیدہ حضرت علیؑ کے پاس اسم گذاری کے لئے گئیں تو آنحضرت نے انکار کیا چونکہ رسول خداؐ مسافرت پر تھے لہٰذا انتظار کیا گیا جب رسول خداؐ آ گئے تو آپ نے فرمایا میں خدا پر سبقت نہیں کروں گا اسی اثناء میں جبرئیل آئے اور کہا کہ خدا نے بعد از تحفۂ درود وسلام فرمایا ہے کہ اس دختر کا نام زینب رکھدو اور یہ کہکر جبرئیل رونے لگے رسول خداؐ نے پوچھا جبرئیل کیوں روتے ہو عرض کیا یا رسول اللہ آغاز زندگی سے لے کر انجام حیات تک یہ بچی مصائب وآلام میں گرفتار رہے گی کبھی آپ کی مصیبت میں مبتلا ہوگی تو کبھی اپنی ماں کے ماتم میں بیٹھے گی تو کبھی اپنے بابا کے غم میں سوگوار ہوگی تو کبھی اپنے بھیا مجتبیٰ کی مصیبت پر عزادار ہوگی ان تمام مصیبتوں میں بزرگترین مصیبت دشت نینوا کی مصیبت ہوگی جس کے غم واندوہ سے اس بچی کے بال سفید اور کمر خمیدہ ہو جائیگی جیسے ہی یہ غم انگیز خبر پھیلی خوشی کا گھر ماتم کدہ بن گیا۔

بھائی بہن کی محبت

دنیا میں بھائی بہن کی محبت ایک مثالی اور کمیاب محبت ہے دنیا میں ممکن ہے کہ بعض محبتوں کا جواب مل جائے لیکن بھائی بہن کی محبت ایک ایسی محبت ہے جس کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں ہے۔ان تمام خصوصیات کے باوجود تاریخ میں جو دو بھائی بہن کی محبت ملتی ہے اس کی نظیر پیش کرنا محال ہے امام حسین علیہ السلام اور جناب زینب کی محبت تاریخ میں ایسی ہے جس کی نظیر نہیں ملتی، تاریخ میں ملتا ہے کہ جب جناب زینب علیہا السلام کی ولادت ہوئی اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام گھر میں داخل ہوئے تو امام حسین علیہ السلام دوڑتے ہوئے بابا کے پاس گئے اور خوشی خوشی بتایا کہ خدا نے مجھے ایک بہن عطا کی ہے۔اس طرف بہن کو بھائی سے وہ محبت تھی کہ اگر تھوڑی دیر بھی بھائی کا چہرہ آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا تھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کلیجہ منہ کو آ جائے گا، آپ کو اگر کہیں نیند آتی تھی تو وہ امام حسین علیہ السلام کی آغوش تھی اور جب تک آنکھ کھلی رہتی تھی ٹکٹکی باندھ کر بھائی کے رخ انور کو دیکھا کرتی تھیں، تھوڑی دیر کے لئے بھی بھائی سے جدا ہونا گوارہ نہ تھا حالات اس درجہ پہونچ گئے کہ ایک دن حضرت زہراء نے رسول خداؐ کی خدمت میں عرض کیا:

''اے بابا زینب اور حسین کے درمیان تو بڑی بے لوث محبت ہے حال یہ ہے کہ اگر حسین کو نہ دیکھے تو اسے صبر نہیں ہوتا ہے اگر تھوڑی دیر کے لئے حسین کی صدا نہ سنے تو اس کی جان جسم سے نکلنے لگتی ہے''

جب رسول خدا نے یہ جملہ سنا تو ایک دردناک آہ کھینچی اور آپ کے روئے مبارک پر اشک رواں ہو گئے فرمایا:

''اے میری نور چشم میری یہ بچی زینب ہزار رنج و الم اور متعدد مصائب و آلام میں گرفتار ہوگی''(۱)

علاوہ ازاین جناب عبداللہ سے شادی کے وقت بھی یہی دو شرط تھی کہ بھائی سے کبھی جدا نہ ہوگی انشاءاللہ ہم ان دو شرطوں کو ازدواج کے سلسلے میں تفصیلا بیان کریں گے۔

شکل وشمائل

آپ بلند قامت، باوقار، چہرہ نورانی گویا خدیجہ کبریٰ تھیں آپ حضرت خدیجہ سے اس حد تک مشابہ تھیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو خدیجہ کبریٰ سے تشبیہ دیتے تھے کیوں نہ ہوتا یہ خون کا اثر تھا اسی سے متاثر ہو کر شاعر نے کہا:

ہوتا ہے اثر خون میں اجداد کے خوں کا
زینب نے مکمل کیا ارمان خدیجہ

(محمود سروش)

فصاحت و بلاغت میں علی مرتضیٰ کی مثال تھیں تو حلم وصبر میں بھائی حسن مجتبیٰ کی نظیر اور شجاعت وعزم وحوصلہ میں شریکۃ الحسین تھیں۔

آغوش تربیت

اس میں کوئی شک نہیں کہ آغوش مادر وہ سب سے پہلا مدرسہ ہے جہاں نسلیں پروان چڑھتی ہیں اگر ماں اپنی ذمہ داریوں کو بطور کامل ادا کرے تو یقیناً سماج ومعاشرہ کو وہ لعل وگہر ملیں گے جو رہتی دنیا تک یاد کئے جائیں گے اور اگر اسی پہلے مدرسہ میں کامل تربیت نہ ہوئی تو بے شک ایسے افراد معاشرہ کے لئے ناسور

(۱) ریاض المصائب، بحوالۂ فضائل وخصائص حسینی، ص۱۲۴

بن جائیں گے ہمارا لاکھوں درودوسلام ہو سیدۂ کونین کی عصمت مآب آغوش پر جن کی آغوش نے وہ لولوء و مرجان عنایت کئے کہ جن کے سامنے مونگے وموتی کی چمک ودمک مدھم نظر آتی ہے یہ فاطمۃ الزہراء صلوٰۃ اللہ علیہا کی آغوش ہی کا اثر تھا کہ ابھی جناب زینب دوتین سال کی تھیں اور ایک دن اپنے بابا کی آغوش میں بیٹھی تھیں اور حضرت آپ سے پیار کررہے تھے اسی اثنا میں بیٹی سے کہا کہ: کہو''واحد'' یعنی''ایک'' زینب کبریٰ علیہا السلام نے فرمایا''واحد'' پھر فرمایا بیٹی کہو''اثنین'' (دو) حضرت زینب خاموش ہوگئیں پھر فرمایا بیٹی کہو''اثنین'' جناب زینب نے کوئی جواب نہیں دیا حضرت نے پھر تکرار کیا تو علی علیہ السلام کی آغوش کی پروردہ زینب نے یکبارگی زبان کھولی اور عرض کیا بابا جان جس زبان نے''ایک'' کہہ دیا ہو وہ''دو'' کیسے کہہ سکتی ہے ﴿لاالہ الا اللہ﴾ باوجودیکہ حضرت علی علیہ السلام کی مراد گنتی تھی لیکن وہ کمسن بچی فوراً وحدانیت کی طرف متوجہ ہوگئی یہ کمال روحانیت تھا لہٰذا حضرت نے بچی کی ذکاوت وذہانت سے خوش ہوکر بوسہ لیا اور کلیجے سے لگالیا۔(۱)

نمونۂ سخاوت

چند سکے کسی کی جھولی میں ڈال کر چند ہزار لوگوں سے اپنی سخاوت کا چرچا کرنے والے تو بہت مل جائیں گے لیکن اپنا سب کچھ راہ خدا میں لٹا کر شکر خدا کرنا یہ فقط آل محمد علیہم السلام کا خاصہ ہے ہر دلھن کو اپنا لباس عروسی بہت پیارا ہوتا ہے بے شک مخدومۂ کونین کو بھی اپنا لباس عروسی بہت عزیز تھا لیکن راہ خدا میں اسے دیکر خدیجہ کی نورنظر کو جو خوشی حاصل ہوئی وہ شائد اس لباس نو میں نہ تھی۔ ماں نے اپنی انہی صفات حمیدہ کے مطابق اپنے بچوں کی کچھ اس طرح پرورش کی کہ جودوسخا ان کی ذات ونسل تطہیر کا ایک ایسا جز قرار پاگیا کہ دونوں میں جدائی ناممکن ہوگئی، گھریلو ماحول اور پاکیزہ آغوش کا یہ اثر تھا کہ جواد بن جواد کی بیٹی کا واقعہ تاریخ کے صفحات پر یوں مرقوم ہے:

رات کا سناٹا تھا زینب کبریٰ علیہا السلام بستر پر محوخواب تھیں ابھی نیم بیداری کا عالم تھا کہ حضرت علی علیہ السلام گھر میں ایک مہمان کے ساتھ داخل ہوئے اور سیدۂ عالمیان سے سوال کیا کہ گھر میں مہمان کی ضیافت کے لئے کیا ہے؟ آپ نے عرض کی ایک روٹی ہے جس کو زینب کے لئے رکھا ہے وہ بچی جو ابھی چار سال سے زیادہ کی نہ تھی جیسے ہی یہ سنا آواز دی مادر گرامی روٹی مہمان کو کھلا دیجئے۔ یقیناً بچوں کے لئے یہ

(۱)''زینب کبریٰ'' تالیف، شیخ جعفر نقدی، بحوالہ''زندگی زینب کبریٰ'' سید عبدالحسین دستغیب، ص ۱۳

ایک نمونۂ عمل ہے کہ اگر مائیں بچوں کی اس طرح پرورش کریں تو بے شک زینب صفت بچے سماج ومعاشرے کو میسر ہوں گے۔

مصیبتوں کی ابتداء

۱۱ھ ۲۸ صفر روز دوشنبہ آل محمد علیہم السلام کی مصیبتوں کے آغاز کا نام ہے جس میں ام المصائب بھی برابر کی شریک ہیں رسول خدا کی وفات کیا ہوئی کہ مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ گیا، حضرت زینب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ شفقت کرنے والا نانا زیر خاک پنہان ہوگیا وہ نانا کہ جسے زینب کبریٰ کے چہرہ میں صاف صاف خدیجۂ طاہرہ کی تصویر دکھائی دیتی تھی جو اپنی نواسی کو دل وجان چاہتا تھا آہ وہ نانا دشمنوں سے دل پر زخم کھا کر راہیٔ ملک جاوداں ہوگیا مادر گرامی کا بین بابا کا نالہ وشیون سب اس معصوم بچی نے اپنی آنکھوں سے دیکھا لیکن وہ کس کو سمجھاتی اور کس کو دلاسہ دیتی۔ وہ تو خود ہی تسلی و دلاسہ کی محتاج تھی لیکن وہاں کسے ہوش تھا جو اس بچی کو سنبھالتا وہاں تو ایک سائبان تھا جو چٹیل ویرانہ میں بدل چکا تھا اب حالات کی دھوپ تھی اور آل محمد علیہم السلام کا مقدر، زمانے کی یورش اور خاندان نبوت کا گھر، دنیا کا ظلم وستم اور معدن رسالت کا کاشانہ۔

ماں خون میں غلطیدہ

ابھی نبی کی وفات کو دو روز گذرے تھے کہ ایک نئی مصیبت کا آغاز ہوگیا، کتب تاریخ وسیر گواہ ہیں کہ پہلوئے مخدومۂ کونین پر جلتا ہوا دروازہ گرایا گیا جناب محسن کی شہادت واقع ہوئی خاندان رسالت کا یہ پہلا شہید ہے جو اپنی معصومہ ماں کے بطن ہی میں شہید ہوگیا۔ زینبؑ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اماں کے سینہ سے خون جاری ہے پسلیاں ٹوٹ چکی ہیں خدا کسی شریف گھرانے پر یہ دن نہ لائے کہ چند اوباش اور درندہ صفت افراد جنھیں نبیؐ کی حرمت کا کوئی پاس نہ ہو وہ آکر اس کی ہتک حرمت کریں جو ناموس الٰہی ہے کسی نیک طینت وشریف النفس انسان کے لئے زندہ درگور ہونے کے لئے یہی کافی ہے اس مورد میں قلم مثل شمشیر براں باطل پرست طاقتوں کو تار تار کرنا چاہتا ہے اور تڑپ رہا ہے کہ ان تمام لوگوں کی ایسی نقاب کشائی کرے (کہ جنھوں نے رسول کی بیٹی کو اتنی اذیت دی ہے) کہ دنیا کے سامنے ظلم کی حقیقت واضح ہوجائے لیکن حالات کی نزاکت اس امنڈتے جذبات کے متلاطم طوفان پر باندھ بنکر کھڑی ہے بس ہر آن خدا سے یہی دعا ہے کہ خون حسینؑ کا انتقام لینے والے کو جلد سے جلد بھیج دے تا کہ ہم ان کافروں کے

کرتوت اور ناروا رویہ اور ان کے مظالم کی سزا اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں۔

بس اس سلسلے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ خدا کسی کمسن بچی کو جناب زینب کے تصدق یہ دن نہ دکھائے

روایۂ خطبۂ فدک

جناب زہراء صلوٰۃ اللہ علیہا نے ان تمام مظالم کے بعد بھی اتمام حجت کے لئے انصار ومہاجرین کے درمیان فصیح وبلیغ خطبہ انشاء فرمایا: یہ ایسا خطبہ ہے جسے علماء اہلسنت مانند ابن طیغور نے ''بلاغات النساء'' میں ابن منظور نے ''لسان العرب'' میں، ابن اثیر نے ''نہایہ'' میں اور مسعودی نے ''مروج الذہب'' میں ذکر کیا ہے اور علماء شیعہ نے تو مختلف عناوین کے تحت اس خطبہ کو ذکر فرمایا ہے اکثر وبیشتر لوگوں نے اس کی شرح بھی کی ہے (میں حضرت فاطمۃ الزہراء صلوٰۃ اللہ علیہا سے دست سوال پھیلا کر یہی دعا کرتا ہوں کہ بی بی مجھے بھی اس خطبہ کی شرح کی توفیق عنایت فرمائیں آمین)

یقیناً یہ ایک ایسا خطبہ ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ مخدومۂ عالم نے حجت کے لئے کوئی کسر باقی نہیں رکھی لیکن اس خطبہ کی جو راویہ ہیں یعنی جنہوں نے روایت کی ہے وہ ہماری ممدوحہ جناب زینب کبریٰ علیہ السلام ہیں باوجودیکہ اس وقت آپ کا سن مبارک پانچ یا چھ سال کا تھا لیکن وہ تمام خطبہ اپنی جامعیت اور فصاحت وبلاغت کے ساتھ آپ کو حفظ تھا یہ مسئلہ آپ کی ذکاوت وفہم پر ایک کھلا اور واضح ثبوت ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ آپ کا ایک لقب عقیلہ (خردمند) ہے جو قوت حافظہ، خاندانی ذہانت پر قطعی دلیل ہے۔ مقاتل الطالبین میں ابوالفرج اصفہانی نے اس خطبہ کو آپ ہی سے نقل فرمایا ہے، شیخ صدوق نے علل الشرائع میں باب علل الشرائع واصول الاسلام میں اس خطبہ کے بعض حصوں کو نقل کرتے ہوئے سند اس طرح نقل فرمائی ہے:

حدثنا محمد بن موسیٰ بن متوکل قال حدثنا علی بن الحسین السعدآبادی عن احمد بن عبد الله برقی عن اسماعیل بن مهران عن احمد بن محمد بن جابر عن زینب بنت علی قالت فاطمة فی خطبتها (۱)

مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے علی بن حسین سعدآبادی نے ان سے احمد بن عبداللہ برقی نے ان سے اسماعیل بن مہران نے ان سے احمد بن محمد بن جابر

(۱) علل الشرائع؛ ج/۱، ص/۲۳۶

نے ان سے زینب دختر علی نے بیان فرمایا کہ حضرت فاطمہ نے اپنے خطبہ میں فرمایا...

ابن عباس آپ سے خطبہ اس طرح نقل کرتے ہیں:

''حدثنی عقیلتنا زینب بنت علی'' مجھ سے ہماری عقیلہ زینب بنت علی نے بیان فرمایا

امتحان صبر

زینب نے اپنی آنکھوں سے تمام مظالم دیکھے لیکن ماں کا وجود سبب اطمینان تھا زینبؑ اس سایہ دار درخت کے سائبان میں خوش تھیں اور صبر وسکون کے ساتھ اپنی زندگی گذار رہی تھیں لیکن بنا بر مشہور ۳؍ جمادی الثانی ۱۱ھ کا سورج پھر اس معصوم بچی کے صبر کا امتحان لینے آیا تھا شفیق ومہربان ماں قنفذ ملعون کے زخم کی تاب نہ لا کر اپنے بابا سے جاملیں اور علیؑ کے گھر پر پھر مصیبتوں کا ہجوم ہوگیا ایسا محسوس ہوا کہ جیسے ابھی رسول خدا کا انتقال ہوا ہے حسن وحسین علیہما السلام کو ہوش نہیں ہے روایات کے مطابق حضرت علیؑ مسجد سے بیت الشرف آتے ہوئے تین مرتبہ زمین پر گر پڑے خدایا اس کمسن بچی کا کیسا امتحان ہے؟ سیدہ نے اس دنیا سے کوچ نہیں کیا بلکہ زینب کا سکون وچین کوچ کر گیا۔ اس وقت زینب کبریٰ کا کیا عالم تھا تاریخ کی کتابوں میں تو نہیں ملتا ہے تاریخ میں حسنین علیہما السلام کے بین اور بی بی کے بند کفن ٹوٹنے کے واقعات موجود ہیں لیکن حالات جس بات کی طرف نشاندہی کرتے ہیں وہ یہی ہے کہ زینب کبریٰ کو جیسے سکتہ سا لگ گیا زینب کبھی بھیا حسن کے آنسو پونچھتی تو کبھی ہر دلعزیز بھائی حسین مظلوم کا آنسو خشک کراتیں تو کبھی بابا کو تسلی دیتی تھیں، شب کا سناٹا آیا بعد از غسل وکفن علیؑ نے بچوں کو صدا دی بچو! آؤ، ماں کا آخری دیدار کرلو خدا کسی کمسن بچی پر یہ دن نہ لائے سفید لباس میں ماں لپٹی ہوئی جسے عرف عام میں کفن کہتے ہیں زینب کا دل پھٹ گیا اماں گھر اکیلا ہوگیا اس اکیلے گھر میں اب مجھے کون بہلائیگا شب کی تاریکی میں علیؑ بچوں کو دلاسہ دیکر جنازہ کو باہر لے گئے اور دشمنوں سے چھپا کر امانت رسول کو خاک کے حوالے کردیا جناب سیدہ کا لحد میں سونا تھا کہ لوگوں کو اپنے راستے کا کانٹا صاف دکھائی دینے لگا آپ کی مظلومانہ شہادت کے ساتھ ساتھ جناب زینبؑ کی زندگی کا ایک پر ماجرا دور ختم ہوگیا اور بی بی کی زندگی کا دوسرا دور شروع ہوگیا۔

دوسری فصل

بعد از شہادت مادر تا شہادت حضرت علی علیہ السلام

حضرت علی علیہ السلام کی خاموشی

حضرت عبداللہ ابن جعفر سے شادی

شخصیت جناب عبداللہ بن جعفر

بہادر خاتون

شرائط عقد

فضائل عبداللہ

آپ کی اولاد

فضائل ومناقب

پہلا سفر

مفسرۂ قرآن

انہدام ارکان ہدایت

حدیث ام ایمن

مظلومیت پر مظلومیت کا گریہ

آخر وجہ کیا تھی؟

حضرت علی علیہ السلام کی خاموشی

جناب سیدہ کی شہادت کے بعد مختلف دلسوز واقعات رونما ہوئے کوئی حضرت علی علیہ السلام کو پرسہ دینے تک نہ آیا ہاں نبش قبر کے لئے لوگ ضرور آئے تھے لیکن فاتح بدر وحنین کی صلابت اور محکم کلامی کے سامنے کوئی ٹک نہ سکا اور سب نے اپنے فاسد ارادہ سے کنارہ کشی کر لی۔ دین اسلام کی خاطر حضرت علی علیہ السلام نے خاموشی اختیار کر لی دنیا کو اس کے حال پر چھوڑ دیا اب مظلوموں، بے وارثوں، یتیموں، بیواؤں کا خیال تھا اور ذات مولائے کائنات تھی زینب کبریٰ علیہا السلام ان حالات اور اس پرفتن دور کا بخوبی مشاہدہ کر رہی تھیں بابا کی مظلومیت کا نوحہ دل ہی دل میں پڑھتیں ماں کو یاد کر کے آنسو بہایا کرتی تھیں لیکن اسلام کی حفاظت کی خاطر خاموش رہتی تھیں۔ حالات گزرتے رہے دن ہفتہ اور ہفتے مہینے اور مہینے سال میں تبدیل ہوتے رہے مخدرۂ عصمت وطہارت کی زندگی یوں ہی گزرتی رہی یہاں تک کہ عہد طفولیت تمام ہوا اور عہد شباب آیا تو حضرت علی علیہ السلام کو بھی دیگر والدین کی طرح بچی کی شادی کی فکر ہوئی اب تو ماں تھی نہیں، ماں اور باپ دونوں کے فرائض حضرت کی گردن پر تھے، رشتہ آتے رہے لیکن حضرت نے کسی کو قبول نہ کیا لیکن ایک دن (ابن ابی الحدید معتزلی کے قول کے مطابق جب اشعث بن قیس کندی نے حضرت زینب سے شادی کی خواہش ظاہر کی تو آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا) آواز دی اشعث تیری اتنی جرأت کیسے بڑھ گئی کہ تو مجھ سے زینب کی خواستگاری اور ازدواج کی تمنا کرے، زینب شبیہ خدیجہ ہے، پروردہ دامان عصمت ہے، معدن عصمت سے سیراب ہوئی ہے تجھ میں کیا لیاقت کہ اس سے شادی کرے، قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضۂ قدرت میں ہماری جان ہے اگر تو نے دوبارہ زبان کھولی تو شمشیر سے تیرا جواب دوں گا تیری کیا مجال کہ یادگار زہراء سے ہم کلام ہو۔(۱)

بعض لوگوں کو اس پر اعتراض ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی فطرت ایسی نہ تھی کہ اس قسم کا جواب دیتے لیکن جو لوگ تاریخی حقائق کو جانتے ہیں اور اشعث کی ناپاک طینت سے واقف ہیں وہ کبھی ایسا

(۱) شرح نہج البلاغہ؛ بحوالہ ''فضائل وخصائص''۔

اعتراض نہیں کر سکتے ہیں یہی وہ اشعث ہے جو حضرت علی علیہ السلام کے خون میں شامل ہے جس کی بیٹی امام حسن علیہ السلام کی قاتلہ ہے اور جس کا بیٹا محمد قاتلان امام حسین علیہ السلام کی فہرست میں شمار ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن جعفر سے شادی

اسی طرح مختلف رشتہ آتے رہے انہی میں سے جناب جعفر طیار کے فرزند جناب عبداللہ نے بھی اپنا رشتہ بھیجا اور آپ نے رسول خدا کے قول ''بناتنا لبنینا و بنونا لبناتنا '' (ہماری بیٹیاں ہمارے بیٹوں اور ہمارے بیٹے ہماری بیٹیوں کے لئے ہیں) کے مطابق جناب عبداللہ ابن جعفر کی خواستگاری کو ترجیح دیتے ہوئے اپنی نور نظر، ثانی زہرا یادگار خدیجہ کی شادی جناب عبداللہ بن جعفر سے کر دی، اس مقام پر مناسب ہے کہ جناب عبداللہ کی شخصیت پر کچھ روشنی ڈالی جائے ، پھر اس کے بعد شادی کے مراحل پر گفتگو کی جائے۔

شخصیت جناب جعفر

جناب جعفر بن ابی طالب کے لئے ابونعیم نے ''حلیة الاولیاء'' میں بیان کیا ہے:

''**هو الخطيب المقدم السخي المطعام ، خطيب العارفين و مضيفة المساكين مهاجر الهجرتين و مصلي قبلتين البطل الشجاع الجواد الشعشا**''(۱)

''یعنی آپ طراز اول کے خطیب سخی اور مہمان نواز عارفین کے خطیب، مساکین کے مہمان نواز دو مرتبہ ہجرت کرنے والے، دو قبلہ پر نماز پڑھنے والے بہادر و شجاع اور جواد درخشان تھے''

آپ کی قد آور شخصیت پر خاندان رسالت کو فخر ہے یہی وجہ ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے دربار یزیدی میں اپنی برتری اور فضیلت بیان کرتے ہوئے ایک فضیلت یہ بیان فرمائی کہ ''منا الطیار'' جعفر طیار ہم ہی میں سے ہیں۔

---

(۱) بحوالہ ''جعفر بن ابی طالب''، احمد عبدالجواد رومی، حسن صالح العنائی، ص ۵/

یہ وہ شخصیت ہے جس نے اسلام کا پرچم حبشہ میں لہرایا اور اسلام کی بے لوث خدمت کی فتح مکہ کے موقع پر وارد مدینہ ہوئے اور جنگ موتہ میں خدا کی راہ میں اپنے دونوں ہاتھ کٹا کر جعفر طیار ہو گئے خدا نے آپ کو جنت میں دو پر عنایت کئے جس کی وجہ سے آپ جہاں چاہیں جا سکتے ہیں یقیناً جناب جعفر کی شخصیت ایسی نہیں ہے جو چند سطروں میں محدود ہو جائے بلکہ اگر قلم فرسائی کی جائے تو مکمل ایک موضوع ہے۔علماء و بزرگان نے اس موضوع پر قلم فرسائی کی ہے لیکن چونکہ آپ کا ذکر ضمناً یہاں آنا ضروری تھا اس لئے تبرکاً ذکر کر دیا گیا۔ ہاں ایک بات کی طرف ضرور توجہ دلانا لازم سمجھتا ہوں کہ آپ کے نام سے ایک نماز، بنام نماز جعفر طیار موجود ہے جو بڑی ہی مجرب نماز ہے ہر پریشانی کے وقت کام آتی ہے اس نماز کی تفصیل مفاتیح الجنان اور تحفۃ العوام دونوں میں موجود ہے بے شک یہ نماز اہل ایمان کے لئے ایک تحفہ ہے ایسے بزرگ وشجاع کے نور نظر اور سکون قلب وجگر جناب عبداللہ ہیں، جناب عبداللہ کی مادر گرامی اسماء بنت عمیس بن نعمان بن کعب بن مالک بن قحافہ بن خثعم ہیں آپ کا شمار سابق الاسلام میں ہوتا ہے۔آپ نے اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ ہجرت فرمائی اور طویل مدت تک وہاں قیام پذیر رہیں پھر وہاں سے مدینہ کو ہجرت اختیار کی جب آپ کے شوہر شہید ہو گئے تو آپ خلیفۂ اول کے حبالۂ عقد میں چلی گئیں محمد بن ابی بکر آپ ہی کے بطن سے ہیں خلیفۂ اول کے انتقال کے بعد پھر حضرت علی علیہ السلام سے رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئیں مولا سے آپ کو ایک فرزند بنام یحییٰ خدا نے عنایت فرمایا۔ جناب جعفر سے خدا نے آپ کو تین فرزند جناب عبداللہ ہمارے ممدوح جناب زینب کے شوہر اور محمد وعون عنایت فرمائے۔سسرالی اعتبار سے جناب اسماء بڑی باکرامت بی بی ہیں پیغمبر اسلام، حمزہ، عباس سب آپ کے سسرالی رشتہ دار ہیں آپ ام المومنین میمونہ بنت حارث کی بہن اور ام الفضل زوجہ عباس کی خواہر ہیں نیز سلمیٰ جو جناب حمزہ کی بیوی ہیں ان کی بھی بہن ہیں۔

بہادر خاتون

آپ کتنی بہادر اور شجاع تھیں اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے جسے ابوموسیٰ اشعری نے آپ سے نقل فرمایا ہے کہ خلیفۂ دوم اپنی بیٹی ام المومنین حفصہ سے ملنے آئے تو وہیں اسماء بنت عمیس کو پایا دونوں

باپ بیٹی ملکر فخر ومباہات کرنے لگے خلیفۂ دوم نے کہا:

"سبقنا منکم بالھجرۃ فنحن احق برسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم منکم"

ہم لوگوں نے تم سے پہلے ہجرت کی ہے پس ہم لوگ تم لوگوں سے زیادہ رسول خدا سے سزاوار ہیں یہ سننا تھا کہ اسماء کوجلال آ گیا فرمایا:

"کلا و اللہ کنتم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یطعم جائعکم و یعظ جاھلکم و کنا فی دار البعدبالحبشہ و ذالک فی اللہ و فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وایم اللہ لا اطعم طعاما و لا اشرب شرابا حتی اذکر ما قلت لرسول اللہ و اسالہ و اللہ لا اکذب و لا ازیغ و لا ازید علیہ فلما جاء النبی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم قالت یا بنی اللہ ان عمر قال کذا و کذا قال فما قلت لہ قالت قلت کذا وکذا قال لیس باحق منکم و لہ و لاصحابہ ھجرۃ واحدۃ و لکم انتم اھل السفینہ ھجرتان "(۱)

"خدا کی قسم ہرگزنہیں ! تم لوگ رسول خدا کے ساتھ تھے وہ تمہارے بھوکوں کو کھانا کھلایا اور جاہلوں کو وعظ کیا کرتے تھے۔ جبکہ ہم لوگ پردیس میں تھے ہم لوگ یہ پردیس کی مصیبت خدا اور رسول کے لئے برداشت کررہے تھے۔ خدا کی قسم میں اس وقت تک کھانا پانی نہ چھوؤں گی جب تک میں تمام باتوں کو رسول خدا کے گوش گذار نہ کردوں خدا گواہ ہے کہ نہ میں جھوٹ بولوں گی نہ کجروی اختیار کرونگی نہ ہی کچھ بڑھاؤں گی، جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو اسماء نے کہا کہ یا نبی اللہ عمر نے ایسے ایسے کہا ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تم نے ان سے کیا کہا اسماء نے جواب دیا کہ میں نے ایسا ایسا جواب دیا، آنحضرت نے فرمایا:

"وہ تم لوگوں سے زیادہ سزاوار نہیں ہیں کیونکہ اس نے اور اس کے ساتھیوں نے ایک ہجرت کی ہے جب کہ تم اہل سفینہ نے دو ہجرت کی ہے"

(۱) جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص/۶۹

صاحبان کتاب ''جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ'' احمد عبد الجواد الرومی اور حسن صالح العنائی اس کتاب میں بخاری سے روایت نقل کرتے ہیں کہ بخاری نے روایت کی ہے کہ ''عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں جبکہ وہ بارعب وہیبت انسان تھے یہ جرأت وہمت کا مظاہرہ کشف کرتا ہے کہ یہ خاتون ایک عظیم خاتون ہے جس نے بغیر کسی خوف وتردد کے عمر بن خطاب کے منہ درمنہ حق گوئی سے کام لیا بلکہ بہت ہی مبالغہ کے ساتھ عمر رضی اللہ عنہ سے محاجہ کیا ہے اور وہیں قسم کھالی کہ کھانا پانی نہ چھوئیں گی جب تک کہ اس کی شکایت نبی اللہ سے نہ کریں، یہ ہی وہ حضرت اسماء ہیں جو غسل وکفن بتول میں حضرت علیؑ کی مددگار تھیں۔ ایسی ہی شجاع و بہادر ماں کے فرزند جناب عبد اللہ بن جعفر ہیں۔ طبقات ابن سعد نے بھی لکھا ہے کہ جناب جعفر سے اسماء کو خدا نے تین بیٹے عنایت کئے ایک ''عبد اللہ'' دوسرے ''عون'' تیسرے ''محمد'' اس اعتبار سے یحییٰ اور محمد بن ابی بکر جناب عبد اللہ اور آپ کے دیگر بھائی کے مادری بھائی ہوتے ہیں۔ جناب عبد اللہ کی ولادت حبشہ ہی میں ہوئی ہے اور فتح مکہ کے موقع پر جب آپ اپنے والدین کے ہمراہ مدینہ تشریف لائے تو آپ کا سن شریف ۸/سال سے زیادہ تھا۔

فضائل عبد اللہ

جناب محدث قمی سفینۃ البحار (۱) میں بیان فرماتے ہیں:

جناب عبد اللہ کے فضائل بہت ہیں آپ سے بہت کم روایتیں نقل ہیں سلیم بن قیس نے آپ سے روایت نقل کی ہے۔ روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گذر رہے تھے اور آپ مٹی سے کھلونا بنا رہے تھے آنحضرت نے پوچھا اس سے کیا کرو گے؟ تو آپ نے فرمایا اس کو بیچوں گا آنحضرت نے پھر پوچھا اس پیسے سے کیا کرو گے جناب عبد اللہ نے کہا اس سے کھجور خرید کر کھاؤں گا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی ''اللھم بارک له فی صفقة یمینه'' (خدایا اس بچے کے معاملہ میں برکت عنایت فرما) اس کے بعد آپ نے جو معاملہ بھی کیا اس میں آپ کو فائدہ ہوا، اور بات یہاں تک پہونچ گئی کہ لوگ آپ کی مثال دینے لگے پس لوگ کہتے تھے ''عبد اللہ ابن جعفر جواد'' اہل مدینہ ایک دوسرے سے قرض کرتے تھے آخرکار عبد اللہ کے پاس پہونچتے تھے کہ وہ کچھ عطا کریں۔ (۲)

(۱) مادہ ''عبد'' ج/۲، ص/۱۲۶۔ مطبوعہ، انتشارات عابدی، چاپ، سنگی (۲) بحار، ج/۲۴، ص/۳۰۱

دوسری روایت میں آیا ہے کہ جناب جعفر کی شہادت کے بعد آپ نے جناب عبداللہ کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دعا فرمائی کہ ان کے معاملات میں برکت ہو۔

جناب عبداللہ سے نقل ہے کہ پیغمبر اسلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنا دست مبارک میرے سر پر پھیرنے لگے یہاں تک کہ منبر پر تشریف لے گئے اور مجھے بھی منبر کے نچلے زینے پر بٹھایا حزن ان کے چہرے سے آشکار تھا۔ پھر آپ نے فرمایا انسان کے حقیقی بھائی اور چچازاد بھائی بہت ہوتے ہیں مگر جعفر شہید ہو گئے اور خدا نے انھیں دو پر عنایت کیا ہے کہ جس کے ذریعہ سے وہ جنت میں اڑتے رہتے ہیں پھر منبر سے اتر کر گھر میں داخل ہو گئے اور مجھے بھی اپنے ساتھ لے گئے اور اس کھانے کو حاضر کرنے کا حکم فرمایا جو ہمارے لئے بنایا تھا اور میرے بھائی کو بھی بلوالیا پس ہم لوگوں نے ان کے پاس پاک و پاکیزہ و بابرکت غذا سے استفادہ کیا ہم لوگ تین دنوں تک ان کے گھر میں قیام پذیر رہے وہ اپنی جس شریک حیات کے گھر جاتے ہم لوگوں کو بھی ساتھ ساتھ لے جایا کرتے تھے اور ہم پھر جب اپنے گھر کو پلٹ آئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگوں کے پاس آئے...

آپ کی سخاوت مشہور خلائق ہے بلکہ عرب میں آپ کی سخاوت ضرب المثل بن چکی تھی۔ امام حسن اور امام حسین علیہما السلام سے اتنی محبت تھی کہ اپنے تمام امور کے فیصلے ان پر چھوڑ دیتے تھے اور جب امیر شام نے بہکانے کی ناکام کوشش کی تو اسے ایسا دنداں شکن جواب دیا کہ اس کے دانت کھٹے ہو گئے آپ کے جود و سخا کے مختلف واقعات ہیں جسے یہاں بیان کرنا مطالب کو طول دینا ہے۔ مختصر یہ کہ انہیں تمام خصوصیات کو مد نظر رکھتے ہوئے مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام نے اپنی دختر نیک اختر کی شادی کے لئے جناب عبد اللہ کو منتخب فرمایا۔

شرائط عقد

جناب زینب سلام اللہ علیہا جوں جوں بزرگ ہوتی گئیں اسی طرح امام حسین علیہ السلام سے محبتوں میں اضافہ بھی ہوتا رہا ، دنیا میں مختلف لوگ عقد میں مختلف شرطیں کیا کرتے ہیں لیکن حضرت علی علیہ السلام نے حضرت زینبؑ کی والہانہ محبت کو مدنظر رکھتے ہوئے فقط دو شرط رکھی۔

ا۔ میری یہ بچی حسینؑ سے بہت محبت کرتی ہے اس لئے اس شرط پر اسکی شادی کروں گا کہ روزانہ ایک مرتبہ اپنے بھائی سے ملاقات کرے کیونکہ اس بچی کیلئے ممکن نہیں ہے کہ حسینؑ کو دیکھے بغیر رہ سکے۔

۲۔ جب حسینؑ سفر کریں اور زینبؑ کو اپنے ساتھ لے جانا چاہیں تو تم مانع نہ ہونا۔(۱)

جناب عبداللہ نے یہ شرط قبول کر لی اور حضرت زینب سلام اللہ علیہا ہاتھوں میں سخاوت کا کنگن چہرہ پر شہامت کی گھونگٹ اور گلے میں زہد وتقویٰ کا ہار پیروں میں اطاعت کی پازیب سے مذین ہو کر رشتہ ازدواج سے منسلک ہوگئیں آپ کا عقد نکاح حضرت علی علیہ السلام نے پڑھا اور آپ کا مہر وہی مہر فاطمی (۴۸۰) درہم تھا حضرت زینبؑ جناب عبداللہ کے دولت سرا میں جب آئیں تو زندگی کے نئے دور کا آغاز ہوا اور اس پر فیض وبابرکت زندگی کا نتیجہ بھی خداوند عالم نے آپ کو عنایت کیا۔

آپ کی اولاد

مشہور یہی ہے کہ خداوند عالم نے آپ کو دو فرزند عنایت کئے۔ا) محمد۔۲) عون۔

لیکن طراز المذہب میں ہے کہ آپ کو چار بیٹے اور ایک بیٹی خداوند عالم نے عطا فرمائی۔ا) علی۔ ۲) عون اکبر۔۳) محمد۔۴) عباس۔۵) ام کلثوم (ام کلثوم کنیت تھی) نام زینبؑ تھا۔اسی قسم کی ایک روایت سفینۃ البحار میں بھی ہے کہ امیر شام نے مروان ابن حکم کو ایک نامہ لکھا کہ زینب بنت عبداللہ بن جعفر کی یزید سے شادی کی بات کرو جناب عبداللہ نے جواب دیا ہماری عورتوں کے امور حسن بن علی علیہما السلام کے سپرد ہیں اور امام حسن علیہ السلام نے زینب بنت عبداللہ کی شادی ان کے چچا زاد بھائی قسم بن محمد بن جعفر سے کردی۔(۲)

بہر کیف واقعہ کربلا کی وجہ سے آپ کے دو بچے زیادہ مشہور ہیں اگر چہ تاریخ وسیرت کی کتابوں میں دوسرے فرزندوں کا بھی تذکرہ موجود ہے۔

فضائل ومناقب

اب تک کی تمام بحثوں میں حضرت زینبؑ کی زندگی کا ہر پہلو فضائل ومناقب سے بھرا ہے۔

(۱) ریاحین الشریعۃ، ج/۳، ص/۴۱، بحوالہ ''زندگانی حضرت زینب'' ص/۱۲ (۲) سفینۃ البحار، ج/۲، ص/۱۲۶

لیکن روش علماء کی تاسی کرتے ہوئے بطور خاص ایک باب کا اضافہ کرتے ہوئے آپ کے فضائل ومناقب کی جھلکیاں بیان کی جاتی ہیں۔

عبادت الٰہی

انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ کی عبادت اور اسکی پرستش ہے چونکہ اللہ نے انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا ہے، حضرت زینب سلام اللہ علیہا عبادت الٰہی میں یقیناً ثانی زہرا سلام اللہ علیہا تھیں راتوں کو تہجد اور بیداری اور تلاوت قرآن میں بسر کرتی تھیں علماء کا بیان ہے کہ انکی شب بیداری اور نماز شب کبھی ترک نہ ہوئی حتٰی شام غریباں کہ جہاں مصیبتوں کا ہجوم تھا بلکہ یوں کہا جائے کہ خود مصیبتیں ان کی مصیبتوں پر متحمل نہ تھیں ایسے نازک اور غم والم کے بھیانک ماحول میں بھی آپکی نماز شب کبھی قضا نہ ہوئی حتٰی کہ اس وقت بھی نماز شب قضا نہ ہوئی جبکہ آپ غم سے ٹوٹ چکی تھیں اور کمزور ولاغر ہو چکی تھیں امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نماز بیٹھ کر ادا کر رہی تھیں۔

فاضل قائنی بیر جندی فرماتے ہیں کہ حضرت زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا پورے سفر میں کربلا سے شام تک جبکہ ہر ہر قدم پر ایک نئی مصیبت تھی آپ کی نماز شب قضا نہ ہوئی۔ یہی فاضل محترم فرماتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام نے وقت وداع فرمایا: ''لا تنسانی فی صلوٰۃ اللیل'''' بہن مجھے نماز شب میں فراموش نہ کرنا'' ان تمام واقعات سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو خدا سے کتنا لگاؤ تھا اسی مقام پر آکر علماء نے آپ کی عصمت کا موضوع چھیڑا ہے کہ انہی باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی عصمت قابل تردید نہیں ہے اور انسان کو یقین ہو جاتا ہے کہ آپ کا شمار انھیں خواتین میں سے ہے کہ جنھوں نے اپنی حرکات وسکنات کو خدا کے لئے وقف کر دیا تھا(۱) اگر چہ بی بی مخدرہ کی عصمت کے اوپر مختلف دلیلیں پیش کی گئی ہیں لیکن مجھے ان دلیلوں کو بیان نہیں کرنا ہے ہاں اتنا ضرور کہنا ہے کہ ان دلیلوں سے اگر کوئی انکار کرتا ہے تو سب سے پہلی بات تو یہ کہ وہ میدان تحقیق میں صفر ہے دوسری بات یہ کہ عصمت صغریٰ کا تو انکار کرنا بے حد مشکل بلکہ محال ہے جو سرپرست امامت، بزبان امام معصوم عالمۂ غیر معلّمہ

(۱) زینب کبریٰ، ص/۶۳، نقدی

ہو جس نے زبان رسالت چوسی ہو اسکی عصمت کا انکار کرنا بے شک بغض وعناد کا بین ثبوت ہے اور عصمت کبریٰ ہم اس لئے نہیں کہہ سکتے ہیں کہ ہم مجبور ہیں کیونکہ وہ فقط ۱۴/ افراد ہیں۔

بارہ خصلتیں

اصول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ہم ایسے لوگوں کو دوست رکھتے ہیں جو عاقل وفہیم وفقیہ و بردبار و نرم خو وصبر کرنے والے سچے اور وفا شعار ہوں، ہاں خدا نے انبیاء کو مکارم الاخلاق سے مخصوص فرمایا ہے پس جسمیں یہ صفتیں ہوں وہ خدا کا شکر ادا کرے اور جسمیں یہ نہ ہوں خدا سے تضرع و زاری کرے کہ یہ صفتیں اسمیں پیدا ہو جائیں، عبداللہ بن بکیر کہتے ہیں کہ، میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان ہو جاؤں وہ صفات کیا ہیں؟ فرمایا وہ ا۔ ورع ۲۔ قناعت ۳۔ صبر ۴۔ شکر ۵۔ حلم ۶۔ حیا ۷۔ سخاوت ۸۔ شجاعت ۹۔ غیرت ۱۰۔ نیکی ۱۱۔ سچائی اور ۱۲۔ ادائے امانت ہیں (۱) یہ تمام صفات حمیدہ بیک وقت حضرت زینبؑ میں ایک گلدستہ کی طرح موجود تھیں۔

ا۔ ورع

ورع گناہوں سے دور رہنے کا نام ہے عورت میں یہ عفت کی صورت میں جلوہ نما ہوتی ہے حضرت زینب کے ورع کی مثال کون پیش کر سکتا ہے جن کے دامن عفت مآب پر دشمن بھی ایک ہلکا سا دھبہ نہ لگا سکے ان کی عفت وورع کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔

۲۔ قناعت

آپ کی قناعت کے لئے یہی کافی ہے کہ جو کھانا حکومت کی طرف سے آتا وہ بچوں کو کھلا دیتیں لیکن کسی سے شکایت اور گلا نہ کرتیں ایک دن جب امام زین العابدین علیہ السلام نے بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے

(۱) اصول کافی، ج ر۳، ص ر۹۳

دیکھا تو سوال کر دیا کہ آپ بیٹھ کر نماز کیوں پڑھ رہی ہیں تب بتایا کہ آج تیسرا دن ہے کہ جو بھی کھانا یزید کی طرف سے آتا ہے بچوں کو کھلا دیتی ہوں اب مجھ میں طاقت نہیں اس لئے بیٹھ کر نماز پڑھ رہی ہوں۔(۱)

۳۔صبر

مجبوری پر خاموش رہنے کا نام نہیں ہے بلکہ طاقت رکھتے ہوئے درگذر کرنا صبر ہے زینب کبریٰ سے بڑا صابر کون ہوگا جس نے بچپن ہی سے مصیبتوں کو دیکھا بلکہ بی بی کی زندگی ہی مصیبت میں گذری لیکن کبھی شکوہ کے لئے لب نہ کھلے جس نے ایک دن میں بھائی بیٹے بھتیجے سب کی لاش خون میں غلطاں دیکھی لیکن ولایت تکوینی رکھنے کے باوجود کبھی شکوہ نہ کیا۔

۴۔شکر

کتنی شاکرہ بی بی کا نام زینب ہے یہ تو مقتل عون ومحمد سے معلوم ہوگا ادھر بیٹوں کی لاش خیمہ میں آئی اور ادھر زینب نے مصلیٰ بچھا دیا خدایا تیرا شکر کہ زینب کی قربانی قبول ہوگئی۔

۵۔حلم

یعنی بردباری، زینب کیسی حلیمہ اور بردبار خاتون ہیں کہ سب کچھ لٹ جانے کے بعد اسیری کی مصیبت برداشت کرنے کے بعد بھی اگر کہیں دامن صبر ہاتھوں سے چھوٹنے لگا اور بھائی کا سرنوک نیزہ پر دکھائی دیا کہ آنسو جاری ہیں تو ایسے موقع پر بردباری کا وہ مظاہرہ کیا ہے کہ جس پر بزم نسواں بلکہ عالم انسانیت بلکہ مخلوقات خدا کو آج بھی فخر ہے۔

۶۔حیا

زینب کبریٰ کی حیا کیا بیان کی جائے مقتل کا جملہ ہے ”تستر وجهها بكمها“ زینب کبریٰ

(۱) مقتل مقدم، ج ۳، ص ۱۲۶

جب داخل کوفہ ہوئیں تو اپنا چہرہ اپنی آستینوں سے چھپا رہی تھیں۔

۷۔سخاوت

زینب کبریٰ کی سخاوت کا ایک نمونہ بچپنے ہی میں گزر چکا ہے دوسرا نمونہ کربلا میں عون ومحمد کی شہادت ہے کہ زینبؑ سب کچھ لٹا دینے کے بعد بھی یہی کہہ رہی تھیں کہ میرے معبود زینب شرمندہ ہے کہ حسین کے لئے اور بچے قربان نہ کرسکی۔

۸۔شجاعت

ثانی زہرا کی شجاعت کو بیان کرنے کے لئے عقل وشعور کی قوت، حسب ونسب کی بہادری زبان و قلم کی شجاعت درکار ہے جناب زینب اس دلیر و بہادر خاتون کا نام ہے جس نے اسیری کے باوجود حکومت وقت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کے کفر کو آشکار اور حکومت کی چولیں ہلا کر رکھ دیں جس کے خطبوں سے باطل حکومت اپنی شکست وہار کا اعتراف کر رہی ہو اور ہر جگہ حقانیت کا بول بالا ہو، کس میں جرأت وہمت ہے کہ اس بی بی کی شجاعت کو بیان کرے، قلم کو شجاعت کی بھیک مانگنی پڑے گی تو وہ شجاعت زینب پر خامہ فرسائی کرسکتا ہے زینب درسگاہ شجاعت کا نام ہے، زینب کو باشجاع کہنا آپ کی شان کے خلاف ہے یہ بی بی معدن شجاعت ہے اس کی گودی کے پالے عباس وعلی اکبر کہلاتے ہیں۔ جن کی شجاعت نے نہ معلوم کتنوں کو دھول چٹا دیا انبیاء واوصیاء واصفیاء واتقیاء آپ کی شجاعت پر انگشت بدنداں ہیں، لاریب علیؑ کی بیٹی علیؑ تھی۔

۹۔غیرت

حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کس باغیرت خاتون کا نام ہے یہ واقعات کربلا بتائیں گے طراز المذہب، بحر المصائب و دیگر کتابوں میں ہے کہ شام کے راستے میں ایک بچہ اونٹ کی پشت سے گر پڑا فریاد کی ''**واعمتاہ**'' زینب کبریٰ نے پلٹ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک بچہ نہیں ہے غیرت زینب کو جوش آ گیا فوراً خود کو اونٹ کی پشت سے گرا دیا تاکہ بچوں کو تلاش کرسکیں ظالموں کو کوئی فکر نہ تھی کہ کون بچہ کہاں گر کر دم توڑ دے رہا ہے خود علی کی جائی نے ڈھونڈنا شروع کیا آخر کار مظلومۂ کربلا نے بچے کو ڈھونڈ لیا لیکن خدا نہ کرے کسی کی سعی ناکام ہو جائے زینب غمدیدہ جب بچے کے پاس پہنچیں تو دیکھا کہ

اونٹوں اور گھوڑوں کے پیروں سے کچل کر بچہ راہی ملک جاوداں ہو گیا ہے۔

۱۰۔ نیکی

زینب کبریٰ علیھا السلام کی نیکی اور حسن خلق کو بیان کرنا تحصیل حاصل ہے جس بی بی کا پورا وجود نیکی ہو اس کی نیکی کو کوئی کیا بیان کرے کوفہ کی خواتین بتائیں گی کہ زینبؑ کا حسن خلق کیا تھا۔

۱۱۔ صداقت

جناب زینب علیا مقام مجسمہ صداقت تھیں اتنے عظیم سانحے برداشت کر لئے لیکن کہیں بھی صداقت کا دامن نہ چھوڑا آپ اتنی صادق الکلام تھیں کہ آپ کا لقب ہی صدیقہ صغریٰ ہو گیا۔

۱۲۔ ادائے امانت

وقت وداع امام حسین علیہ السلام نے زینب کبریٰ کے حوالے تین امانتیں کی تھیں۔ ۱) اسلام ۲) امامت۔ ۳) سکینہ شریکۃ الحسین نے اسلام کی ایسی حفاظت کی کہ اسلام رہتی دنیا تک کے لئے سرخرو ہو گیا اگر مبلغ قیام عاشورہ نہ ہوتیں تو خون حسینی خاک کربلا میں دفن ہو جاتا لیکن حسین ابن علی علیھما السلام کی دی ہوئی امانت کو زینبؑ نے بڑی ذمہ داری کے ساتھ نبھایا اور ہمیشہ کے لئے شجر اسلام کو بار آور اور نتیجہ خیز بنا دیا رہا سوال امامت کی حفاظت کا تو جناب زینب کبریٰ سلام اللہ علیھا نے تین مرتبہ بشکل امام زین العابدین علیہ السلام، امامت کی حفاظت کی اور نسل امامت کو قیامت تک کے لئے محفوظ کر کے رسول خداؐ و امام حسینؑ کے سامنے سرخرو ہو گئیں لیکن زینب کو ایک قلق رہ گیا کہ بھائی کی تیسری امانت خدا کو پیاری ہو گئی اور زندان شام ہی میں چین کی نیند سو گئی اور حفاظت نہ ہو سکی۔ آپ کا لقب امینۃ اللہ بھی ہے شاید انھیں اسباب کے پیش نظر یہ لقب آپ کے شایان شان بنا۔

یقیناً انبیاء کے تمام مکارم الاخلاق زینب کبریٰ میں بدرجہ اتم موجود تھے اس کے علاوہ دیگر فضائل زہد و تقویٰ مظلوموں کی دادرسی ظالموں کا ڈٹ کر مقابلہ، ہمدردی و مواسات جناب زینب میں بطور کامل موجود تھے۔

پہلا سفر

مدینہ سرکار کی تیسری حکومت بھی اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اپنے کئے کا نتیجہ پا کر اس دنیا سے ختم

ہو چکی تھی، چارو ناچار لوگ حضرت علی علیہ السلام کے پاس آئے آپ کے گھر پر وہ اژدہام تھا کہ خود حضرت اس کی کیفیت یوں بیان فرماتے ہیں:

''و الناس کعرق الضبع الی ینثالون یلی من کل جانب حتی لقد وطی الحسنان و شق عطفای مجتمعین حولی کربیضة الغنم''

''مجھے اس وقت لوگوں کے ہجوم نے وحشت زدہ کر دیا جو میری جانب بجو کے ایال کی طرح ہر طرف سے بڑھ رہا تھا، یہاں تک کہ عالم یہ ہوا کہ حسن و حسین کچلے جا رہے تھے اور میری ردا کے دونوں کنارے پھٹ گئے تھے وہ سب میرے گرد بکریوں کے گلے کی طرح گھیرے ڈالے ہوئے تھے''(۱)

ان کلمات سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ بطور اجماع (جس پر جمہور مسلمین کو بہت اصرار ہے) آپ کی خلافت قبول کی گئی تھی۔ لیکن کس طرح لوگوں نے بیعت توڑی اور آپ پر کیا مصیبتیں ڈھائیں اس کی کچھ جھلکیاں اسی خطبہ نمبر تین میں جو خطبۂ شقشقیہ کے نام سے مشہور ہے مل جائیں گی لیکن مجھے اس طویل و بسیط موضوع کو نہیں چھیڑنا ہے۔ فقط اس امر کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ جب ۳۶ھ میں آپ ظاہری طور پر خلیفہ مان لئے گئے تو آپ نے اپنی علوی سیاست کے پیش نظر کوفہ کو دار الحکومت قرار دیا اور کوفہ منتقل ہو گئے جب کوفہ دار الخلافہ قرار پا گیا تو اب حضرت علی علیہ السلام نے اپنی تمام اولاد کو بھی بلا لیا امام حسینؑ سے فرمایا کہ زینب کو اپنے ساتھ کوفہ لے کر آؤ۔ زینب کبریٰ علیہا السلام نے مختلف سفر کئے ہیں لیکن آپ کی زندگی کا یہ پہلا سفر تھا جو مدینے سے کوفے کی طرف تھا۔ جناب زینب کو روضہ رسول کی زیارت کا اشتیاق ہوتا تھا تو حضرت فرماتے تھے کہ تم رات کو زیارت کے لئے جانا اور حسن و حسین علیہما السلام کو مامور کرتے تھے کہ بہن کے ساتھ ساتھ رہیں آگے آگے حسن مجتبیٰ علیہ السلام اور پیچھے پیچھے امام حسین علیہ السلام اور ان کے درمیان ثانیٔ زہرا اسی وقار و اطمینان کے ساتھ روانہ ہوتی تھیں جیسے مباہلہ میں مخدومہ کونین نبوت و امامت کے سایہ میں گامزن ہوئیں تھیں، جب آپ روضہ پر پہنچتی تھیں تو امامؑ نے اپنے فرزندوں کو تاکید کر دی تھی کہ روضۂ رسول کا چراغ گل کر دینا تا کہ زینب کے قد و قامت پر بھی کسی کی نگاہ نہ پڑے (۱) (آہ! شام کا دربار اور تماشائیوں کا ہجوم اور علی کی بیٹی بے مقنع و چادر، یقیناً صبر آزما گھڑی تھی) ایسی عظیم المرتبت بی بی کا پہلا سفر ہے

(۱) نہج البلاغہ خطبہ ۳، ترجمہ، مولانا مفتی جعفر صاحب مرحوم

اور حضرت علی علیہ السلام نے بھی امام حسن علیہ السلام کو تاکید کر دی ہے کہ آپ کو بڑے ادب و احترام کے ساتھ لائیں، شریف النفس بھائی کی بہن کا سفر ہے اس میں آپ نے کتنا اہتمام کیا یہ تو تاریخ میں نہیں ملتا ہے، لیکن یہ ضرور ملتا ہے کہ آپ بڑے ہی ادب و احترام کے ساتھ بہن کو لے گئے جب دروازۂ کوفہ پر پہنچے تو دن کا وقت تھا۔ پیک کو روانہ کیا تا کہ معلوم کرے کہ ابھی داخل شہر ہو جائیں یا انتظار کریں حضرت کی طرف سے جواب آیا کہ اے حسن! رات کا انتظار کرو جب شب ہو جائے تب داخل شہر ہونا۔

اس ادب و احترام کے ساتھ نائبۃ الزہراء شہزادی کوفہ داخل شہر کوفہ ہوئیں یقیناً حضرت کا یہ احترام دکھاوا نہ تھا بلکہ آپ کی معنوی صلاحیتوں کے مدنظر حضرت آپ کا یہ احترام و اکرام فرماتے تھے جس طرح رسول خدا فاطمۃ الزہراء کا احترام کرتے تھے۔

مفسرۂ قرآن

کوفہ میں شور ہو گیا کہ ثانی زہرا دختر امیر المومنین علی مرتضیٰ علیہ السلام تشریف لائی ہیں کوفہ کی خواتین جوق در جوق زیارت کے لئے آنے لگیں جو خاتون بھی آپ سے مل کر آتی اس کی عطش زیارت میں اضافہ ہوتا چلا جاتا تھا وہ آپ کے حسن خلق سے ایسا متاثر ہوتی تھی کہ اس کا چرچا کیا کرتی تھی، خواتین فخر و مباہات کرتی تھیں کہ ہم شہزادیٔ کونین کی دختر کی زیارت سے مشرف ہو کر آئے ہیں۔

شہزادیٔ کوفہ نے شہر کی خواتین کے لئے درس و تدریس کا اہتمام کیا تا کہ عورتیں جو آئندہ کی ذمہ دار ہیں وہ اپنے فرائض کو بہ احسن وجہ انجام دے سکیں اسی مقصد کے تحت آپ نے عورتوں کو تعلیمات اسلامی سے روشناس کرایا اور قرآنی مفاہیم کو سمجھانے کے لئے تفسیر قرآن کا ایک درس رکھا، خواتین جوق در جوق آپ کے درس تفسیر میں شرکت کرنے لگیں اور آپ کے فیوض و برکات سے مستفید ہونے لگیں۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ درس تفسیر میں مشغول تھیں کہ اسی اثنا میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام داخل خانہ ہوئے اور آپ بھی درس تفسیر میں شامل ہوئے موضوع بحث تھا ''کھیٰعص'' آپ نے بیٹی سے پوچھا بیٹی کھیٰعص کی تفسیر کر رہی ہو؟ مفسر قرآن نے بڑے ادب سے فرمایا! جی ہاں، حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا اے نور نظر یہ حروف رمزی ہیں ان مصیبتوں کے جو تم لوگوں پر وارد ہوں گی اور تم بھی اس میں سہیم ہو گی۔

(۱) زندگانی حضرت زینب؛ ص ۱۵

ک، کربلا۔ ھ، ہلاکت وشہادت حسینؑ۔ی، یزید قاتل حسینؑ۔ع، عطش حسینؑ۔ص، صبر حسینؑ۔(۱)

انہدام ارکان ہدایت

شہزادی کوفہ زینب کبریٰ علیہا السلام امیر المومنین علیہ السلام کی حکومت میں سکون کی زندگی بسر کر رہی تھیں اگر چہ ان چار سالوں میں بی بی مخدرہ نے مختلف نشیب وفراز کو بڑے قریب سے دیکھا کبھی بصرہ کا معرکہ نظروں سے گذرا تو کبھی گروہ قاسطین کو امیر المومنین سے آمادہ پیکار پایا اور آخر کار یہ جنگ وجہاد کا سلسلہ خوارج کی سرکوبی پر جا کر تمام ہوا لیکن علی الظاہر تو یہ جنگ تمام ہوگئی تھیں مگر لوگوں کے دل صاف نہ تھے اور دشمنی کا شعلہ دلوں میں بھڑک رہا تھا، کچھ لوگوں نے مصمم ارادہ کیا کہ خورشید ہدایت کو خاموش کر دیا جائے اسی باطل ارمان اور ناپاک خواہش کے پیش نظر عبد الرحمٰن ابن ملجم ملعون کوفہ میں داخل ہوا اور مختلف لوگوں سے ملکر آپ کی شہادت کا پروگرام طے پا گیا اسی برنامے کے تحت انیسویں رمضان کی صبح وہ قیامت خیز صبح تھی جس دن زمین وآسمان کو زلزلہ تھا سمندروں میں طغیانی اور در و دیوار مسجد کوفہ آپس میں ٹکرا رہے تھے ابن ملجم نے اپنا کام کر دکھایا فرق علی مرتضیٰؑ پر شقی ترین خلق کی تلوار چلی "فزت ورب الکعبہ" کی آواز بلند ہوئی اور ادھر درمیان آسمان وزمین جبرائیل کی صدا آئی:

"تهدمت و الله اركان الهدىٰ و انطمست اعلام التقىٰ و انفصمت العروة الوثقى قتل ابن عم المصطفىٰ قتل وصى المجتبىٰ قتل على المرتضىٰ قتله اشقى الاشقياء "

"خدا کی قسم ارکان ہدایت منہدم اور تقوے کے نشانات مٹ گئے۔ اللہ کی رسی ٹوٹ گئی، مصطفیٰ کے چچازاد بھائی قتل کر دیئے گئے مجتبیٰ کے وصی قتل کر دیئے گئے علی مرتضیٰ شہید کر دیئے گئے، دنیا کے شقی ترین انسان نے آپ کو قتل کر دیا"

گھر کا حال

ادھر حسنین وزینب وام کلثوم علیہم السلام بابا کے حکم پر عمل کرتے ہوئے گھر میں بیٹھے ہیں اور بابا ہی کی گفتگو چھڑی ہے کیونکہ بابا نے تو حق کی قسم دیکر روک دیا تھا کہ اے حسن! تم کو میرے حق کی قسم پلٹ جاؤ باپ کا

(۱) خصائص الحسنیہ؛ ص/۸۷، خصائص زینبیہ؛ بحوالہ "زندگانی زینب کبریٰ" ص/۱۵

حکم پا کر پلٹ تو آئے لیکن کلیجہ دھڑک رہا تھا کہ اسی اثنا میں قیامت کے آثار نمودار ہوئے جبرائیل کی صدا کانوں سے ٹکرائی اور یہ سنتے ہی حسنین علیہما السلام بجلی کی طرح مسجد کی طرف دوڑے کیا دیکھا کہ امیر المومنین خاک مسجد کو اٹھا اٹھا کر اپنے زخم میں ڈال رہے ہیں اور فرماتے ہیں: ﴿مِنۡهَا خَلَقۡنَاكُمۡ وَ فِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَ مِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى﴾(۱) یہ حال دیکھتے ہی نوحہ وزاری ''واابتاہ واعلیاہ'' کے نعرے بلند ہو گئے کاش ہم مر گئے ہوتے اور یہ دن نہ دیکھا ہوتا انہی حالات سے متاثر ہو کر انیسؔ مرحوم نے اس طرح بیان فرمایا:

مسجد میں قتل جب شہ کون و مکاں ہوا — تاریک و تیرہ اس گھڑی سارا جہاں ہوا
سامان رستاخیز ہر اک پر عیاں ہوا — روح الامیں ہر ایک سے یہ نوحہ خواں ہوا

سر پیٹو اے نمازیو! کیسا غضب ہوا
سجدے میں حق کے قتل امیر عرب ہوا

پہنچی بگوش حضرت زینب جو یہ صدا — رو کر جناب شبر و شبیر سے کہا
دوڑو خدا کے واسطے مسجد کو تم ذرا — کہتا ہے کوئی قتل ہوئے شاہ لافتیٰ

کس نے لگائی ضرب امام حجاز کو
بابا ابھی تو گھر سے گئے تھے نماز کو

خدایا وہ دن کیسی مصیبت کا دن تھا جب چشم فلک گریاں تھی خانۂ بتول پہ پھر ایک نئی آفت اور غمزدہ زینبؑ پر ایک بار پھر مصائب کا انبوہ ٹوٹ پڑا زخمی باپ کو بیٹے گھر میں لائے زینبؑ نے بابا کے زخمی فرق اطہر کو دیکھا کلیجہ منہ کو آنے لگا ہائے بابا کی فریاد سے گھر گونج اٹھا رمضان المبارک کا مہینہ شب قدر کے ایام اور آل اللہ پر یہ مصائب انیسویں کا دن گذرا رات گذری لیکن کسی کے منہ پر ایک دانہ بھی نہ پڑا بیسویں کا دن بھی اسی طرح گذر گیا جب رات آئی تو آپ نے امام حسن سے سفارش کی کہ بیٹا یہ سب روزہ دار ہیں انہیں کھانا کھلا دو لیکن کون کھانا کھاتا ہے۔

حدیث ام ایمن

زینب کبریٰ نے موت کے آثار بابا کے چہرے پر نمایاں دیکھے پوچھا بابا ام ایمن نے مجھ سے

(۱) سورۂ طٰہ، آیت/۵۵

اسارت وشہادت کے سلسلے میں گفتگو کی ہے میں چاہتی ہوں کہ آپ کی زبانی سنوں، آواز دی:

"الحدیث کما حدثتک ام الایمن و کانی بک و ببنات اھلک لسبایا فھذا البلد اذلاء خاشئین تخافون ان یتخطفکم الناس فصبرا صبرا فو الذی فلق الحبة و بری النسمه ما لله علی ظھر الارض یومئذ ولی غیر کم و غیر مجیکم و شیعتکم ..."

"بات وہی ہے جسے ام ایمن نے بیان کیا ہے گویا میں تم لوگوں کے ساتھ ہوں اور تمہارے خاندان کی بیٹیاں اسی شہر میں اسیر ہیں اس حال میں کہ ذلیل ورسوا اور خوفزدہ ہیں پس صبر کرنا صبر! قسم ہے اس خدا کی کہ جو دانوں کو اگاتا ہے اس وقت خدا کے لئے تم لوگوں اور تمہارے چاہنے والوں کے علاوہ کوئی دوست نہ ہوگا"

زخم نے شدت اختیار کیا چہرہ پر موت کا پسینہ آیا مولا نے وصیت شروع کی۔ آپ کے وصیت کے چند ٹکڑے پیش خدمت ہیں:

جب میں دنیا سے چلا جاؤں اور لوگ تمہاری مخالفت کرنے لگیں تو تم گوشہ نشینی اختیار کر لینا نماز اول وقت پڑھنا، زکوۃ بروقت اس کے اہل تک پہچانا، پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، مہمان کی ضیافت کرنا، رشتہ داروں سے ارتباط برقرار رکھنا، مسکینوں کو دوست رکھنا تواضع وانکساری سے رہنا کہ یہ افضل عبادت ہے اپنی آرزؤں کو کم کرنا، موت کو یاد رکھنا، محل تہمت سے پرہیز کرنا، امر بالمعروف ونہی از منکر کرنا، آنے جانے والے راستے پر نہ بیٹھنا، سفہاء اور جہلاء سے مجادلہ نہ کرنا، اپنی معیشت میں میانہ روی اختیار کرنا، خاموشی اختیار کرنا تا کہ مفاسد زبان سے محفوظ رہ سکو اس کے علاوہ مفصل وصیت ہے جسے شیخ مفید اور شیخ طوسی علیہما الرحمہ نے بھی ذکر فرمایا ہے اور محدث قمی نے اسے مفصل منتہی الآمال میں ذکر فرمایا ہے (۱)۔ اس کے علاوہ آپ کی وصیت نہج البلاغہ میں بھی ہے جو یقیناً سبق آموز ہے اس کے بعض ٹکڑے یہ ہیں:

"اوصیکما بتقوی الله و نظم امر کم ، کونا للظالم خصماء و للمظلوم عونا"

"میں تم لوگوں کو تقوائے الٰہی اور نظم امور کی وصیت کرتا ہوں، دیکھو ظالم کے لئے دشمن اور مظلوم

---

(۱) منتہی الآمال؛ ج ۱، ص ۱۸۰۔۱۸۱، کتابفروشی اسلامیہ تہران خیابان بوذرجمہری سال ۱۳۷۹ھ، کتابخانہ آستانہ مقدسہ قم

کے لئے مددگار رہنا‘‘

وصیت کرتے کرتے زہر نے پھر اثر دکھایا چہرے پر موت کے آثار نمایاں ہوئے ملک الموت حاضر ہوگئے ۔زینب کبریٰ کا دل بیٹھنے لگا حسنین بابا کے نزدیک ہوئے کلمہ شہادت زبان سے جاری ہوئے موت کی انگڑائی لی اور علی دنیا سے رخصت ہوگئے یتیموں کی پناہ گاہ، بے وارثوں کا آسرا، بیواؤں کا ملجا، اس دنیا سے اٹھ گیا زینب علیا مقام کے لئے دنیا تاریک ہوگئی اور چراغ ہدایت ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگیا۔

واحسرتا شکار اجل شیر ہوگیا
پچھلے کو شمع بجھ گئی اندھیر ہوگیا

زہرا صلوٰۃ اللہ علیھا کے بچوں پر پھر ایک مصیبت آئی گھر میں کہرام برپا ہوگیا ادھر ام البنین کو ہوش نہیں تو ادھر عباس کی حالت دگرگوں ہے دوسری طرف زینب وام کلثوم کے بین سے دل پھٹ رہے ہیں، حسنین بابا کو غسل وکفن دینے میں مشغول ہیں، جب بابا کو جنت کے کفن سے مسجّی اور آراستہ کرچکے تو اب آخری دیدار کا وقت آیا خدا! وہ کیسا دل کو ہلا دینے والا منظر تھا زینب علیا مقام کا بین کہ جسے سنکر آسمان وزمین کانپ رہے تھے ملاء اعلیٰ میں کہرام بپا تھا اور حضرت زینب کے دلخراش بین سے دل ہل رہے تھے نہر عظیم آبادی نے اسے اس طرح بیان کیا ہے۔

کہتی تھیں زینب یہ رو کر خانہ ویرانی ہوئی
مسجد کوفہ میں بابا تیری قربانی ہوئی

ہائے بابا کون لے گا اب یتیموں کی خبر
آپ کے مرنے سے بچوں کو پریشانی ہوئی

بیٹیوں کے ساتھ کیا روزہ نہ کھولیں گے حضور
آپ کی کیا فاطمہ کے گھر میں مہمانی ہوئی

مظلومیت پر مظلومیت کا گریہ

ابھی زینب بین ہی کر رہی تھیں کہ حسنین علیہما السلام نے رات کے سناٹے میں جب کہ نصف شب گذر چکی تھی بابا کا جنازہ اٹھایا لیکن کس طرح اٹھایا اسے تاریخ میں پڑھ کر جگر پاش پاش ہونے لگتا ہے، امیر المومنین کا جنازہ تھا انسان پہلے مرحلے میں یہ سوچتا ہے کہ جنازہ بڑے تزک واحتشام کے ساتھ اٹھا ہوگا پورا کوفہ امنڈ آیا ہوگا بچے ساتھ ساتھ ہونگے صدائے نالہ وشیون سے کوفہ گونج رہا ہوگا لیکن جب انسان دفن

کے واقعات دیکھتا ہے تو یقیناً یہ وہ مرحلہ ہے کہ جہاں حضرت علی علیہ السلام کی مظلومیت پر مظلومیت کو رونا آ گیا کہ کائنات کے امام کا جنازہ اور اس کو اٹھانے والے فقط حسنین علیہما السلام ہیں اور دوسری طرف جبرائیل و میکائیل ہیں اسی طرح یہ جنازہ سپرد لحد کر دیا گیا۔

آخر وجہ کیا تھی؟

انسان سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ آخر وہ کون سی وجہ تھی کہ امیر المومنین کا جنازہ اتنے کم افراد میں اٹھا باوجودیکہ آپ کے فرزندوں کی تعداد بھی کم نہ تھی، اس کی وجہ جو علماء نے بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت کو دشمنوں سے خطرہ تھا کہ ہوسکتا ہے کہ وہ ملاعین آپ کی قبر کھود ڈالیں اور خدانخواستہ آپ کی بے حرمتی ہو یہی وجہ ہے کہ ہارون الرشید کے دور خلافت میں آپ کی قبر کا پتہ چلا اس سے پہلے فقط ائمہ معصومین اور دوسرے خاص افراد کو علم تھا۔

بے شک علماء کا یہ قول صحیح ہے لیکن حقیر کہتا ہے کہ فقط یہی وجہ نہ تھی بلکہ اس کے علاوہ اک اور وجہ تھی اور وہ یہ کہ حضرت علی علیہ السلام نہیں چاہتے تھے کہ بنت رسول شکایت کریں بلکہ مولا نے اس انداز سے اہتمام کیا کہ بنت رسول کے سامنے سرخرو رہ سکیں بنت رسول اگر آپ کا جنازہ شب کی تاریکی میں اٹھا تھا تو اکیسویں کی شب کو علی کا بھی جنازہ شب کے سناٹے میں اٹھا۔اے بنت رسول آپ کے جنازہ میں سات یا نو افراد موجود تھے لیکن علی علیہ السلام کی مظلومیت کو دیکھئے علی علیہ السلام کا جنازہ خلافت ظاہری کے زمانے میں اٹھ رہا ہے۔اس کے باوجود دشمنوں سے اتنا خطرہ ہے کہ فرزندوں کے علاوہ کوئی تشییع جنازہ میں شرکت نہیں کر سکتا۔

ایسی مظلومیت کے ساتھ آپ کا جنازہ سپرد لحد ہو گیا اور اسی مصیبت عظمیٰ پر زینب کبریٰ علیہا السلام کی پرنشیب وفراز زندگی کا ایک اور باب ختم ہو گیا اور زندگی کے تیسرے باب کا آغاز ہوا کہ جو خود ہزاروں درد والم کی داستان سے بھرا ہے۔

تیسری فصل

بعد از شہادت پدر تا قیام کربلا

دوسرا سفر

شہادت امام حسن علیہ السلام

دس سال خاموشی

دوسرا سفر

اکیسویں رمضان المبارک ۴۰ھ میں امام حسن علیہ السلام کی اہل کوفہ نے بیعت کی امیر شام کو یہ اطلاع ملی اس نے اپنے دو جاسوس روانہ کئے حضرت کو اطلاع ملی آپ نے جاسوس کا سر قلم کروادیا۔ پھر آپ معاویہ سے آمادۂ جنگ ہوئے لیکن جس طرح لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ دغابازی اور بے وفائی کا ثبوت دیا اسی طرح آپ کو بھی فریب و دھوکہ دیا، دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہوئے معاویہ سے جاملے، اور نوبت یہ آئی کہ لوگوں نے فرزند رسول پر حملہ کردیا، دوش سے ردا، چھینی، مصلیٰ کھینچا اور ایک ملعون نے خنجر مسموم سے آپ پر حملہ کردیا ران پر زخم لگا ران شگافتہ ہوئی آپ زخم کی تاب نہ لا کر زمین پر گر پڑے آپ کے چاہنے والے جن کی تعداد بہت کم تھی ہالے کی طرح قمر منیر کے ارد گرد جمع ہو گئے طبیب نے آپ کا علاج کیا اور آپ رو بہ صحت ہو گئے۔ آخر کار آپ نے امیر شام کی صلح کی دعوت قبول کرلی۔ اگر چہ اس وقت سے آج تک غیر تو غیر اپنوں کو بھی صلح کا راز سمجھ میں نہ آیا لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کی صلح وہ شمشیر آبدار تھی جس نے شہ رگ سیاست بنی امیہ کو کاٹ دیا اور امیر شام کی سیاست کا علمبردار فرزند نابغہ عمرو عاص نے فرزند رسول کبریا حضرت حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی خدائی سیاست کے سامنے دم توڑ دیا اور امیر شام کے چہرہ پر جو اسلام کی نقاب تھی وہ تار تار ہوگئی لیکن اس کے لئے امام حسن علیہ السلام کو صبر و تحمل سے کام لینا پڑا۔

امام حسن علیہ السلام کی صلح کے اسباب وعلل خود ایک مفصل موضوع ہیں مجھے اس بحث کو نہیں چھیڑنا ہے بس اتنا کہنا ہے کہ بابا کی شہادت کے بعد زینب کبریٰ نے یہ تمام مصیبتیں فقط چھ مہینے کے اندر دیکھی ہیں اور جب آپ معاویہ علیہ الھاویہ سے صلح کر چکے تو آپ نے مدینے کا سفر اختیار کیا، آپ کے ساتھ ساتھ جناب زینب اور دیگر افراد خاندان ہمراہ تھے حضرت زینب کا یہ دوسرا سفر تھا جو بڑے ہی احترام کے ساتھ تمام ہوا اور حضرت زینب مدینہ پہنچ کر اپنی زندگی گذارتی رہیں۔ اس دور میں ہمیں آپ کی کوئی ایسی خصوصیت نہیں ملی کہ جسے ہم عنوان سخن قرار دیکر بحث کریں بس اتنا جانتے ہیں کہ یہ دور آل محمد علیھم السلام کی گوشہ نشینی اور ظالموں کی چند روزہ خوشی کا دور تھا زینب کبریٰ علیہا السلام بھی اپنی زندگی انہیں مصیبتوں کی آماجگاہ میں گذار رہی تھیں۔

شہادت امام حسن علیہ السلام

امیر شام علیہ الھاویہ کو اس بات کی فکر لاحق ہوئی کہ وہ اپنے ناخلف فرزند یزید علیہ اللعنہ کی بیعت لے لیکن اسے ہر آن امام حسن علیہ السلام کا وجود سر راہ نظر آ رہا تھا لہٰذا اس نے ہزار مکر و فریب اور حیلے سے اشعث کو جو حضرت علی علیہ السلام کی شہادت میں شریک تھا، حکومت و مال دنیا کا سبز باغ دکھا کر اس بات پر آمادہ کیا کہ اس کی بیٹی زہر دیکر امام علیہ السلام کا کام تمام کر دے اور یزید کی خلافت کی راہ ہموار ہو جائے اس دشمن خدا نے ایسا ہی کیا آپ روزہ کی حالت میں تھے وقت افطار پیاس کا غلبہ تھا اس ملعون نے دودھ کا شربت بنا کر آپ کو پیش کیا شربت پیتے ہی زہر کا احساس ہوا اور آپ مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگے۔ زینب کبریٰ پر پھر ایک مصیبت ٹوٹ پڑی کلیجہ منہ کو آنے لگا ماں جیسی محبت کرنے والی بہن کو آواز دی زینب کبریٰ تشریف لائیں بھائی نے طشت کی فرمائش کی بہن طشت لے کر حاضر ہوئی مولا کو استفراغ شروع ہوا اور دہن اطہر سے کلیجہ کے ٹکڑے طشت میں گرنے لگے اور بہن یہ دیکھتی رہی اور یہی دیکھتے دیکھتے موت کا پسینہ آیا اور بنا بر مشہور ۲۸/صفر ۵۰ھ کو آپ نانا سے جا ملے خاندان اہلبیت میں کہرام مچ گیا زینب کبریٰ ہر دل عزیز بھائی کے غم میں پچھاڑیں کھانے لگیں غسل و کفن کے بعد وصیت کے مطابق جنازہ روضۂ رسول کی طرف چلا لیکن دشمن مانع ہوئے اور روضہ رسول میں دفن نہ ہونے دیا۔

شیخ عباس قمی لکھتے ہیں کہ آپ کے جنازہ میں ۷۰/تیر پیوست ہو گئے تھے لہٰذا آپ کے جنازہ کو روک کر تیر نکالا گیا اور بقیع میں لے جا کر دفن کر دیا گیا۔(۱)

دس سال خاموشی

امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے بعد معاویہ نے اپنا راستہ صاف پایا۔ اور حضرت علی علیہ السلام کے شیعوں پر مختلف طریقوں سے ظلم و ستم شروع کر دیئے، کبھی حجر بن عدی کو قتل کیا تو کبھی دیگر دوستداران اہل بیت کو ہمیشہ ہمیشہ کی قید و بند کی زندگی گذارنے پر مجبور کیا یہ زمانہ آل محمد علیہم السلام کے لئے بدترین دور

(۱) منتہی الامال، ج/۱، ص ۲۳۵

شمار کیا جاسکتا ہے جس میں امام حسین علیہ السلام کی دس سالہ امامت کا دور گذرا ہے یہیں سے ایک اہم نکتہ کی طرف بھی رسائی ہوتی ہے کہ جو حضرات امام حسن علیہ السلام کی صلح پر اشکال واعتراض کرتے ہیں کہ العیاذ باللہ انہوں نے امام حسین علیہ السلام کی طرح جواں مردی کا ثبوت نہیں دیا تو ایسے لوگوں سے فقط یہ سوال کرنا چاہیے کہ امام حسین علیہ السلام کی دس سالہ خاموشی کا کیا جواب ہے جب کہ اس دس سال میں امیر شام نے وہ مظالم ڈھائے ہیں جس سے آج بھی اوراق تاریخ لرزہ براندام ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ مصلحت امامت وولایت کا ادراک ہر کس وناکس کی عقل سے پرے ہے''**ینحدر عنهم السیل و لا یرقی علیهم الطیر**'' یہ وہ ہیں جن سے علم وہدایت کا چشمہ پھوٹتا ہے اوران کا ادراک طائرفکر وتخیل کی پرواز سے پرے ہے۔

یہ دس سالہ دورایسا تھا جس میں امام حسین علیہ السلام بھائی اوراپنے امام کی صلح کا پاس رکھے ہوئے تھے۔ زینب کبریٰ علیھا السلام بھی اس سخت ترین دور میں اپنے بھائی کے شانہ بہ شانہ چل رہی تھیں اور ہر غم والم میں آپ کی شریک تھیں معاویہ نے یزید کی بیعت لینا شروع کی لیکن اسے یقین تھا کہ حسینؑ کی موجودگی میں میرا خواب مکمل نہیں ہو پائیگا اور ۶۰ھ ۱۵ رجب المرجب کوامیر شام اپنی بداعمالیوں کا نتیجہ پانے کے لئے فی النار جہنم ہوگیا۔

اور یہیں پر حضرت زینب سلام اللہ علیھا کی زندگی کا تیسرا تاریخی دور ختم ہوااوراب وہ دورآ گیا جس میں جناب زینب سلام اللہ علیھا نے اپنی تخلیق کا مقصد روشن کردیا خاندانی شجاعت اور بڑی ہی جواں مردی و ہمت سے کام لیتے ہوئے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے آمادہ ہوگئیں اورایسی دلیری کا ثبوت پیش کیا کہ قیامت تک بزم نسواں فخر کرتی رہے گی۔

چوتھی فصل

واقعۂ کربلا اور مصائب حضرت زینب

تمہید کربلا و دربار ولید

ولید کی حالت

امام حسین علیہ السلام کی گفتگو

تیسرا سفر

سفر کی تیاری اور دختر علی کا احترام

چوتھا سفر

شہادت عون و محمد پر سجدۂ شکر

پانچواں سفر

چھٹا سفر

تمہید کربلا و دربار ولید

امیر شام کا ناخلف فرزند یزید علیہ اللعنہ جیسے ہی شہنشاہیت کی مسند پر بیٹھا فوراً والیٔ مدینہ ولید بن عتبہ بن ابوسفیان کو خط لکھا:

"اما بعد فخذ حسینا و عبدالله بن عمر و عبدا لله بن الزبیربالبیعة
اخذا شدیدا لیست فیه الرخصه حتی یبایعو ا یا ابا محمد انفذ کتابی
الیهم فمن لم یبایعک فا نفذالی براسه مع جواب کتابی هذا"

والسلام

"امابعد (اس کے بعد) حسین ابن علی، عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن زبیر سے سخت طریقہ سے بیعت لو اس کام میں تھوڑی سی بھی فرصت نہیں ہے مگر یہ کہ یہ لوگ بیعت کریں میرے اس خط کو سب تک پہنچادو جو انکار کرے جواب میں اسکا سر میرے پاس روانہ کردو"

والسلام

ولید کی حالت

جیسے ہی یہ نامہ ولید کو ملا اس کی حالت دگرگوں ہوگئ کہنے لگا "انا لله و انا الیه راجعون" اس کے سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے لیکن چونکہ یزید نے مروان سے مشورہ کرنے کو کہا تھا لہٰذا ولید نے مروان سے مشورہ کیا مروان نے فوراً کہا کہ حسین سے جلد سے جلد بیعت لے لو اور اگر وہ انکار کریں تو ان کا سر قلم کرڈالو آخر کار ولید نے اپنا قاصد امام حسین علیہ السلام کی طرف روانہ کیا عمرو نے آکر امام کو ولید کا پیغام سنایا اور امام علیہ السلام نے آنے کا وعدہ کرلیا ابن زبیر نے آپکو جانے سے روکا لیکن آپ نے قانع جواب دیکر دربار ولید کا رخ کیا لیکن امام علیہ السلام نے ۳۰ یا ۵۰ افراد کو اپنے ساتھ لے لیا اور فرمایا کہ میرے ساتھ رہنا اور برہنہ شمشیروں کو لباس میں چھپائے رکھنا اور دربار ولید کے دروازہ پر کھڑے رہنا اگر ولید سے گفتگو میں بات آگے بڑھ جائے اور میری آواز بلند ہو جائے اور میں آواز دوں تو دربار میں داخل ہو جانا اور اپنی

تلواریں نکال کر استعمال کرنا. یہ کہہ کر آپ ولید کے دربار میں پہنچے اور یہ افراد بیگانوں کی طرح ولید کے دربار کے اردگرد منڈلانے لگے۔

امام حسین علیہ السلام کی گفتگو

امام علیہ السلام نے معاویہ کے بارے میں پوچھا ولید نے موت کی خبر سنائی امام علیہ السلام نے پوچھا اچھا یہ بتاؤ مجھے کس لئے بلایا ہے ولید نے کہا لوگ یزید کی خلافت پر راضی ہو چکے ہیں اور ان کی اطاعت میں سراپا تسلیم ہیں آپ سے بھی یہی امید ہے کہ آپ مخالفت نہیں کریں گے اور یزید کی بیعت کر لیں گے امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

''ایها الامیر ان البیعة لا تکون سرا و لکن دعوت الناس غدا فادعنا معهم '''' بیعت پوشیدہ طور سے نہیں ہوگی لیکن جب کل لوگوں کو بلاؤ گے تو ان کے ساتھ مجھے بھی بلا لینا''

ولید نے کہا ٹھیک ہے آپ لوٹ جایئے مروان بول اٹھا ''ایها الامیر ان فا تک الثعلب لم ترا الا غباره '''' امیر اگر حسین ہاتھ سے نکل گئے تو پھر تم گرد پا کے علاوہ کچھ نہیں پاؤ گے'''' احبس الرجل و لا یخرج من عندک حتی یبایع او تضرب عنقه '''' اس مرد (یعنی امام حسینؑ) کو قید کرلو اور اس وقت تک یہاں سے نکلنے نہ دو جب تک یہ بیعت نہ کرلیں یا سر تن سے جدا نہ ہو جائے''

فرزند فاطمہؑ نے جیسے ہی یہ کلمات سنے جلال آ گیا فرمایا ''یا بن الزرقاء انت تقتلنی ام هو کذبت یا بن اللحنا و بیت الله لقد هیجت علیک و علی صاحبک منی حربا طویلا'' اے زن نیلگوں چشم کے بچے تو مجھے قتل کرے گا یا تو جھوٹ بولتا ہے اے زن بدکار کی اولاد قسم ہے خانۂ خدا کی تو نے اپنے اور اپنے مالک سے میرے مقابلہ میں آ کر ایک طویل جنگ چھیڑ دی ہے یہ کہہ کر امامؑ ولید کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا:

''انا اهل بیت النبوة و معدن الرسالة و مختلف الملائکة و بنا فتح الله و بنا ختم الله و یزید رجل فاسق شارب الخمر قاتل النفس المحرمة معلن بالفسق و مثلی لایبایع مثله و لکن نصبح و تصبحون و ننظر

و تنظرون اینا احق بالبیعة و الخلافة"

"ہم خاندان نبوت، معدن رسالت ومرکز نزول ملائکہ ہیں ہمارے ہی صدقے میں خدانے (رحمت وبرکت کے دروازے) کھولے ہیں اور ہمارے ہی صدقے میں خدانے تمام فرمایا ہے اور یزید مرد فاسق، شراب خوار، قاتل نفس محترمہ اور متجاہر بفسق ہے یعنی کھلم کھلا فسق وفجور کا عادی ہے مجھ جیسا اس جیسے کی بیعت نہیں کرسکتا، لیکن صبح ہونے دو اس وقت ہم بھی دیکھیں گے اور تم بھی دیکھنا کہ کون بیعت وخلافت کا حق دار ہے۔

امام حسین علیہ السلام کی آواز بلند ہوئی آواز کا بلند ہونا تھا کہ ہاشمی جوان اپنی تلواریں کھینچتے ہوئے آگے بڑھے لیکن امام حسین علیہ السلام نے ان لوگوں کو روک دیا۔(۱)

تیسرا سفر

اس واقعہ کے بعد امام حسین علیہ السلام نے بخوبی سمجھ لیا کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ جس میں اپنے وعدہ طفلی کو وفا کرنا ہے اسی عزم کے ساتھ امام حسین علیہ السلام نے سفر کا ارادہ کرلیا اور آپ کے ساتھ آپ کی شریک کار زینب علیا مقام نے بھی سفر کا قصد کرلیا یہ آپ کا تیسرا سفر تھا جو آپ اپنے بھائی کے ساتھ انجام دے رہی تھیں۔

امام حسین علیہ السلام نے جب سفر کا ارادہ کیا تو الوداع کے لئے روضۂ رسول پر آئے چند رکعت نماز پڑھی اور اشکبار آنکھوں سے نانا کو وداع کیا بقیع پہنچے اماں کی قبر سے لپٹ کر روئے پھر بھائی حسن مجتبیٰ کے مزار پر پہنچے اور انہیں الوداع کہکر باہر آئے تو سپیدۂ سحری نمودار ہوچکی تھی انیس اعلی اللہ مقامہ نے اس کی بڑی حسین منظر کشی کی ہے۔

پیدل شہ دیں روضۂ احمد کو سدھارے　　تربت سے صدا آئی کہ آ مرے پیارے
تعویذ سے شبیر لپٹ کر یہ پکارے　　ملتا نہیں آرام نواسے کو تمہارے

خط کیا ہیں اجل کا یہ پیام آیا ہے نانا
آج آخری رخصت کو غلام آیا ہے نانا

(۱) لہوف، ص/۳۸، چاپ نوید اسلام۔

یہ کہکے ملا قبر سے شہ نے جو رخ پاک — ہلنے لگا صدمے سے مزار شہ لولاک
جنبش جو ہوئی قبر کو تھرا گئے افلاک — کانپی جوزمیں صحن مقدس میں اڑی خاک

اس شور میں آئی یہ صدا روضۂ جد سے
تم آگے چلو ہم بھی نکلتے ہیں لحد سے

جناب سیدہ کی لحد کا حال اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

واں سے جو اٹھے فاطمہ کی قبر پر آئے — اس ذکر پر رویا کئے شہ سر کو جھکائے
پائین لحد گر کے بہت اشک بہائے — آواز یہ آئی کہ میں صدقے مرے جائے

ہے شور ترے کوچ کا جس دن سے وطن میں
پیارے میں اسی دن سے تڑپتی ہوں کفن میں

امام حسن علیہ السلام سے رخصت کا منظر عجیب دردناک تھا۔

پہلو میں جو تھی فاطمہ کے تربت شبر — اس قبر سے لپٹے بہ محبت شہ صفدر
چلائے کہ شبیر کی رخصت ہے برادر — حضرت کو تو پہلو ہوا ماں کا میسر

قبریں بھی جدا ہیں تہ افلاک ہماری
دیکھیں ہمیں لے جائے کہاں خاک ہماری

سفر کی تیاری اور دختر علیؑ کا احترام

امام حسین علیہ السلام اپنی بہن کا اتنا احترام کرتے تھے کہ اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے ایک دن آپ قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے کہ اسی اثناء میں زینب کبریٰ تشریف لے آئیں حضرت نے جیسے ہی بہن کو دیکھا قرآن کو زمین پر رکھا اور بہن کے احترام کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، بے شک یہ انداز پیغمبر اسلام کا انداز تھا وہاں نبی کریم جزو رسالت کی تعظیم کے لئے اٹھتے تھے تو آج امام حسین علیہ السلام شریک مقصد کی تعظیم کے لئے اٹھ رہے تھے۔ ایسی بااحترام خاتون کا سفر تھا، امام حسین علیہ السلام کے علاوہ عباسؑ و علی اکبرؑ، قاسمؑ و عونؑ و محمدؑ سب موجود تھے، علیؑ کی بیٹی اور فاطمہؑ کی جائی کو محمل میں سوار کرنا تھا۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ چالیس محملیں ہیں جو حریر و دیبا کے پردے سے مزین ہیں امام

حسین علیہ السلام نے حکم فرمایا کہ بنی ہاشم اپنی محارم کو سوار کریں ناگاہ گھر سے ایک جوان برآمد ہوا جس کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا آواز دی اے بنی ہاشم ذرا کنارے ہٹ جاؤ اس وقت دو بی بی بیت الشرف سے نکلیں جن کا دامن حجاب زمین پر خط دے رہا تھا اور کنیزیں انکے اردگرد تھیں وہ جوان آیا ایک بی بی کا بازو پکڑا اپنے زانو پر کھڑا کر کے محمل پر سوار کر دیا اسی طرح دوسری خاتون کو بھی سوار کیا میں نے پوچھا یہ بیبیاں کون ہیں تو کہنے والے نے کہا ایک زینبؑ اور دوسری ام کلثوم علیؑ کی بیٹیاں ہیں میں نے پوچھا کہ یہ جوان کون ہے تو کہنے والے نے کہا یہ قمر بنی ہاشم عباسؑ بن امیر المومنینؑ ہیں۔(۱)

انیس اعلی اللہ مقامہ نے اس احترام واکرام کی اس طرح منظر کشی فرمائی ہے۔

بیت الشرف خاص سے نکلے شہ ابرار ۔۔۔ روتے ہوئے ڈیوڑھی پہ گئے عترت اطہار
فراشوں کو عباس پکارے یہ بہ تکرار ۔۔۔ پردے کی قناتوں سے خبردار خبردار
باہر حرم آتے ہیں رسول دسرا کے
شقہ کوئی جھک جائے نہ جھوکے سے ہوا کے

لڑکا بھی جو کوٹھے پہ چڑھا ہو وہ اتر جائے ۔۔۔ آتا ہے ادھر جو وہ اسی جا پہ ٹھہر جائے
ناقے پہ بھی کوئی نہ برابر سے گذر جائے ۔۔۔ دیتے رہو آواز جہاں تک کے نظر جائے
مریم سے سوا حق نے شرف ان کو دیئے ہیں
افلاک پہ آنکھوں کو ملک بند کئے ہیں

عباس علی سے یہ علی اکبر نے کہا تب ۔۔۔ ہیں قافلہ سالار حرم حضرت زینب
پہلے وہ ہوں اسوار تو محمل میں چڑھیں سب ۔۔۔ حضرت نے کہا ہاں یہی میرا بھی ہے مطلب
گھر میں مرے زہرا کی جگہ بنت علی ہے
میں جانتا ہوں ماں مرے ہمراہ چلی ہے

پہنچی جو ہیں ناقے کے قریں دختر حیدر ۔۔۔ خود ہاتھ پکڑنے کو بڑھے سبط پیمبر
فضہ تو سنبھالے ہوئے تھیں گوشہ چادر ۔۔۔ تھے پردۂ محمل کو اٹھائے علی اکبر

(۱) مقتل مقدم، ج ر۳، ص ر۱۶۱

فرزند کمر بستہ چپ وراس کھڑے تھے
نعلین اٹھا لینے کو عباس کھڑے تھے

اک دن تو مہیا تھا یہ سامان سواری — اک روز تھا وہ گرد تھے نیزے لئے ناری
محمل تھا نہ ہودج نہ کجاوہ نہ عماری — بے پردہ تھی وہ حیدر کرار کی جائی

ننھے کئی بچوں کے گلے ساتھ بندھے تھے
تھے بال کھلے چہروں پر اور ہاتھ بندھے تھے

چوتھا سفر

امام حسین علیہ السلام مدینہ سے رخصت ہو کر مکہ آ گئے وہاں چار مہینہ تک قیام پذیر رہے لیکن جب دشمنوں نے وہاں قتل کرنے کی سازش کی تو حرم کی حرمت کا خیال کرتے ہوئے آپ نے حج کو عمرے سے تبدیل کر کے مکہ سے کوفہ کا ارادہ کیا اور یہ حضرت زینب کا چوتھا سفر تھا جو مکہ سے شروع ہو رہا تھا لیکن آپ کوفہ نہ پہنچ سکے راستے میں حر کے لشکر نے آپ کو کربلا جانے پر مجبور کر دیا امام حسین علیہ السلام جب مکہ سے روانہ ہونے لگے تو مختلف لوگوں نے آپ کو جانے سے روکا کبھی محمد حنفیہ نے تو کبھی ابن عباس نے کبھی عبد اللہ ابن جعفر نے، امام حسین علیہ السلام نے سب کو یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ'' ان اللہ شاء ان یرانی قتیلا ان اللہ شاء ان یراھن سبایا ''زینب کبریٰ نے سفر ہی کے دوران جناب مسلم کی شہادت کا داغ بھی اٹھایا اور مختلف مصائب و آلام سے دوچار ہوتی ہوئی بھائی حسینؑ کے ہمراہ دو محرم کو وارد کربلا ہوئیں، کربلا پہنچ کر زینب کبریٰ کو کن کن مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا میں اس مختصر گفتگو میں نہیں بیان کر سکتا بس مصیبت اتنی پڑی کہ بال سفید اور کمر خمیدہ ہو گئی۔

خیام حسینی میں العطش کی صدائیں، لشکروں کا کربلا میں وارد ہونا اور زمین کربلا کا ہل جانا، نہم محرم کی مصیبت شب عاشور کے مصائب، عبادتوں کا انداز وہ تسبیح و تہلیل کی آواز وہ سبوح و قدوس کی صدائیں وہ لیلیٰ کا اکبر کو سمجھانا وہ فروہ کا قاسم کو آمادۂ جنگ کرنا، وہ روز عاشورہ حسین زہرا کا لاشوں پہ لاشے اٹھانا، شریکۃ الحسین کا سب پر بین کرنا کبھی قاسم کی لاش کے ٹکڑوں پر ماتم، تو کبھی اکبر کے لاشے پر خود کو گرا دینا کبھی عباس کے کٹے بازؤں کا ماتم تو کبھی سکینہ کو تسلی، کبھی سجاد کی تیمارداری کرنا، کبھی حسین

علیہ السلام کے زخموں کو مندمل کرنا یہ تمام باتیں اگر تفصیل سے بیان کی جائیں تو ایک مکمل کتاب ہے لیکن میں نے پہلے ہی عرض کیا ہے کہ اس بات کو مختصر بیان کروں گا اگر چہ اختصار نسبی ہوگا کیونکہ اختصار کے باوجود چند صفحات درکار ہیں۔

شہادت عون ومحمد پر سجدۂ شکر

روز عاشور زہرا کی کھیتی نذر خزاں ہورہی تھی جب زینب کبریٰ نے بھائی کی بے کسی دیکھی تو اپنے دونوں بچوں کا ہاتھ پکڑا اور بھائی کے پاس آئیں اور بہت محبت سے عرض کرنے لگیں بھیا بہن کے پاس آپ پر نثار کرنے کے لئے ان دو فرزندوں کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے ان دونوں کی قربانی قبول کرلیجئے اجازت پاتے ہی دونوں بچے میدان جنگ میں گئے اور شہید ہو گئے۔

مقاتل میں ملتا ہے کہ جب عون ومحمد کی لاش آئی تو زینب کبریٰ نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ علاوہ ازین جب لاش آئی تو زینبؑ خیمہ کے باہر نہ گئیں لیکن جب علی اکبر شہید ہوئے تو خیمہ سے باہر نکل گئیں اور خود کو اکبر کی لاش پر گرادیا فکر انسانی اس ماں کی مامتا پر حیران ہے کہ آخر یہ کیسی ماں ہے جو اپنے جگر گوشوں پر نہ روئی مگر اپنے بھتیجے پر صبر نہ کرسکی۔

اخلاص وحیا

حضرت آیۃ اللہ شہید دستغیب نے زندگانی حضرت زینب میں اس کی دو توجیہ کی ہے ایک تو یہ کہ زینب کبریٰ کے اس عمل سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بی بی نے خالصتاً لوجہ اللہ عمل انجام دیا تھا اور تقاضائے خلوص یہ ہے کہ انسان اپنے عمل کو کم شمار کرے اپنے دونوں نونہالوں کو خدا کی راہ میں قربان کردیا اور جو چیز خدا کی راہ میں دی جاتی ہے اس کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ صدیقہ صغریٰ مجسم حیا تھیں اسے حیاء الکرم بھی کہتے ہیں جب کریم انسان کوئی عمل انجام دیتا ہے تو اسے چھوٹا اور ناچیز شمار کرتا ہے وہ واقعہ معروف ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے ایک فقیر کو دروازے کے ایک کنارے سے چار ہزار درہم دیئے لیکن شرم آرہی تھی کہ بہت کم ہے اسی صفت کو حیاء الکرم کہتے ہیں وہ لئیم اور پست نفس انسان ہے جو چند سکوں کے عطا کرنے پر احسان جتاتا ہے لیکن شخص کریم راہ خدا میں سب کچھ دے کر بھی شرم وحیا کرتا ہے کہ کچھ نہ دیا ثانی زہرا نے بھی اپنے دونوں نونہالوں کو حسین مظلوم پر قربان کردیا لیکن خجالت ہے کہ بھیا کے لئے خدمت

انجام نہ دے سکی۔لیکن علی اکبر حسین کی قربانی ہیں حسین ابن علی کا حال دگرگون ہے بھائی کی تسلیٔ خاطر کے لئے زینب نے ایسا گریہ کیا کہ مولا بیٹے کا غم بھول گئے بہن کو خیمہ میں پہنچایا پھر اکبر کی لاش پر نوحہ وزاری کی.

بیان زینب

مقاتل میں ملتا ہے کہ جب زینب کبریٰ لٹ کر مدینے پہنچیں تو عبداللہ نے پوچھا بی بی میں نے سنا ہے کہ آپ نے بچوں کو بھائی پر قربان کردیا ہے زینب کبریٰ نے جواب دیاہاں میری جان بھی ان پر قربان ہو عبداللہ نے کہا میں نے سنا ہے کہ جب ان دونوں کی لاش آئی تو آپ استقبال کے لئے نہ گئیں فرمایاہاں۔ عبداللہ نے کہا کہ سنا ہے جب علی اکبرزمین پر گرے تو سب سے پہلے آپ خیمہ سے باہر نکلی تھیں ،فرمایاہاں، عبداللہ نے پوچھااس کی علت کیا ہے؟ جواب دیا بچوں کے استقبال کے لئے اس لئے نہ گئی تھی کہ کہیں بھیا کو شرم نہ آئے کہ میں نے چاہنے والی بہن کی گود ویران کردی (اورعلی اکبر کے لئے تو زینبؑ اس لئے باہر نکلی کہ امامت کی حفاظت اور حسین کا غم بٹ سکےلیکن یہ زمانے کا ستم تھا کہ زینبؑ کی تمام تر کوشش حسین ابن علی کو نہ بچاسکیں بلکہ جسم گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہوگیا۔(۱)

''الا قد قتل الحسین بکربلا''

زینب کبریٰ علیھا السلام نے حسین ابن علی کی خاطر سب کا داغ برداشت کرلیالیکن ہائے افسوس وہ بھائی بھی چھوٹ گیااور بھائی کند خنجر سے ذبح کردیا گیا زینب کبریٰ دیکھتی رہی اور حسین ابن علی کا سر قلم ہوگیا، زمین کربلا متزلزل ہوئی سیاہ آندھیاں چلیں آسمان سے خون برسا فرات کا پانی نیزوں اچھلا ہاتف غیبی کی صدا آئی ''الا قد قتل الحسین بکربلا ، الا قد ذبح الحسین بکربلا '' شہادت کے بعد خیموں میں آگ لگی۔چادر چھینی جانے لگی۔خیمے راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہوگئے شام غریباں آگئی زینبؑ ،عباسؑ و علی اکبرؑ کے فرائض انجام دینے لگیں۔لیکن ایسی حالت میں بھی یادالٰہی سے منہ نہ موڑا نماز شب اسی خضوع و خشوع کے ساتھ پڑھی،اسی طرح شب گذرتی رہی یہاں تک کہ گیارہویں محرم آگئی۔

پانچواں سفر

یہ وہ سفر ہے کہ نہ جس میں محمل ہے نہ کجاوہ ، نہ عباسؑ ہیں نہ علی اکبرؑ، نہ قاسمؑ ہیں نہ عونؑ ومحمدؑ ایک

(۱) مقتل مقدم؛ ج ۳،ص ۱۶۳۔۱۶۴

بیمار بھتیجا ہے جس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی اور پیروں میں بیڑی ہے، ایک رسن ہے اور بارہ گلے آہ! جن کا سایہ آفتاب نے بھی نہ دیکھا تھا وہ آج بے ردا بے کجاوہ محملوں پر روانہ تھیں اس مصیبت کو دیکھ کر زینبؑ کا کلیجہ پھٹ گیا۔لیکن حفاظت اسلام کی خاطر زینب کبری نے اس مصیبت کو بھی برداشت کیا اور بڑے ہی عزم وحوصلے کے ساتھ راہی کوفہ ہوگئیں کوفہ کی مصیبتیں وہ مصیبتیں تھیں کہ جو ایک خاتون کے صبر سے پرے تھیں لیکن بھائی کے خون کی ذمہ دار زینبؑ نے سب کچھ برداشت کیا، قید و بند کی مصیبتیں، ابن زیاد کے دربار کی مصیبتیں، شام کے دربار کے مصائب زندان شام کی مصیبت ان تمام مصائب کو مقاتل میں دیکھ کر دل بے قرار ہو جاتا ہے لیکن علیؑ کی بیٹی فاطمہؑ کی جائی مبلغ نہضت عاشورہ زینب کبری علیھا السلام نے اسلام کی ابدی حیات کے لئے سب کچھ سہہ کر یزیدیت کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دیا۔

چھٹا سفر

سید سجاد علیہ السلام اور زینب علیا مقام کے خطبوں نے یزید کے کرتوتوں کا پول کھول دیا، مظلومیت ظلم سہتے سہتے نہ تھکی لیکن مظلومیت کے متلاطم طوفان نے قصر ظالم کی چولیں ہلا دیں تو اب یزید نے اپنی حکومت کی حفاظت کے لئے اہل حرم کو آزاد کر دیا۔مظلومیت کی فتح کا نقارہ بجانے کے لئے زینب کبریٰ نے قصر شاہی میں مجلس حسینؑ کا اہتمام کیا اور اس کے بعد کربلا سے ہوتی ہوئی مدینے پہنچیں، راوی کہتا ہے کہ زینبؑ نے مسجد کے دونوں اطراف کو ہاتھوں میں لیکر فریاد کی، اے نانا اپنے بھیا حسینؑ کی شہادت کی خبر لائی ہوں، زینبؑ کے آنسو نہیں تھمتے تھے اور گریہ کم نہیں ہوتا تھا جب علی بن الحسین علیھما السلام پر نظر پڑتی تو غم و اندوہ میں اضافہ ہو جاتا۔(۱)

ام المصائب نے بے انتہا مصائب وآلام سہے لیکن اسلام کی ایسی حفاظت کی کہ وہ آج تک محفوظ ہے مدینے آنے کے بعد غمخوار حسین کی زندگی کا ایک اور دور ختم ہوگیا ہاں اب اس دور میں زینبؑ کی کمر خمیدہ ہوچکی تھی سر کے بال سفید ہو چکے زینبؑ کبریٰ لباس عزا میں رہتی تھیں ہر وقت بھائی کی بے چارگی اور مظلومیت کا نوحہ پڑھتیں اور اسی عالم میں اپنی زندگی گذار دی۔

(۱) دمع السجوم؛ ترجمہ ''نفس المھموم''، ص/۵۴۶

پانچویں فصل

بعداز حادثہ کربلا تا مدفن حضرت مخدومہ

گریہ شعار زندگی

امام حسین علیہ السلام کی شہادت اور اس عظیم و جانفرا واقعہ کے بعد خاندان اہل بیتؑ کی زندگی کا شعار گریہ تھا امام زین العابدین علیہ السلام اتنا آنسو بہاتے تھے کہ بقول مشہور وضو کا پانی مضاف ہو جایا کرتا تھا۔ حضرت زینب سلام اللہ علیہا کا بھی یہی شعار تھا آپ ہر وقت گریہ وزاری میں مصروف رہتی تھیں اور یزید و یزیدیوں کے ظلم وستم کو بیان کرتی تھیں جس کے نتیجہ میں یزید کی حکومت کے خلاف شورش پیدا ہوگئی لیکن حضرت زینب نے مظلومیت کی تبلیغ کو نہ چھوڑا۔

آپ کی وفات

بھائی پر گریہ وزاری کرنے والی بہن، مبلغ قیام عاشورہ محافظ شریعت الٰہی ناشر کلمہ حق وصداقت، اعلائے کلمۃ الحق اور ابطال باطل کرنے والی خاتون، بطلۂ کربلا، قہرمان کوفہ وشام حضرت زینب علیا مقام اپنی زندگی کے آخری حصہ تک حفاظت اسلام میں کوشاں رہیں اور آخر کار دنیا کے مصائب برداشت کرتے کرتے، سرپرست وغمخوار حضرت زین العابدین علیہ السلام ایک دن اس دار فانی سے کوچ کر گئیں آل محمد کے گھر پر ایک اور نئی آفت ٹوٹ پڑی اور خاندان عصمت وطہارت میں کہرام بپا ہو گیا۔ آپ کی وفات سے تاریخ اسلام کا ایک پر ماجرا دفتر بند ہو گیا فقط آنے والی نسلوں کے لئے ایک نمونۂ عمل، مشعل راہ، سنگ میل، سنگر عز وشرافت باقی رہ گیا جو رہتی دنیا تک بزم نسواں بلکہ تمام انسانیت کو دعوت فکر دیتا ہے کہ اگر انسان حق و حقانیت کے راستے پر گامزن ہو تو تمام مشکلیں اس کے لئے آسان ہو جاتی ہیں بس ان تمام مصائب و آلام سے جنگ کرنے کے لئے جس عظیم اسلحے کی ضرورت ہے وہ ایمان کی شمشیر اور عمل صالح کی سپر ہے جو انسان کو ہر دشمن سے محفوظ رکھتی ہے۔

اختلاف تاریخ

ممکن ہے کہ قارئین کرام کو تعجب ہو رہا ہو کہ ذکر وفات تو ہوا لیکن تاریخ وفات بیان نہ کی گئی اس کی

سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ جس طرح آپ کی تاریخ ولادت میں اختلافات ہیں اسی طرح آپ کی تاریخ وفات میں بھی اختلاف ہے۔

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ آپ کی وفات ۱۴؍رجب ۶۲ھ کو ہوئی عبید لی نساب کی طرف منسوب کتاب ''اخبار الزینبیات ''میں یہی تاریخ مرقوم ہے۔ شیخ جعفر نقدی نے بھی اس کو تقویت دی ہے نیز آیۃ اللہ العظمیٰ مرعشی نجفی نے بھی اسی تاریخ کو مانا ہے۔

قول دیگر ۶۳ھ ہے جس کے قائل صاحب کتاب '' ستارگان درخشان'' شہید محراب دستغیب ہیں دخیل صاحب کتاب ''اعلام النساء'' آپ کی وفات ۱۵؍رجب ۶۵ھ بتاتے ہیں اگر محمد جواد نجفی، شہید دستغیب اور دخیل کے قول کو صحیح تسلیم کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ واقعہ حرہ بھی آپ کی آنکھوں کے سامنے گذرا اور اگر ایسا ہوا تو زندگی کے آخری لمحات میں بھی آپ نے ان دلسوز مظالم کو آنکھوں سے دیکھا۔

واقعہ حرّہ

کربلا کے عظیم حادثہ کے بعد دل ہلا دینے والا دوسرا حادثہ واقعہ حرہ ہے جسمیں یزید علیہ اللعنہ نے مدینہ پر حملہ کر دیا یہ واقعہ ۲۸؍ذی الحجہ ۶۳ھ کو ہوا سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے:

" قتل فيها خلق من الصحابة و من غيرهم و شهبت المدينه و افتضى فيها الف عذراء فانا لله و انا اليه راجعون "

''اس واقعہ میں صحابہ اور غیر صحابہ قتل کئے گئے مدینہ تاراج ہوگیا اور اس میں ایک ہزار باکرہ (کنواری) لڑکیوں کی عصمت دری ہوئی، انا للہ وانا الیہ راجعون''(۱)

سفینۃ البحار میں انس ابن مالک سے نقل ہے اس حادثہ میں سات سو حاملین قرآن جس میں تین صحابی رسول تھے مارے گئے۔ ایسے دلسوز اور جانگداز حادثے کو بھی بی بی نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

---

(۱) بحوالہ ''مرد آفرین روزگار''، حبیب اللہ فضائلی، ص ۲۳۷

عبرت

یقیناً یہ واقعہ تاریخ اسلام پر ایک ایسا بدنما داغ ہے جس نے یزید علیہ اللعنہ کے وکیلوں کو دھول چٹادی اور وہ یزید کی طرف داری میں کچھ نہ کر سکے لیکن یہ عالم اسلام کے لئے ایک عبرت ہے کل جس وقت فرزند فاطمہ جگر گوشہ رسول حسین ابن علی علیہم السلام علی الاعلان کہہ رہے تھے کہ یزید قاتل نفس محترمہ ہے، اس وقت سب کی زبان پر یہی تھا کہ حسین خود کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں زہرا کے لال کو اگر کوئی روکنے آیا تو وہ ابن عباس اور عبداللہ ابن جعفر اور ابن زبیر تھے۔ ان میں سے دو تو آپ کے نزدیکی رشتہ دار تھے یعنی فرزند فاطمہ مکہ سے حج کے موسم میں جا رہے ہیں لیکن کوئی پوچھنے والا نہیں ہے اگر کل اس سیلاب پر باندھ لگا دیا جاتا اور لوگ حسین ابن علی علیہما السلام کی پیشین گوئی کو قبول کرتے ہوئے فرزند فاطمہؑ کا ساتھ دے دیتے تو آج یہ سیلاب مدینہ کو تاراج نہ کرتا لیکن لوگوں نے سمجھا کہ اس سیلاب کی طغیانی فقط اولاد رسول کو اپنے بہاؤ میں لے جائیگی اس سے غافل کہ سیلاب سب کو برباد کر دیتا ہے اور جب اس سیلاب کی لپیٹ میں اہل مدینہ آئے روضۂ رسول و مسجد النبی اصطبل بنائی گئی سیکڑوں دوشیزائیں بچہ دار ہوئیں تب لوگوں کو سمجھ میں آیا کہ ترجمان وحی حسین ابن علی علیہما السلام نے کیا فرمایا تھا لیکن وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا اب کف افسوس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔

اس عبرت ناک واقعہ سے آج بھی عالم اسلام کو درس لینا چاہیئے کہ اگر وہ باطل کے مقابلے میں یہ سوچ کر کہ حق پرست کی مدد نہ کر کے محفوظ رہ جائیں گے حق کی مدد نہیں کرتے ہیں تو جب دشمن کا متلاطم طوفان ان کی ناموس کو بہالے جائے گا تب معلوم ہوگا کہ کیا کھویا اور کیا پایا۔

بہرحال اگر آپ کی وفات ۶۴ھ یا ۶۵ھ میں ہے تو حادثہ حرہ کی بھی آپ شاہد ہیں جو تاریخ اسلام کا ناسور ہے نیز آپ کا مدینہ کو خشک سالی اور مرض طاعون کے سبب پھر خیر آباد کرنا بعید نہیں ہے کیونکہ اس ہولناک حادثہ کے بعد جسے بطور خلاصہ میں نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے اگر قحط یا طاعون یا دیگر امراض پیدا ہو جائیں تو بعید نہیں ہے۔

مدفن

جس طرح آپ کی تاریخ وفات میں اختلافات ہیں مدفن میں بھی اختلافات ہیں اور بے حد اختلاف ہے بعض محققین نے مصر کو تقویت دی ہے اور اصح جانتے ہیں تو بعض شام کے قائل ہیں بلکہ بعض دیگر مدینہ میں ہی آپ کی وفات اور بقیع میں ہی آپکا مدفن صحیح شمار کرتے ہیں بنابراین آپ کے مدفن میں تین قول ہو جاتے ہیں مصر شام مدینہ۔

قول مدینہ

اس قول کو صاحب طراز المذھب نے بیان کیا ہے اور اس قول کے طرفدار بھی کم ہیں اگر چہ یہ فرض کرنا کہ آپ بقیع میں دفن ہیں بعید از قیاس نہیں ہے کیونکہ وہیں آپ کے بھائی امام حسن اور دیگر بزرگان بھی مدفون ہیں لیکن فقط امکان کا ہونا باعث نہیں ہوسکتا کہ آپ بقیع میں مدفون ہیں کیونکہ قدیم الایام سے آج تک کسی نے بھی وہاں آپ کی قبر کی نشاندہی نہیں کی ہے جبکہ محققین اور مورخین نے اسی موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں جسمیں بقیع میں دفن ہونے والے افراد کا تذکرہ کیا ہے مثلاً سمہودی اپنی تاریخ اور ابن نجار اپنی تاریخ میں بطور خاص ایک باب کو ذکر فرماتے ہیں جو مزار اہل بیت واصحاب سے مخصوص ہے اس میں جناب زینب کی قبر کا تذکرہ نہیں ہے غور کرنے کی بات ہے کہ ام البنین کی وفات اور مدفن تو معلوم ہے کہ وہ بقیع میں دفن ہیں لیکن حضرت زینب سلام اللہ علیہا بقیع میں دفن ہوگئیں اور آج تک کسی کو پتہ نہ چل سکا کہ آپ کہاں دفن ہیں ۔ بنابراین چونکہ کتب تاریخ خاموش اور کتب مزار اس امر سے ساکت ہیں کہ آپ مدینہ کے قبرستان بقیع میں دفن ہیں لہٰذا یہ بیان کرنا اور ثابت کرنا کہ آپ کا مدفن بقیع ہے بہت مشکل ہے بلکہ بعید ہے۔

قول مصر

آپ کے مدفن کے سلسلے میں دوسرا قول مصر ہے اس قول کے طرفدار متاخرین علماء و محققین میں سے بہت سارے افراد ہیں جو اس کے قائل ہیں کہ آپ کا مدفن مصر ہے علماء شیعہ میں سے شیخ جعفر نقدی آیۃ اللہ العظمٰی مرعشی نجفی علیہ الرحمہ، استاذی العلام حضرت آیۃ اللہ شیخ احمد عابدی وغیرھم اس قول کو اصح شمار کرتے ہیں نیز بعض بزرگوں نے بھی اسے اصح تسلیم کیا ہے اس قول میں بحث بہت طولانی ہے اور میں بھی چاہتا ہوں

کہ اس سلسلے میں کسی حد تک سیر حاصل بحث کروں۔

اس موضوع پر جناب محمد حسنین سابقی پاکستانی نے زبان عربی میں ایک تحقیقی کتاب تحریر فرمائی ہے جس کا نام ''مرقد العقیله زینب '' ہے یہ کتاب ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۹ میلادی میں بیروت لبنان سے چھپی ہے اس کتاب سے چند اقتباسات درج ذیل ہیں۔

مدارک مصر

درحقیقت مصر کے قول کے لئے چند مدارک پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) اخبار الزینبیات

(۲) تاریخ ابن عساکر

(۳) رسالۃ ابن طولون

(۴) رسالة الزينبيه ، جلال الدین سیوطی

جناب سابقی صاحب ان تمام مدارک کو استدلال کے ساتھ ضعیف شمار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ تمام باتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ بیان کرنے والے کا تحقیق سے دور دور کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔

درحقیقت اس بات میں اگر محکم مدرک کوئی ہوسکتا ہے تو وہ کتاب اخبار الزینبیات ہے جس کے مصنف ابن الحسن عبیدلی ہیں جو معروف نساب ہیں اور قدماء میں شمار ہوتے ہیں کیونکہ آپ کی ولادت ۲۱۴ھ میں واقع ہوئی ہے اور آپ نے ۲۷۷ ہجری میں وفات پائی ہے کتب رجال میں آپ کی مدح وستائش موجود ہے۔ نجاشی نے اپنے رجال میں، شیخ طوسی نے فہرست میں، ابن غضائری نے اپنی کتاب میں، آقائے شوشتری رحمۃ اللہ علیہ نے قاموس الرجال میں، آقائے خوئی رحمۃ اللہ علیہ نے معجم الرجال میں، آپ کی توثیق کی ہے، آپ معروف نساب میں شمار ہوتے ہیں اور اس موضوع پر آپ کی کتاب بھی موجود ہے جس کا ذکر کتب تراجم میں موجود ہے۔

کتاب ''اخبار الزینبیات '' آپ ہی کی طرف منسوب ہے جس میں یہ ملتا ہے کہ آپ مصر کو گئیں اور وہیں دفن ہوئیں۔

یہاں پر مناسب ہے کہ ہم اصل کتاب اخبار الزینبیات کے کچھ اقتباسات پیش کر دیں پھر ان کا تحقیقی جائزہ لیں اختصار کی خاطر صرف ترجمہ پر اکتفا کرتا ہوں کتاب اخبار الزینبیات میں عبید لی مرحوم نے مختلف راویوں کے حوالے سے نقل فرمایا ہے کہ جب جناب زینب علیھا السلام حادثہ کربلا کے بعد مدینہ آئیں تو لوگوں کو امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے برانگیختہ کرنے لگی تو عمر بن سعد نے یزید کو اس کی خبر پہنچائی تو یزید نے جواب دیا کہ لوگوں سے زینبؑ کو جدا کر دو پس اس نے حضرت زینب سے کہلوایا کہ آپ مدینہ چھوڑ کر جہاں چاہیں چلی جائیں تو آپ نے فرمایا کہ خدا جانتا ہے کہ ہمارے ساتھ کیا سلوک ہوا ہمارے اچھے اچھے افراد قتل کر دیئے گئے اور ہمیں جانوروں کی طرح سے لے جایا گیا اور ہمیں اقتاب (برہنہ اونٹوں) پر حمل کیا گیا خدا کی قسم میں یہاں سے نہ نکلوں گی چاہے میرا خون بہا دیا جائے۔

لیکن بنی ہاشم کی خواتین کے اصرار پر آپ نے مصر کا سفر اختیار کیا جب آپ مصر میں داخل ہوئیں تو راوی کہتا کہ خدا کی قسم ان کی طرح کسی کا چہرہ نہیں دیکھا گویا چاند کا ایک ٹکڑا تھا۔

رقیہ بنت عقبہ ابن نافع فہری سے بسند مرفوع نقل ہے کہ جب آپ مصر داخل ہوئیں تو مسلمہ بن مخلد، عبداللہ بن حارث، ابوعمیرہ مرسلی آپ کے استقبال کے لئے حاضر ہوئے پس مسلمہ نے انھیں تعزیت پیش کی اور آنسو بہائے اس پر آپ گریہ کرنے لگیں تو حاضرین بھی رونے لگے اور آپ نے فرمایا یہ وہی چیز ہے جسکا خدا نے وعدہ فرمایا ہے اور مرسلین نے سچ کہا ہے پھر مسلمہ آپکو اپنے محل سرا میں لے گئے وہاں آپ نے گیارہ مہینہ پندرہ دن قیام کیا اور وہیں وفات پائی غسل وکفن کے بعد آپ کے جنازہ کی تشییع ہوئی اور مسلمہ بن مخلد نے لوگوں کے درمیان مسجد جامع میں نماز پڑھائی اور لوگوں نے مسلمہ بن مخلد ہی کے محل سرا میں آپ کو دفن کیا۔

ایک تحقیقی جائزہ

یحییٰ عبید لی کے بیان میں مختلف باتیں ایسی ہیں جو خبر کی اہمیت کو کم کر دیتی ہیں مثلاً بنی ہاشم کی عورتوں کا یہ کہنا ''أ تریدین بعد ھذا ھوانا'' کیا آپ اس کے بعد بھی ذلت ورسوائی اٹھانا چاہتی ہیں یہ

(۱) اخبار الزینبیات از، ص ۱۱۴ تا ۱۲۲

جملہ بی بی مخدومہ کی شان میں یقیناً گستاخی ہے کیا یہ ممکن ہے کہ عقیلہ بنی ہاشم سے زنان قریش اس طرح گفتگو کرتی ہوں گی گویا کہ آپ بڑی ضدی وہٹی تھیں کہ کسی کی بات کو سنتی ہی نہ تھیں اور بہت ہی برے اخلاق کی حامل تھیں۔ جب کہ آپ کا حسن خلق مشہور ہے آپ کا احترام واکرام ائمہ معصومین کیا کرتے تھے امام زین العابدین علیہ السلام آپ کے مشورہ سے کام انجام دیتے تھے، ان تمام خصوصیات کے باوجود زنان قریش کی یہ بدکلامی کس طرح صحیح شمار کی جاسکتی ہے۔

دوسری بات یہ کہ راوی کہتا ہے کہ آپ کا چہرہ چاند کے ٹکڑے کی طرح تھا یہ جملہ بھی مورد اعتراض ہے کیونکہ آپ کی شخصیت وہ تھی کہ جس کے پردہ کا اہتمام وہی تھا جو زہرائے مرضیہ صلوٰۃ اللہ علیھا کے پردہ کا اہتمام تھا، لوگوں کو اس بات کی تمنا رہ گئی کہ کبھی دختر علی علیہ السلام کی آواز سن لیتے، اگر آپ زیارت کے لئے جاتی تھیں تو شب کو جایا کرتی تھیں روضۂ رسول کے چراغ گل کر دیئے جاتے تھے حسنین علیہما السلام آگے پیچھے رہتے تھے۔ ایسی باحجاب اور پردہ دار بی بی کے لئے کیسے ممکن ہے کہ مصر میں راوی نے ان کا چہرہ دیکھ لیا ہو اور اس کی توصیف بھی بیان کرے۔

مسلمہ بن مخلد انصاری امیر مصر

راویوں میں مسلمہ بن مخلد کا ذکر آیا ہے ابن مخلد نے آپ کا استقبال کیا، گیارہ مہینے تک آپ اس کے محل سرا میں رہیں۔ اسی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے محل میں دفن کیا جب کہ حقیقت تو یہ ہے کہ مصر میں آپ کے بابا اور بھیا کے شیعہ موجود ہی نہ تھے ان لوگوں نے امام حسین علیہ السلام کی نصرت سے اعراض کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل مصر عہد خلفاء اور اموی دور میں اموی وعثمانی مذہب تھے عمرو عاص نے وہاں آل محمد سے بغض وکینہ کے پودے کو ایک تناور درخت میں تبدیل کر دیا تھا، اور وہاں بنی امیہ کی محبت کی کاشتکاری شروع کر دی تھی۔

قدیم الایام سے وہاں کا امیر مسلمہ بن مخلد بنی امیہ کے مصاحبوں میں شمار ہوتا ہے جس کا نصب العین دشمنیٔ امیر المومنین علیہ السلام ہے اس نے امام علیہ السلام کی بیعت سے اسی طرح انکار کیا جس طرح ان کے بابا علی مرتضٰی علیہ السلام کی بیعت سے انکار کیا تھا اور اہل مصر سے یزید کی بیعت لی مسلمہ بن مخلد اور دوسرے دیگر افراد معاویہ کے خاص دوستوں میں شمار ہوتے ہیں مسلمہ بن مخلد اور معاویہ بن حدیج ملعون ایسے

خبیث ہیں کہ جو حضرت علی علیہ السلام کو گالیاں دیتے تھے معاویہ بن ابو سفیان نے ان لوگوں کو خون عثمان کا بدلہ لینے کے لئے بلایا تو ان لوگوں نے مثبت جواب دیا اور معاویہ کو مصر سے خط لکھا کہ اپنا لشکر فوراً بھیجو ہم لوگ تمہاری مدد کریں گے تو معاویہ نے وہاں عمرو بن عاص کو روانہ کیا۔

آیا ایسا مصر آپ کے لئے پناہ گاہ ہو سکتا ہے جب کہ آپ بخوبی جانتی تھیں کہ مسلمہ بن مخلد اور دیگر افراد نے ہی محمد بن ابی بکر کو قتل کر کے حضرت علی کو گریہ وزاری کرنے پر مجبور کیا مرتے وقت محمد کو پانی بھی نہ دیا اور مرنے کے بعد گدھے کی کھال میں بھر کر جلا دیا ایسے بد بخت، ملعون اور خبیث شخص کی حکومت میں حضرت زینب علیہا السلام کس طرح مصر کا سفر کر سکتی ہیں کہ جو آپ کے باپ، بھائی اور خاندان عصمت کا دشمن ہو اور اس پر طرفہ تماشا یہ کہ اسی ملعون نے نماز بھی پڑھائی اور اپنے گھر میں دفن بھی کیا۔

مزے کی بات تو یہ ہے کہ مصری مورخ حسن بن زولاق متوفائے ۳۸۷ھ بیان کرتے ہیں:

مسلمہ بن مخلد معاویہ کی خلافت کے آخری ایام میں اس دنیا سے گذر گیا اور یہی اصح ہے جیسا کہ کواکب السیادہ ص ۱۹ طبع مصر پر موجود ہے پس کس طرح ممکن ہے کہ ۶۲ھ یا ۶۳ھ میں مسلم موجود ہوں اور انہوں نے یہ کام انجام دیئے ہوں۔

غور کرنے والی بات تو یہ ہے کہ جناب عبداللہ بن جعفر کی وفات ۸۰ھ میں ہوئی ہے لیکن کہیں نہیں ملتا کہ اس ایک سال کی مدت میں جب آپ وہاں تھیں یا اس کے بعد آپ ان کی زیارت کے لئے آئے ہوں اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت عبداللہ کو بی بی مخدومہ سے کوئی ارتباط نہ تھا اور یہ کذب محض ہے لہٰذا ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہنا درست ہوگا کہ قائلین مصر کو ایک بہت بڑا دھوکہ ہوا ہے جس کا سبب مختلف ومتعدد زینبیات کا وہاں دفن ہونا ہے اور اسی وجہ سے لوگوں نے یہ سمجھا کہ اس سے مراد حضرت زینب بنت علی سلام اللہ علیہا ہیں جب کہ یہ بات بالکل غلط ہے۔(۱)

مقدمہ حضرت آیۃ اللہ مرعشیؒ

حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ مرعشی نجفی کی علمی شخصیت اہل فن کے لئے اظہر من الشمس ہے آپ علم انساب میں مشہور تھے آپ کے کتابخانہ سے اخبار الزینبیات شائع ہوئی ہے جس کے ناشر محمد جواد حسینی مرعشی

(۱) استفادہ از مرقد العقیلہ زینب

ہیں اس کتاب پر آپ نے ایک مفصل مقدمہ تحریر فرمایا ہے جس میں عبیدلی نساب کی زندگی شرح وبسط کے ساتھ ذکر فرمائی ہے۔لیکن یہ مقدمہ چند جہات سے مورد اشکال ہے۔

سب سے پہلے آپ عبیدلی کے مدفن کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ آپ کا مدفن معلوم نہیں ہے جب کہ اسی مقدمہ کے صفحہ ۴۵ر پر محدث قمیؒ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ آپ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالی عنہا کے پاس مدفون ہیں۔

دوسری بات یہ کہ آپ کے اساتید میں امام رضا علیہ السلام کو ذکر فرماتے ہیں جبکہ امام رضا علیہ السلام کی شہادت ۲۰۲ھ یا ۲۰۳ھ میں واقع ہوئی ہے اور عبیدلی نے ۲۱۴ھ میں اس دار فانی میں آنکھ کھولی۔اس مہم اعتراض پر آپ خود متوجہ تھے لہٰذا خود فرماتے ہیں:

"و ان استبعده جماعة من المحققين نظرا الى مقايسة تاريخ ميلاده مع وفاة مولانا الرضا "

"اگر چہ محققین کے ایک گروہ نے آپ کی تاریخ ولادت اور امام رضا علیہ السلام کی وفات کا مقایسہ کرتے ہوئے اسے بعید شمار کیا ہے"

لیکن اس کے بعد آپ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "و يرد الاستبعاد احتمال كونه من المعمرين " "آپ کے بزرگ ہونے کی وجہ سے یہ استبعاد مردود ہے(۱) جب کہ انسان کتنا ہی بوڑھا ہو پیدا ہونے سے قبل کسی کا شاگرد نہیں ہوسکتا وہ بھی گیارہ بارہ سال کے فاصلے کے بعد پیدا ہو رہا ہو۔

تیسری بات یہ کہ ص ۱۴ر پر آپ کتاب جامع الرواۃ کو مولا احمد اردبیلی (مقدس اردبیلی) کی کتاب بتاتے ہیں۔جبکہ یہ کتاب محمد اردبیلی کی ہے چوتھی اور سب سے اہم بات یہ کہ آپ نے مختلف علماء رجال کے حوالے سے عبیدلی کی توثیق پیش کی ہے لیکن کسی میں بھی اس بات کا تذکرہ نہیں ہے کہ عبیدلی کی کتاب،اخبار الزینبیات بھی ہے جب کہ انہی تراجم میں آپ کی دیگر کتب کا ذکر موجود ہے لہٰذا از نظر علمی یہ مقدمہ مخدوش ہے اور اس پر عمل کر کے اخبار الزینبیات کو تقویت نہیں بخشی جاسکتی ہے۔

(۱) اخبار الزینبیات؛ ص ۱۹ر

آقائے عرفانیان کے نام ایک خط

حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید موسیٰ شبیری زنجانی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ صاحب قاموس الرجال جناب شوشتری رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ الاسلام والمسلمین شیخ غلام رضا عرفانیان کے نام ایک خط لکھا تھا جس میں یہ ثابت کیا تھا کہ کتاب اخبار الزینبیات جعلی ہے۔ اس سلسلے میں جب میں نے جناب عرفانیان صاحب سے ملاقات کی تو انہوں نے بھی اس مطلب کی تائید فرمائی کہ صاحب قاموس الرجال نے ان کے نام ایک خط لکھا تھا لیکن کافی تلاش کے باوجود وہ خط ان کو نہ مل سکا تو انہوں نے فرمایا کہ اس سلسلے میں آقائے زنجانی مدظلہ العالی جو فرما رہے ہیں صحیح ہے جب یہ بات میں نے آیۃ اللہ زنجانی مدظلہ سے نقل کی تو انہوں نے فرمایا کہ اس خط میں آیۃ اللہ شوشتری نے یہ لکھا تھا کہ اس کتاب میں راوی نے یہ کہا ہے کہ میں نے بی بی مخدومہ کا چہرہ دیکھا ''و کفاہ خزیا'' یہی اس کی بے شرمی کے لئے کافی ہے دوسری بات یہ کہ مصر میں اہل بیت علیہم السلام کے دشمن رہتے تھے۔ (۱)

اگرچہ بعض بزرگان علمی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ کتاب میں یہ نہیں لکھا ہے کہ راوی نے عمداً یہ فعل انجام دیا ہے بنا برایں ممکن ہے کہ راوی کی نگاہ بدون ارادہ چلی گئی ہو لہٰذا وہ قابل ملامت نہیں ہے۔

آیۃ اللہ عابدی کے استدلال

استاد محترم جناب آیۃ اللہ عابدی مدظلہ الوارف بھی قول مصر ہی کی تائید فرماتے ہیں۔ آپ خود فرماتے ہیں: ''ہم مصر میں آنحضرت کے مدفن کو اقرب بہ صواب جانتے ہیں'' اس سلسلے میں آپ نے مختلف نظریات پر تنقید کئے بغیر اپنے نظریے کی صحت پر استدلال پیش کئے ہیں ہم بھی استاد کے نظریہ پر کوئی تنقید کرنا نہیں چاہتے ہیں فقط آپ کے استدلال کو یہاں مفصل پیش کر دیتے ہیں۔

زینب کبریٰ بنت امیر المومنین صلوات اللہ علیہ جن کی کنیت ام کلثوم اور شوہر عبد اللہ بن جعفر ہیں ان کا مدفن مطہر کہاں ہے؟ آیا شام کے محلۂ راویہ معروف بہ السیدہ زینب میں ہے یا مدینہ منورہ، یا شہر قاہرہ میں، یا اصلاً مجہول ہے؟ اس سلسلے میں چار احتمال ہیں اور ہر احتمال کا کوئی نہ کوئی طرفدار ضرور ہے، ہم تمام علماء کا احترام کرتے ہوئے جن کا اپنا اپنا خاص نظریہ ہے آنحضرت کے مدفن کو مصر کے شہر قاہرہ میں اقرب بہ

(۱) ''خدا کے فضل سے وہ خط مل گیا اور اس میں مذکورہ بالا عبارت موجود ہے''

صواب جانتے ہیں اور یہاں پر دیگر اقوال کا جوب دیئے بغیر اپنے نظریہ کی تائید میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

۱) توفیق ابوعلم مصری اپنی کتاب کریمۃ الدارین ص ۲۵ پر فرماتے ہیں کہ آپ کی قبر قاہرہ میں ہے نیز بہت سارے علماء جنھوں نے سیر وسفر کی راہ اختیار کی ہے اور قبور اہل بیت علیھم السلام کے سلسلے میں مصر کا تذکرہ کیا ہے اس میں حضرت زینب کا تذکرہ قاہرہ میں کیا ہے اوران کے مدفن کو محلۂ سیدہ زینب میں ذکر کیا ہے۔

۲) ابوبکر ہروی متوفی ۶۱۱ھ اپنی کتاب الاشارات الی معرفۃ الزیارات میں فرماتے ہیں کہ حضرت زینب کی قبر مصر میں ہے۔

۳) آیۃ اللہ العظمٰی مرعشی مرحوم جوزمان اخیر کے مشہور عالم انساب تھے آنحضرت کی قبر کو مصر میں جانتے ہیں اور بصورت قطعی فرمایا کرتے تھے کہ حضرت زینب کی قبر مصر میں ہے۔ نیز علامہ مرتضٰی عسکری نے بھی اسے بطور احتمال قبول کیا ہے گرچہ انہوں نے ترجیح دی ہے کہ وہ قبر جو مصر میں ہے وہ زینب صغری کی قبر ہے البتہ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ زینب کبریٰ کی بھی کنیت ام کلثوم تھی ممکن ہے کہ اس بات کی تائید ہو کہ اس سے مراد وہی زینب کبریٰ ہوں۔

۴) باب انساب اور اس بنیاد پر جو احکام فقہی مرتب ہوتے ہیں اس میں بہترین دلیل مسئلہ شہرت ہے۔ اس دلیل کی بنیاد پر بھی قول مصر مقدم ہے کیونکہ تاریخ اسلام کے اوائل سے یہ مشہور ہے کہ آپ کی قبر قاہرہ میں ہے وہ قبر کہ جو شام میں ہے اس کی شہرت بعد میں ہوئی ہے جو تاریخی شہرت نہیں رکھتی ہے۔

۵) چونکہ عام المجاعہ (بھوک کا سال) میں حضرت زینب کا شام کی طرف سفر کرنا کوئی صحت نہیں رکھتا ہے اس وجہ سے بھی مصر کا قول مقدم ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ نہ تو یہ سفر قابل اثبات ہے اور نہ ہی آپ کی کرامت و بزرگواری اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ آپ تنگدستی کی وجہ سے کہیں ایسی جگہ سفر کریں جو اسیری کے زمانے کو یاد دلا دے اس کے علاوہ اس سفر کا کوئی تاریخی مدرک نہیں ہے لیکن یہ احتمال کہ حضرت نے مصر سفر کیا تھا اس کی قوت میں اس وقت اضافہ ہوگا جب اسباب سفر بیان کئے جائیں گے۔

۶) اعتبار عقلی بھی اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ آپ کا مرقد قاہرہ میں ہے کیونکہ حضرت

اسارت کے تلخ ایام اور مدینے لوٹنے کے بعد ہمیشہ مشغول عزاداری رہتی تھیں ۔ مدینے میں جہاں کہیں جاتی تھیں حضرت سید الشہداء علیہ السلام کو یاد کیا کرتی تھیں ، اسی وجہ سے جناب عبداللہ کو اس بات کی فکر ہوئی کہ حضرت کو کہیں ایسی جگہ بھیجا جائے جہاں حضرت امام حسین علیہ السلام کی نشانیاں موجود نہ ہوں تا کہ امام حسین کی یاد کم آئے اور آپ کا نالہ وشیون کم ہو سکے علاوہ از این وہاں کے لوگ محبان اہل بیت علیہم السلام میں شمار ہوتے ہوں سب سے بڑھ کر یہ کہ کوئی جگہ ایسی ہو جہاں لوگوں کو بنی امیہ کے خلاف قیام کرنے کے لئے برانگیختہ کیا جا سکے اور یہ تمام خصوصیات مصر سے مخصوص تھیں ۔

۷) جناب سیدہ نفیسہ زوجۂ اسحاق مؤتمن فرزند امام صادق علیہ السلام ۱۹۳ھ میں زیارت کی خاطر قاہرہ گئیں اور ۲۰۸ھ میں ہیں وفات پائی ۔ اس زمانے میں قاہرہ میں خاندان اہل بیت علیہم السلام میں سے کسی اور کا مرقد نہ تھا کہ سیدہ نفیسہ ان کی زیارت کو جاتیں مگر مرقد حضرت زینب ، کیونکہ مالک اشتر کی قبر بھی قاہرہ سے دور ہے ۔ ضمناً یہ بات بھی روشن ہے کہ زینب بنت یحییٰ بن حسن بن زید نے ۲۴۰ھ میں وفات پائی ہے لہٰذا یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ سیدۂ نفیسہ ان کی زیارت کے لئے گئی تھیں اس لئے کہ سیدۂ نفیسہ تقریباً ان سے ۵۰ رسال پہلے مصر گئی ہیں ۔ بنا براین حضرت زینب کا مرقد قاہرہ میں ہونا چاہیئے ۔ علاوہ از این جس نے سب سے پہلے قاہرہ میں آپ کی قبر بنائی ہے وہ عبید اللہ بن سری بن حکم تھے جنہوں نے خلیفہ فاطمی المستنصر باللہ کے حکم سے ۸۲ھ میں اس قبر کو بنایا اور آج تک باشکوہ و باجلال حرم آنحضرت کی قبر پر موجود ہے اور ہر صبح وشام مصر کے بہت سارے افراد نیز دیگر اسلامی ممالک کے افراد زیارت کی خاطر قاہرہ جاتے ہیں ۔

افسانۂ طلاق

بہر حال جو بھی ہو یہ بات تو مسلم ہے کہ مصریوں نے اہل بیت علیہم السلام کے سلسلے میں کافی کوتاہی کی ہے بلکہ مختلف طریقوں سے اس بات کی کوشش کی ہے کہ آل محمد علیہم السلام کی تنقیص ہو انہیں مختلف کوتاہیوں میں سے ایک کام حسن قاسم مصری نے کیا ہے انہوں نے اپنی کتاب ''سیدہ زینب'' میں تحریر فرمایا ہے کہ جناب عبداللہ بن جعفر نے جناب زینب کبریٰ علیہا السلام کو طلاق دے دیا تھا یہ بات کس حد تک خلاف واقع ہے اور حضرت کے اوپر بہتان عظیم ہے اس کی تحقیق کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ حضرت زینب کبریٰ کی شخصیت کے خلاف ہے کہ وہ ایسے افعال انجام دیں کہ جو طلاق کی حد تک پہنچ جائیں ۔ جبکہ قاسم خود آپ کی

سخاوت، شجاعت، صدق وصفا اور دیگر فضائل ومناقب کے قائل ہیں۔اس کے باوجود شاخسانہ طلاق یقیناً بنی امیہ کے افسانوں میں سے ایک افسانہ ہے اس سلسلے میں جناب ساقی پاکستانی نے کافی تحقیق کی ہے اور اس باطل احتمال کو غلط ثابت کیا ہے نیز بڑی محکم دلیلوں سے اس واضح مطلب کو ثابت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ نے جناب زینب کبری کو طلاق نہیں دیا تھا لہٰذا مشتاق تحقیق افراد اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔

بہر حال مصر میں حضرت کے مدفن کی بعض تائید کرتے ہیں تو دوسرے بعض محققین اس کی بالصراحت نفی کرتے ہیں۔

قول شام

تیسرا قول یہ ہے کہ آپ شام کے قریہ ''راویہ'' میں مدفون ہیں اور اس قول کی تقویت کے لئے صاحب مرقد العقیلہ زینب نے کافی زحمتوں کے بعد ثابت کیا ہے کہ قریہ ''راویہ'' ہی میں آپ مدفون ہیں، نیز علمائے شیعہ مثلاً میرزا علی کنی، مجد دشیرازی، براقی نجفی، محمد حسن اشتیاقی، محمد حسن مراغی، حسن صدر کاظمی، محمد حسین آل کاشف الغطاء، عبدالحسین شرف الدین، سید محسن حکیم، سید عبدالرزاق کمونہ، محمد جواد مغنیہ، سید ابراہیم موسوی زنجانی، جواد شبر وغیرھم نے قول شام کو تقویت بخشی ہے۔

لیکن بزرگ رجالی حضرت آیۃ اللہ العظمی سید موسیٰ شبیری زنجانی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ میں مصر کی نفی کرتا ہوں لیکن شام کے سلسلے میں سکوت اختیار کرتا ہوں اس لئے کہ ایک طرف تو بعض خوابوں کے ذریعہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی طرف سے شام کی تائید ہوتی ہے لیکن اس کے برخلاف چند سال قبل جو قدیم پتھر نکالا گیا تو اس پتھر پر کسی دوسری بی بی کا نام تھا تیسری طرف مدینہ کا بھی ایک قول ہے (شفاہی گفتگو) یہاں پر پہنچ کر حقیر یہ کہتا ہے کہ قول شام اس وقت زیادہ مشہور ہے۔لیکن تحقیقی طور پر معلوم نہیں ہے کہ آپ کی قبر اطہر کہاں ہے ہمارے لئے یہ امر کوئی نیا نہیں ہے دشمنوں کے خوف سے سالہا سال اولین مظلوم جہاں حضرت علی کی قبر مخفی رہی۔ عاشقان ولایت وامامت کے لئے آج بھی ایک ناسور ہے کہ دختر رسول خدا کی قبر مخفی ہے اور خدا جانے کب تک مخفی رہے گی۔ یوسف زہرا منتقم خون حسین آکر اسے آشکار کریں گے یا قیامت کے دن معلوم ہوگا۔

بعض بزرگان علمی کا بیان ہے کہ یہ تمام مکانات مقدسہ، شعائر الٰہی ہیں اور ہمیں ان میں سے کسی

ایک کو بھی سست نہیں کرنا چاہیئے بلکہ تمام محتمل مقامات کا احترام کرتے ہوئے درصورت امکان زیارت کے لئے جانا چاہیئے۔

بیٹی کو ماں سے مشابہت

زینب کبریٰ علیھا السلام ثانی زہراء ہیں اور بہت ساری مشابہت دونوں ماں بیٹی میں پائی جاتی ہے اگر رسول خدا فاطمہ الزہراء کے استقبال کے لئے اٹھتے تھے تو امام حسین علیہ السلام ثانی زہراء کا استقبال کرتے تھے اگر حضرت فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیھا نے پاسبانئ امامت وولایت میں اپنے پہلو کے زخم برداشت کیۓ تو زینب کی پشت بھی تازیانوں کے زخم سے نیلی ہوئی اگر امامت کی حفاظت کے لئے فاطمہؑ نے اپنے محسن کو قربان کردیا تو حضرت زینب نے بھی امامت کی حفاظت کی خاطر اپنے عون ومحمد کو قربان کردیا فرق صرف اتنا ہوا کہ محسن کو دے کر فاطمہ زہرا نے اپنے امام کو بچالیا لیکن عون ومحمد کو قربان کرنے کے باوجود حضرت زینب اپنے امام کو دشمنوں کے نرغے سے نہ بچاسکیں اگر صدیقہ کبریٰ کو اپنا حق ثابت کرنے اور ظالم کے ظلم کو برملا کرنے کی خاطر دربار میں جانا پڑا تو ثانی زہرا کو بھی خون حسینؑ کی حقانیت اور بنی امیہ کے چہرے سے اسلام کی نقاب نوچنے کے لئے دربار میں جانا پڑا بس فرق اتنا تھا کہ جب رسول کی بیٹی دربار میں گئی تھیں تو پردہ زمین پر خط دے رہا تھا لیکن جب علی کی بیٹی دربار عبیداللہ میں آئی تو ''ھی تستر وجھھا بکمھا '' اپنے چہرے کو اپنی آستین سے چھپا رہی تھی اور دربار یزیدی میں نامحرموں کے سامنے بے مقنع وچادر تھی۔

آخری اور اہم شباہت

رسول کی بیٹی کی قبر مخفی ہے کہیں ایسا نہ ہو دشمن بے ادبی کردے کیونکہ شروع سے دشمن کے دل میں آل محمد سے دشمنی وکدورت کا شعلہ بھڑک رہا ہے اور ایسا نہیں ہے کہ یہ فقط زبانی گفتگو ہو بلکہ تاریخ گواہ ہے کہ دفن کے دوسرے دن کچھ ناپاک افراد نے نبش قبر کا ارادہ کیا تھا وہ تو حضرت علی علیہ السلام کی جواں مردی کے سامنے سب کے حواس باختہ ہوگئے اور جرأت نہ کرسکے لیکن دشمن کے دل کا ارمان دل ہی میں مچل کر رہ گیا اور منہ کی کھانی پڑی خدا نے قبر کو مخفی کر کے ان کی تمناؤں کو خاک میں ملا دیا اسی طرح ثانئ زہرا کی بھی قبر مخفی ہے تاکہ دشمن قبر اطہر کی ہتک حرمت نہ کرسکیں اور زیارت کو ہر جگہ جائیں ثواب ہر

جگہ ملے گا۔ بقول ایک بزرگ عالم دین کے کہ قبر زہرا ہمارے دلوں میں ہے۔ہاں آل محمد کی ہر فرد کا مزار ہمارے قلوب میں ہے ثانی زہرا کی قبر بھی ہمارے قلوب میں ہے دنیا نشانئ قبر مٹا سکتی ہے،نہر کے پانی کا رخ روضہ کی طرف موڑ سکتی ہے بقیع کو ویران کر سکتی ہے نجف پر گولی باری کر سکتی ہے، کربلا کو تاراج کر سکتی ہے، سامرہ کو سنسان بنا سکتی ہے، کاظمین کو دشمنوں کا مسکن بنا سکتی ہے لیکن چاہنے والوں کے دلوں پر حکومت نہیں کر سکتی۔ یہاں تو ہر صبح وشام محبت کے چراغ جلتے ہیں اور آنسوؤں کا ہدیہ پیش کیا جاتا ہے اور حاجتوں کی بھیک مانگی جاتی ہے دشمن نے ایک قبر مٹائی اور چھپائی لیکن ہر چاہنے والے کے قلب نے بڑھ کر آواز دی کہ ظاہری نشان قبر مٹانا تمہارے دست بربریت وبہیمیت کا کام ہے لیکن ہر دلوں میں مزار آل محمد علیہم السلام کو محفوظ رکھنا ہمارا طرۂ امتیاز ہے، قارئین کرام یہ ایک مختصر اور اجمالی خاکہ تھا جو حضرت زینب کی زندگی کے حوالے سے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔ بی بی مخدومہ سے یہی دعا ہے کہ وہ ہماری اس مختصر بے بضاعت اور ادنیٰ کاوش کو قبول فرمالیں۔

آمین یا رب العالمین

دوسرا حصہ

عالمۂ غیر معلّمہ

زبان کو یارائے گفتار نہیں، قلم کو جرأت تحریر نہیں، الفاظ کو طاقت تکلم نہیں، ممدوح کی تعریف کے لئے زبان ایسی ہونی چاہیئے جو بطور کامل ممدوح کو پہچانتی ہو۔لیکن جو ممدوح کی کنہ حقیقت سے ناواقف ہو اور وہ سمجھ بھی نہ پا رہا ہو کہ کس کے بارے میں گفتگو کر رہا ہے تو ممکن ہے کہ وہ اپنی دانست میں ممدوح کی تعریف و تمجید کر رہا ہو لیکن درحقیقت وہ ممدوح کی مذمت ہو رہی ہے ایسی صورت میں لازم ہے کہ پہلے ممدوح کی شناخت حاصل کی جائے اور اسے مختلف پہلوؤں سے درک کیا جائے پھر اس کی مدح وستائش میں قلم و زبان کو حرکت دی جائے۔

لیکن کیا کیا جائے کہ ہماری ممدوحہ وہ ذات ہے جس کی معرفت بہت مشکل ہے کیونکہ وہ اس خاندان سے ہے کہ جس کے میر کارواں نے خود کہا ہے کہ "**ینحدر عنی السیل و لا یرقی علی الطیر**"(۱) وہ ذات جو متمم قیام عاشورہ ہوا گر وہ نہ ہوتی تو خون سید الشہداء خاک کربلا میں دفن ہو جاتا، نسل امامت کا خاتمہ ہو جاتا، یزید اور آل یزید کا اصلی چہرہ پہچان میں نہ آتا، شجر اسلام کی آبیاری نہ ہوتی اور وہ ہرا بھرا درخت خشک ہو جاتا، جس کے لئے امام وقت امام زین العابدین سید الساجدین حضرت علی بن الحسین علیہما السلام نے فرمایا:

"**انت عالمة غير معلمة ، انت فهمة غير مفهمة**"

کہاں ہیں دانشوران جہاں وعقلاء روزگار، کہاں ہیں حکماء والباء وقت ومفکران زمانہ آیا ان میں جرأت ہے کہ اس ذات کے بارے میں کچھ کہہ سکیں لا واللہ کسی میں بھی ہمت نہیں ہے کہ ایک حرف بھی اس ذات کی مدح وستائش میں بیان کر سکے اس کی مدح وستائش کے لئے عصمت لسانی درکار ہے مجسمۂ خطا ونسیان اس کی منزلت کو کیا سمجھیں گے۔

---

(۱) نہج البلاغہ؛ خطبہ شقشقیہ۔

وہ ذات جس نے قصر یزیدی کو لرزہ براندام کر دیا، عبید اللہ کی ساری پالیسیوں کو خاک میں ملا دیا، اہل کوفہ کو ذلت وخواری کے سمندر میں غرق کر دیا اور اہل شام کو قعر مذلت میں ہمیشہ کے لئے ڈھکیل دیا ہو جس نے مظلومیت کو فاتح اور ظالمیت کو شکست خوردہ ثابت کر دیا، جو ستم دیدہ، جفا کشیدہ ہو، جس نے اپنے بھائی اور بچوں کا داغ اٹھایا ہو جس نے اسیری کی مصیبت کو برداشت کیا ہو آیا ایسے دلسوز مراحل کے بعد کوئی یہ سوچ بھی سکتا ہے کہ ایسی دلسوختہ خاتون ایک حرف بھی ادا کرنے کے لائق ہو گی۔

لیکن یہ خون علی اور شیر فاطمہ علیہما السلام کی تاثیر تھی کہ ایسے ماحول میں بھی علی کی بیٹی نے ایک ایسا خطبہ دیا کہ اہل کوفہ متحیر ہو گئے، حکومت یزید لرز گئی اور تخت عبید اللہ کانپنے لگا، ہاں ایسی عظیم جرأت و ہمت علی علیہ السلام کی دختر کے علاوہ کسی میں نہیں ہو سکتی یہ زینبؑ نہ تھیں بلکہ متمم خون حسینی، مبلغ حماسۂ حسینی تھیں جو زینب کبریٰ کی شکل میں آشکار تھیں۔ یہاں پہنچ کر اب ہم خود حضرت کے کلام سے حضرت کو پہچاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ تاکہ آپ کی کرامت اور امام زین العابدین علیہ السلام کے جملوں کی قدر و منزلت سمجھ میں آسکے۔

مبلغ عاشورہ کی ذمہ داریاں

بعد عصر عاشور قیام امام حسین علیہ السلام کی تمام تر ذمہ داریاں حضرت زینب کے کاندھوں پر آ گئی تھیں اور واقعہ کربلا کے بعد بطور کلی تین ذمہ داریاں آپ کے اوپر تھیں۔

۱۔ حجت خدا کی حفاظت

شریک مقصد حسینی مدینے سے اسی قصد کے ساتھ چلی تھیں کہ امام وقت کو کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے لیکن مرضیٔ الٰہی میں یہی تھا کہ زہرا کا لال جام شہادت نوش فرمائے لیکن امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد نسل امامت کی حفاظت سب سے عظیم کام تھا جس کی ذمہ داری صدیقہ صغریٰ کے کاندھوں پر تھی۔ اور اس عظیم ذمہ داری کو حضرت نے بنحو احسن انجام دیا اس کی دلیل میں ہم تین مواقع پیش کرتے ہیں۔

پہلا موقع

یہ وہ گھڑی تھی جب امام زین العابدین علیہ السلام اپنے بابا اور امام وقت کی نصرت کے لئے خیمہ سے باہر نکلے تو بی بی نے صدا دی اے فرزند لوٹ آؤ لیکن امام علیہ السلام نے فرمایا اے پھوپھی جان مجھے چھوڑ دیں تا کہ فرزند رسول خدا پر جان نچھاور کردوں۔

امام حسین علیہ السلام نے اپنی بہن سے فرمایا:

''اے بہن سید سجاد کو روک لو کہیں ایسا نہ ہو کہ زمین نسل آل محمد علیھم السلام سے خالی ہو جائے'' (۱)

دوسرا موقع

جب سپاہ یزید نے خیمہ امام حسین علیہ السلام پر حملہ کر دیا اور عورتیں اور بچے ایک دوسرے سے جدا ہونے لگے تو ام المصائب اس وقت بھی امام زین العابدین علیہ السلام کی طرف متوجہ تھیں اور ہر آن امامت کی حفاظت کر رہی تھیں حمید بن مسلم کہتا ہے میں علی بن الحسین کے پاس اس حال میں پہنچا کہ وہ بیمار تھے اور بستر پر پڑے تھے، ناگاہ شمر چند اوباشوں کے ساتھ وہاں پہنچا وہ کہہ رہے تھے کہ کیا اس بیمار کو قتل نہیں کرو گے وہ ملعون آپ کو قتل کرنے کے لئے آمادہ ہو گیا میں نے کہا سبحان اللہ اس کمسن جوان کو قتل کرو گے جبکہ وہ مریض بھی ہے لیکن وہ مصمم ہو گیا اور اپنی تلوار کھینچ لی اسی اثناء میں زینب کبریٰ آ گئیں اور خود کو علی بن الحسین پر گرا دیا اور کہا خدا کی قسم یہ اس وقت تک قتل نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں قتل نہ ہو جاؤں اسی گیرودار میں عمر سعد آیا اور اس نے شمر کو امام زین العابدین علیہ السلام کے قتل سے روک دیا۔ (۲)

تیسرا موقع

دربار عبید اللہ میں جب اس ملعون نے امام زین العابدین علیہ السلام کے قتل کا حکم صادر کیا اور کہا کہ انہیں لے جا کر ان کی گردن مار دو تو محافظ امامت اٹھیں اور اپنے ہاتھوں کو امام سجاد کی گردن میں حمائل کر کے فرمایا:

---

(۱) نفس المھموم؛ ص/۱۸۵ (۲) معالی السبطین؛ ص ۵۱

''یابن زیاد حسبک منی دمائنا و اللہ لا افارقہ فان قتلتہ فاقتلنی معہ ''

''اے پسر زیاد اتنا خون تو نے بہایا بہت ہے خدا کی قسم میں اس سے جدا نہ ہوؤں گی اگر اسے قتل کرنا چاہتا ہے تو ساتھ میں مجھے بھی قتل کر دے''

جب ابن زیاد نے یہ دلسوز منظر دیکھا تو کہنے لگا عجیب رشتہ داری ہے خدا کی قسم مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صحیح میں یہ اس کے ساتھ قتل ہونے پر آمادہ ہے اس وقت حکم دیا کہ زین العابدین علیہ السلام کو رہا کر دو۔

عبید اللہ کو کیا معلوم کہ امامت وولایت کی جان کتنی اہمیت رکھتی ہے۔ اس طرح اپنی جان پر کھیل کر مختلف موارد میں حضرت زینب نے نسل امامت کو نابود ہونے سے بچالیا۔

۲۔ قافلہ کی نظارت

دوسری عظیم ذمہ داری جو دختر علیؑ کے کاندھے پر تھی وہ قافلۂ اسرا کی نظارت ہے، قافلۂ سالار کاروان حسینی کبھی سید سجاد کی دلداری کرتی تھیں تو کبھی بچوں کو دلاسہ دیتی تھیں خود امام سجاد فرماتے ہیں کہ جب پھوپھی اماں نے میرا برا حال دیکھا تو فرمایا:

''ما لی اراک تجود بنفسک یا بقیۃ جدی و ابی و اخوتی ''

''اے بیٹا تمہیں کیا ہو گیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپنی جان دینے پر آمادہ ہو''

اس وقت امام سجاد نے فرمایا:

''اے پھوپھی اماں کیسے بیتاب نہ ہوں جب کہ اپنی آنکھوں سے سب کو خون میں غلطاں دیکھ رہا ہوں''

جب پھوپھی نے یہ حالت دیکھی تو بھتیجے کو دلاسہ دیا کہ بیٹا تم نہ گھبراؤ یہاں مزاریں بنیں گی اور تمہارے بابا کی قبر پر علامت نصب ہوگی جو زمانے کے گذرنے سے ختم نہ ہوگی۔ دوسری طرف بچوں کی دیکھ بھال یہ بھی شریکۃ الحسین ہی کا کام تھا، شام غریباں میں حسین علیہ السلام کی بچی کو تلاش کرنا، کسی بچے کے گر جانے سے خود کو اونٹ کی پشت سے گرا دینا یہ تمام کام قہرمان کربلا کی ذمہ داریوں میں شامل تھے جسے علیؑ کی دلسوختہ بیٹی نے بڑی مستعدی سے انجام دیئے۔

۳۔ حفاظت خون حسینی

تیسری اور شاید سب سے اہم ذمہ داری جو مبلغ قیام عاشورہ کے کاندھوں پر تھی وہ یہ کہ خون حسین کربلا تک محدود نہ رہنے پائے بلکہ تمام عالم تخلیق میں اس کی سرخی قلوب کو متحول کر دے اور بنی امیہ کے ظلم وتشدد کو آشکار کر دے۔ اس ذمہ داری کو دختر زہرا نے مختلف صورتوں میں انجام دیا کبھی آنسوؤں کے سیلاب سے یزیدیت کے قصر کو ڈبویا تو کبھی خود دربار یزیدی میں مجلس برپا کر کے ثابت کیا کہ مظلومیت اور خون حسین کا یہ اثر ہے کہ آج خود قاتل مجبور ہے کہ اپنے دربار میں مظلومیت کی فتح کا اعلان کرے۔ انہی طریقوں میں سے ایک اہم طریقہ تقریر اور ظلم و بربریت کی نقاب کشائی کرنے والے خطبے ہیں جس نے کائنات کو محو حیرت کر دیا آپ کی یہ روش اتنی چشم گیر اور عالمگیر تھی کہ درواقع فقط اسی روش نے سرخیٔ خون حسین کو کائنات کے ذرہ ذرہ تک میں پہنچا دیا لوگوں نے بخوبی سمجھ لیا کہ وہ خون جو کربلا میں بہایا گیا وہ کسی خارجی کا خون نہ تھا بلکہ اس کا خون تھا جس کے خون نے قلب رسول کو پارہ پارہ کر دیا، عرش اعظم متزلزل ہو گیا فرشتے گریہ کناں ہو گئے حتی پتھروں نے خون کے آنسو بہائے اسی خطبہ نے اہل کوفہ کو غفلت سے بیدار کر دیا اور انہوں نے سمجھ لیا کہ حق کدھر ہے اور باطل کدھر۔

خطبۂ کوفہ کا امتیاز

اس اسیری کے سفر میں حضرت مخدومہ کے مختلف خطبے ہیں جو بہت ہی عمدہ اور دشمن شکن ہیں لیکن اس راہ میں آپ کے دو خطبے بہت اہم ہیں ایک خطبہ کوفہ اور دوسرا خطبۂ شام دونوں خطبے مختلف جہتوں سے ایک دوسرے سے متفاوت ہیں لیکن خطبۂ کوفہ کو خطبۂ شام پر کچھ امتیازی خصوصیت حاصل ہے۔

ا۔ خطبۂ کوفہ ایسے ماحول میں پیش کیا گیا جب ابھی واقعۂ کربلا کو گذرے فقط دو روز ہوئے تھے اور تمام مصائب و آلام تازہ تھے۔ ایسی حالت میں زینت خطابت نے اپنے خطبے سے اہل کوفہ کو رسوا کر دیا اگرچہ واقعہ کربلا کوئی ایسا واقعہ نہیں ہے کہ گذشت زمان سے جس میں کمی واقع ہو جائے اور اس کا رنگ پھیکا پڑ جائے بلکہ ایک صدی کے بعد امام زمان نے فرمایا:

”و لابکین علیک بدل الدموع دما“

آیا ہم مصائب کربلا کو درک کر سکتے ہیں؟ ایک صدی گذرنے کے بعد امام زمانہ خون کے آنسو رو رہے ہیں۔

کہنے کا مطلب یہی ہے کہ صدیاں گذرنے کے بعد اس مصیبت میں اتنا اثر ہے تو دو روز گذرنے کے بعد کیا حالت ہوگی لیکن تقریر کے وقت اصلا معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ آیا یہ وہی خاتون ہے جس نے اتنے داغ دیکھے ہیں۔

۲۔ خطبۂ شام حالت استقرار میں تھا، یعنی مجلس یزید میں بی بی مخدرات کے درمیان کھڑی تھیں اور خطبہ پیش کر رہی تھیں لیکن خطبہ کوفہ ایسی حالت میں تھا کہ کوئی مستقر جگہ نہ تھی اور یہ بات بخوبی واضح ہے کہ جگہ کا مستقر ہونا ایک خطیب کے لئے کتنا ضروری ہے لیکن ایسی بے سروسامانی میں بھی ایسا خطبہ دیا کہ فصحاء و بلغاء روزگار انگشت بدنداں ہیں۔

۳۔ کوفہ شہزادی کوفہ کی جانی پہچانی جگہ ہے آپ وہاں کی سرشناختہ شخصیتوں میں شمار ہوتی تھیں امیر المومنین علیہ السلام کی چار سالہ حکومت میں شہزادی تھیں عورتیں آپ کی زیارت کر کے فخر و مباہات کرتی تھیں کہ آج ہم نے ثانی زہرا سے ملاقات کی ہے خلاصۂ کلام یہ کہ آپ کا گھر مرکز اسلام تھا۔ آپ نے ۴۱ھ میں کوفہ کو وداع کیا تھا اور اب دوبارہ جو کوفہ میں وارد ہوئیں تو ایسی حالت میں کہ دشمنان خدا کے ہاتھوں اسیر ہیں یہ مدت ایسی نہ تھی کہ لوگ آپ کو بھول گئے ہوں بلکہ مفسرۂ قرآن کی یادیں سب کے ذہنوں میں محفوظ تھیں، شام میں ایسی حالت موجود نہ تھی کیونکہ شام سے بی بی کا کوئی سابقہ نہ تھا اور آپ پہلی مرتبہ وارد شام ہوئی تھیں لیکن کوفہ میں آپ کس طرح وارد ہوئیں خدا ہی بہتر جانتا ہے، زبان کھولنے کے لئے کس درد و الم کے طوفان نے تلاطم پیدا کیا ہوگا سب کو معلوم تھا کہ جو خاتون ابھی بصورت اسیر کھڑی ہے چار سال سے زیادہ اسی شہر میں حکومت کر چکی ہے لیکن ۲۰ رسال کی مدت میں زمانہ اتنا بدلہ کہ وہی پابند رسن ہے یہ اہم نکتہ بھی ہمیں اس خطبہ کی اہمیت کی طرف نشاندہی کرتا ہے اور شہزادی کوفہ کی روحانیت کو بیان کرتا ہے کہ ایسی حالت میں دلیر سے دلیر خاتون بلکہ شجاع ترین مرد بھی احساس رسوائی سے دم توڑ دے گا لیکن زینبؑ علیا مقام نے اپنی سرشار روح کی مدد سے ایسا خطبہ پیش کیا کہ دختر علی علیہ السلام کے علاوہ یہ کسی کا جگر نہیں ہو سکتا۔

۴۔کوفہ میں بی بی مخدرہ کے مخاطب عوام الناس تھے جبکہ شام میں مخاطب خود حاکم شام یزید پلید علیہ اللعنہ تھا عوام پر بھروسہ اور اعتماد کر کے حکومت وقت کی برائی اور حقیقت فاش کرنا تو آسان ہے کیونکہ احتمال ہوتا ہے عوام ہمارا ساتھ دے گی لیکن جب حکومت بھی مخالف ہو اور عوام کے خلاف زبان کھولی جائے اور اسکی توبیخ کی جائے تو احتمال قوی ہے کہ حالات بالکل بدل جائیں اور عوام حکومت کے ساتھ ملکر خطیب کے خلاف کوئی بڑی سازش کر جائے لیکن ہمارا درود وسلام ہو بنت علیؑ کی جرأت وشہامت پر جنہیں کوئی پرواہ نہیں کہ کوفے والے کیا سلوک کریں گے بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ اہل کوفہ کو سمجھا دیں کہ تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے اور بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہے جو کبھی بخشا نہیں جا سکتا۔

اس جہت سے بھی ہم اس خطبہ کی اہمیت کو سمجھ سکتے ہیں کہ صدیقہ صغریٰ نے خدا پر تکیہ کر کے یہ خطبہ شروع کیا تھا نیز ہمارے لئے بھی ایک درس ہے کہ اگر انسان اپنے امور میں خدا پر بھروسہ رکھے تو پھر دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت اس کا بال بیکا نہیں کر سکتی بلکہ دشمن ہی کو منہ کی کھانی پڑے گی۔

اہم سوال

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا حکومت وقت کو اس کی امید تھی کہ حضرت زینب علیہا السلام ایسا خطبہ پیش کر دیں گی جو تخت حکومت کو متزلزل کر دے گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یقیناً حکومت کو اسکا امکان تھا کیونکہ حضرت زینب علیہا السلام علی وفاطمہ علیہا السلام کی نور نظر تھیں حضرت زہراء صلوات اللہ علیہا نے اس نا مناسب ماحول میں ایسا خطبہ دیا کہ مدینہ سرکار کی حکومت کے پرخچے اڑ گئے ،حضرت علی علیہ السلام نے مختلف نا مساعد حالات میں ایسے خطبات پیش کئے جس کے لئے آج بھی دنیا انگشت بدنداں ہے۔

لیکن ان تمام حقائق کے باوجود حکومت وقت کو یہ امید نہ تھی کہ ایک اسیر اور رسن بستہ خاتون ایسا خطبہ پیش کر دیگی جس سے باطل کے چہرے کی نقاب تار تار ہو جائیگی ،اگر ایسی پیش بینی ہوتی تو عبید اللہ کے درندہ صفت ظالم وخونخوار سپاہی اہلبیت عصمت وطہارت کو کہیں بھی رکنے کا موقع نہ دیتے کہ خطبہ دے سکیں جب عبید اللہ کو امام زین العابدین علیہ السلام کے قتل کا حکم دینے میں کوئی شرم نہ آئی تو اگر وہ سمجھتا کہ ظالم

حکومت کی ایسی کایا پلٹے گی تو وہ ہر ممکن کوشش کے ذریعہ اسے روک دیتا۔

ایک دوسرا سوال

یہاں ایک دوسرا اہم سوال پیدا ہوتا کہ جب حکومت ابن زیاد کو اسکی امید نہ تھی تو جب اسوۂ سخن نے خطبہ شروع کیا تو اس ملعون نے کیوں نہ روکا اور لوگوں کو خطبہ سننے سے کیوں منع نہیں کیا؟

اس سوال کا جواب ایک مغربی مصنف کورٹ فریشلر نے دیا ہے کہ اگر چہ خطبہ دینے والی خاتون نے پورے خطبہ میں کسی کا نام نہیں لیا نہ ہی یزید کا اور نہ ہی عبیداللہ بن زیاد کا،لیکن پورا خطبہ حکومت وقت کے خلاف تھا اور حسب معمول حکومت وقت کو اس کی روک تھام کرنی چاہئے تھی۔

پھر وہ مصنف خود کہتا ہے کہ ابن قتیبہ، بہاء الدین محمد قاضی بعلبک ،صاحب کتاب التاریخ الاکبر نے عدم ممانعت کی تحلیل اس طرح کی ہے۔

۱۔ اعراب خطبہ سننے سے لذت محسوس کرتے تھے .اس لذت کو دیگر قومیں درک نہیں کر سکتی ہیں پیش رفت اسلام کی علتوں میں سے ایک اہم علت یہی ہے کہ عرب کلام سے بے حد متاثر ہوتے تھے اور کلام الٰہی نے انکو اسطرح مسخر کیا کہ وہ حلقہ بگوش اسلام ہوتے چلے گئے۔

۲۔ اہل کوفہ کے لئے یہ پہلا موقع تھا جب کوئی خاتون خطاب کیلئے زبان کھول رہی ہو اگر چہ قبل از اسلام و بعد از اسلام عورت کا خطبہ دینا مرسوم تھا لیکن اہل کوفہ کیلئے یہ امر تعجب آور تھا۔

۳۔ جو خاتون خطبہ دے رہی تھی وہ اسیر تھی اور زنِ اسیر کے خطبے میں اتنی سلاست و صلابت اک خارق العادہ امر ہے کیوں کہ عرب کے نزدیک اسیر کو کوئی حق نہیں ہوتا ہے اور وہ ایک ذلیل و رسوا مخلوق تصور کیا جاتا ہے، اسیر کا تکلم کرنا ایسا تھا گویا کسی دوسری دنیا کی مخلوق محو سخن ہے۔

۴۔ دختر امیر سخن فصیح و بلیغ انداز میں خطبہ دے رہی تھیں اور اہل کوفہ کا اپنا خاص محلی لہجہ تھا خلاصہ یہ کہ اس کلام نے مذکورہ علتوں کی وجہ سے لوگوں کو بے حد متاثر کیا(۱)

(۱) امام حسینؑ و ایران؛ ص ۳۷۴، بحوالہ ''تکرار حماسۂ علی در خطبہ زینب''ص ۱۹۔۲۱

اگر چہ یہ اسباب بہت اہم ہیں لیکن ان میں سے کسی ایک نے بھی ہمارے سوال کا جواب نہیں دیا کہ ''کیوں حکومت وقت نے اس خطبہ کونہیں روکا؟ جبکہ یہ خطبہ سراسر حکومت وقت کی چولیں ہلا رہا تھا۔ اگر ہم اس سوال کے جواب میں یہ کہیں کہ کربلا کے دلخراش واقعہ کے بعد حالات اتنے خطرناک اور بحرانی ہو چکے تھے کہ حکومت وقت کو خدشہ تھا کہ ہمارا تختہ الٹ جائے گا تو صحیح جواب یہی ہوگا، کیوں کہ شام میں بھی یہی دیکھتے ہیں کہ یزید نے مجبوراً امام زین العابدین علیہ السلام کولکڑیوں کے ڈھیر پر جانے کی اجازت دی تھی جسے دنیا منبر کہہ رہی تھی۔ یہاں بھی عبید اللہ کا مانع نہ ہونا وہی خطرہ تھا جو پسر زیاد کو سانپ کی طرح ڈس رہا تھا''

فقدان شرائط خطابت

ایک خطیب کے لئے چند شرطیں ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی مفقود ہو جائے تو کتنا بڑا خطیب ہی کیوں نہ ہو زبان نہیں کھول سکتا ہے۔

ا۔ رعایت مناسبت

خطیب کو مناسبت کا لحاظ کرنا چاہئے اگر کسی محفل جشن میں گفتگو کر رہا ہے تو ایسی باتیں نہیں کہنا چاہئے کہ جو جشن سے مناسبت نہ رکھتی ہوں اگر کسی مجلس میں گفتگو کر رہا ہے تو اسے غم کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔

۲۔ آمادگی

خطیب کو خطابت سے قبل آمادگی کرنا چاہئے یہی وجہ ہے کہ جو لوگ بغیر آمادگی کے بولنا شروع کر دیتے ہیں انکے کلام میں نفوذ نہیں ہوتا ہے۔

۳۔ عدم مشکل

خطیب کو خطابت کے وقت کوئی مشکل نہ ہو مشکل دو طرح کی ہوتی ہے (۱) مادی مشکل (۲) روحی مشکل مادی: مثلاً کوئی چند دنوں سے بھوکا، پیاسا ہو یا دو رات کا جگا ہو۔ اگر کوئی ایسی مشکل خطیب میں پائی گئی تو خطابت نہیں کر سکتا ہے۔ مشکل روحی: یہ مشکل مادی مشکل سے زیادہ اہم ہے اگر کسی کا بیٹا مر جائے تو اسے بولنے کی سکت نہیں ہوتی ہے خطابت تو دور کی بات ہے اگر کوئی کسی شہر میں صاحب عزت شمار ہوتا ہو

اور وہاں اسکی رسوائی ہو جائے تو اسکے اوسان خطا ہو جائیں گے پھر وہ بولے گا کچھ اور منہ سے نکلے گا کچھ۔

۴۔سامعین کی آمادگی

اگر کسی خطیب کے لئے مذکورہ شرائط موجود ہوں لیکن سامنے والے سننے پر آمادہ نہ ہوں تو خطیب کا بولنا دشوار ہو جائے گا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر میدان عرفات میں آپ لوگوں کے سامنے کچھ کہنا چاہتے تھے لیکن لوگوں نے بولنے نہ دیا۔''فکبروا وھللوا افقاموا'' وہ لوگ اللہ اکبر لا الہ الا اللہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے تو حضرت نے بھی کچھ بیان نہ کیا۔

۵۔سامعین کی موافقت

اگر اہل مجلس از نظر اعتقادی خطیب کے مخالف ہوں تو خطیب انکے سامنے گفتگو نہیں کر سکتا ہے مگر یہ کہ انہیں کے عقیدہ کے مطابق گفتگو کرے۔

۶۔سکوت

اگر تمام مذکورہ شرائط موجود ہوں لیکن مجلس میں شور وغل ہو رہا ہو تو ولو سامعین آمادہ ہوں، خطیب آمادہ ہو لیکن خطیب کا بولنا دشوار ہو جاتا ہے۔

آیئے ان چھ موارد کو پروردگار خطابت کی تقریر کے بارے میں موازنہ کریں تب معلوم ہوگا کہ یہ خطبہ تھا یا شریکۃ الحسین کا معجزہ جو خطبے کی شکل میں آشکار ہو رہا تھا۔

شرط اول

شرط اول رعایت مناسبت تھی جو بی بی مخدرہ کے خطبے میں بالکل مفقود تھی کیونکہ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ اہل کوفہ اور ارباب حکومت، قتل واسیریٔ اہل بیت کی خوشی میں جشن منا رہے تھے لیکن بی بی نے ایسا خطبہ دیا کہ ان کی خوشیاں غم میں تبدیل ہو گئیں۔

شرط دوم

دوسری شرط بھی مفقود تھی کیونکہ حضرت کو یہ گمان نہیں تھا کہ ایسی رقت بار وضعیت میں آئیں گی اسی لئے تو حضرت عباس سے کہا تھا کہ عباس تمہاری شہادت کے بعد زینب کو یقین ہو گیا کہ میرے بازو میں

رسن بندھے گی جس خاتون کوایسی وضعیت کا گمان نہ ہووہ خطابت کی آمادگی کیا کرے گی۔

شرط سوم

تیسری شرط عدم مشکل تھی اگر کوئی چند گھنٹے پیاسا ہوتو اس کا بولنا دشوار ہو جاتا ہے حضرت زینبؑ جو چند دنوں سے بھوکی اور پیاسی تھیں سوچا جاسکتا ہے کہ پیاس کس سیلابی رفتار سے اپنا کام کررہی ہوگی آپ کب سے جاگ رہی تھیں یہ بھی کسی کومعلوم نہیں ہے ان سب کے علاوہ اگر کسی کا ایک بچہ دنیا سے گذر جائے تو اس کا بولنا دشوار ہو جاتا ہے لیکن ام المصائب نے ایک پسر نہیں بلکہ زہرا صلوٰات اللہ علیہا کی کھیتی اسلام پر نچھاور کردی اس کے علاوہ اسیری کی رسوائی اور سب سے بڑھکر صدیقۂ صغری وہاں اسیر ہوکر آئیں ہیں جہاں کی شہزادی تھیں غور کرنے کا مقام ہے کہ ایسی ذلت اور رسوائی کی صورت میں جب روح پر حملے پر حملے ہورہے ہوں کیا کسی میں اتنی ہمت ہے کہ کوئی ایسے ماحول میں زبان کھولے لیکن ایسی حالت میں بھی دختر علی علیہ السلام نے ایسی شہامت اور جرأت کے ساتھ خطبہ دیا کہ دنیا انگشت بدنداں ہے۔

شرط چہارم

سامعین کی آمادگی۔کیا کوئی احتمال بھی دے سکتا ہے کہ اہل کوفہ بی بی کا خطبہ سننے کے لئے آمادہ تھے کوئی اسیر کی گفتگو نہیں سنتا ہے لیکن اسوۂ سخن نے ایسی حالت میں وہ تقریر کی کہ لوگوں کی آواز ان کے سینے میں دب کررہ گئی۔

شرط پنجم

سامعین کی موافقت۔کوفہ میں کوئی بھی آل اللہ کا موافق نہ تھا بلکہ سب کے سب مخالف تھے۔

شرط ششم

سکوت: بازار کوفہ شور وغل کا مرکز تھا لوگ ایک دوسرے سے گفتگو میں محو تھے جانوروں کی صدائیں کانوں پر گراں تھیں ایسے ماحول میں تقریر کرنا بے فائدہ تھا لیکن معجزۂ رسالت کی معجزنما بیٹی نے جواک بار اشارہ کیا تو نہ فقط لوگوں کی آواز ان کے سینے میں حبس ہوگئی بلکہ اونٹوں کے گردن کی گھنٹیاں

بھی خاموش ہوگئیں یہی وہ عظیم معجزہ تھا جو کوفہ میں خطبہ کی شکل میں پیش ہو رہا تھا اس اعجازی تقریر نے کچھ اس طرح لوگوں کو مبہوت کیا کہ خطبہ کا راوی کہتا ہے۔

آیئنہ بلاغت علی

راوی کہتا ہے کہ '' **رأیت زینب بنت علی و لم ار و اللہ خفرہ انطق منھا کانھا تفرغ عن لسان امیر المومنین علیہ السلام** ''

''میں نے زینب بنت علی کو دیکھا اور خدا کی قسم ان سے باحیا تر کسی خاتون کو نہ دیکھا جو ان سے زیادہ طرز خطابت و تقریر سے واقف ہو گویا زبان امیر المومنین علی علیہ السلام سے وہ الفاظ ادا ہو رہے تھے''

راوی کے اس جملہ میں کچھ اہم نکات ہیں جن کی طرف اشارہ کرنا لازم ہے۔

۱۔کلمۂ خفرہ

ایک عظیم معنی کا حامل ہے جو دختر حیا کی معراج شرم و حیا کا بیان گر ہے کیونکہ کلمۂ مذکور اس مقام پر استعمال کیا جاتا ہے جب کسی میں انتہائی درجہ کی شرم و حیا موجود ہو اور یہ بات بھی واضح ہے کہ صفت حیا سب کے لئے خصوصا بزم نسواں کے لئے بہترین زیور ہے غور و دقت کا مقام یہ ہے کہ سخنران اور خطیب اگر اپنی خطابت میں حیا اور شرم کو ملحوظ خاطر رکھے تو بہت عظیم امر ہے کیونکہ ان دونوں کا جمع کرنا اجتماع ضدین ہے اور وہ عورتیں جو خطابت کرتی ہیں یہ بات ان میں مشاہدہ کی جاتی ہے کہ وہ اپنی تمام حیا و وجاہت کو محفوظ نہیں رکھ پاتی ہیں۔

لیکن راوی کہتا ہے کہ ویسے ماحول میں بھی فاطمہ صلوٰات اللہ علیہا کی جائی نے معراج حیا کو اس طرح برقرار رکھا کہ حیا خود پر ناز کرنے لگی

۲۔جملۂ لم ... انطق منھا

یہ جملہ سمجھاتا ہے کہ راوی کوئی عام آدمی نہ تھا بلکہ ایسا شخص تھا جس نے اپنی زندگی میں ادباء و خطباء کے بیانات کو بغور سنا تھا لیکن اس کی نظر میں خطیب منبر سلونی کی بیٹی سے بڑھ کر کوئی طلیق اللسان نہ تھا۔

۳۔جملۂ کانھا تفرغ عن لسان امیر المومنین علی علیہ السلام

یہ جملہ اشارہ ہے کہ راوی نے حضرت علی علیہ السلام کو بھی سنا تھا اور وہ آپ کے خطبہ کو مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کی شبیہ قرار دے رہا ہے نیز اس سے حضرت زینب کا بے نظیر تسلط روشن ہوتا ہے کہ آپ کے ذہن میں خطیب منبر سلونی کی زبان تھی جس کی فصاحت و بلاغت کو آج تک علماء وحکماء والباء و ادباء سمجھنے سے قاصر ہیں۔

خطبہ کے مدارک

یہ خطبہ اتنی اہمیت کا حامل ہے کہ علماء شیعہ اور اہل تسنن دونوں نے اسے نقل کیا ہے علماء شیعہ میں سے جس نے بھی مقتل کے موضوع پر کتاب لکھی ہے ان میں سے اکثر اور بیشتر نے اس خطبہ کو نقل کیا ہے چاہے وہ علماء، متقدمین کی فہرست میں ہوں یا متاخرین کی، یہاں پر بعض کتابوں کے نام پیش کیے جاتے ہیں۔

۱۔ ''امالی شیخ مفید'' محمد بن محمد نعمان العکبری البغدادی الملقب بہ شیخ مفید، متوفی ۴۱۳ھ مطبع منشورات المطبعۃ الحیدریہ فی النجف الاشرف، کتابخانۂ آستانۂ مقدسہ قم شمارہ ثبت کتاب ۳۳۳۸ رشمارہ قفسہ ۱۷۱۔ ۲۔ ''امالی'' ص ۱۹۰۔۱۹۱

۲۔ ''امالی شیخ طوسی'' ابوجعفر محمد بن الحسن الطّوسی متوفی ۴۸۰ھ مجلس سوم ۱۴۲/۱۵۱ ص ۹۱ تا ۹۳ ناشر دارالثقافہ قم، پہلا ایڈیشن ۱۴۱۴ھ کتابخانۂ آستانۂ معصومہ قم شمارہ ثبت کتاب ۴۴۲۸۰ رشمارہ قفسہ ۱۷۵۔

۳۔ ''مثیر الاحزان'' نجم الدین محمد بن جعفر بن ابوالبقاء ھبۃ اللہ بن نما الحلی ص ۶۶، متوفی ۶۴۵ھ مطبوعہ منشورات المطبعۃ الحیدریہ فی النجف، سال طباعت ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۹۵۰ء کتابخانۂ آستانۂ مقدسہ قم، شمارہ ثبت کتاب ۶۳۴۱ رشمارہ قفسہ ۶۱۔

۴۔ ''احتجاج طبرسی'' ابومنصور احمد بن علی بن ابی طالب الطبرسی جو چھٹی صدی کے علماء میں سے تھے، ناشر انتشارات اسوہ، سال نشر ۱۴۱۳ھ پہلا ایڈیشن، الاحتجاج۔ ج ۲ ص ۱۰۹ تا ۱۱۳۔

۵۔ ''اللھوف فی قتلی الطفوف'' سید بن طاؤس جو ساتویں صدی کے علماء میں سے تھے ص ۱۶۴ مطبوعہ دفتر نشر نوید اسلام، قم۔ چوتھا ایڈیشن خرداد ۷۸ شمسی۔ ہمراہ ترجمۂ عقیقی بخشایشی۔

۶۔ ''دمع السجوم ترجمہ نفس المھموم'' محدث قمیؒ، مترجم علامہ شعرانی بنقل احتجاج ص ۴۳۶، ناشر ذوی القربیٰ پہلا اڈیشن۔

از علماء اہل سنت ابن طیفور ابوالفضل احمد بن ابی طاہر متوفی ۳۸۰ھ نے ''بلاغات النساء'' ص ۲۳۔۲۴ پر اس خطبے کو نقل کیا ہے۔ مطبوعہ، مکتبہ بصیرتی قم، کتابخانہ آستانہ مقدس قم، شمارہ مسلسل ۹۹۹۳۔

شیخ جعفر نقدی فرماتے ہیں کہ جاحظ نے البیان والتبین میں خزیمہ اسدی سے اس خطبے کو نقل فرمایا ہے۔

آغاز تکلم

بازار کوفہ شور وغل کا مرکز تھا ہر شخص اپنے اپنے نظریات پیش کر رہا تھا، گھوڑوں کی ہنہناہٹ، اونٹوں کی گھنٹیاں سب بازار کوفہ کے ہنگامہ میں اضافہ کا سبب تھیں۔ بشیر بن خزیم اسدی کہتا ہے کہ میں نے اس دن زینب بنت علی علیہما السلام کو دیکھا میں نے ان سے باحیا تر خاتون کو کبھی نہیں دیکھا تھا خدا کی قسم ان سے زیادہ سخنور تر کسی کو نہ پایا گویا امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے لہجہ میں تکلم کر رہی تھیں بازار کوفہ شور وغل کا مجسمہ تھا کسی کی آواز کسی تک نہیں پہنچ رہی تھی اسی اثناء میں ''و قد اومأت الی الناس ان اسکتوا فارتدت الانفاس و سکنت الاجراس ''(۱) حضرت زینب نے لوگوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اس اشارہ کا اثر یہ ہوا کہ سانسیں تھم گئیں اور اونٹوں کی گھنٹیوں کی آواز بھی ختم ہوگئی۔ دختر امیر خطابت نے خطبہ شروع کر دیا لوگ حضرت علی علیہ السلام کی آواز کی لذت محسوس کرنے لگے اور بڑے غور سے مبلغ قیام عاشورہ کی تقریر سننے لگے ادباء حیران تھے کہ اس شہامت و صلابت سے تو کوئی مسند نشیں بادشاہ بھی نہیں بول سکتا یہ کون خاتون ہے کہ جو اس طرح دنیا کو غرق حیرت کئے ہوئے ہے سانسیں رکی جا رہی ہیں، بازار کوفہ پر سناٹا ہے ہر آدمی ادھر نگاہ کئے ہے جس طرف سے اشارہ ہوا تھا۔

علی علیہ السلام کی علی دختر نے زبان علوی کو حرکت دیتے ہوئے تکلم کا اس طرح آغاز کیا ہے۔

(۱) لہوف؛ ص ۱۶۴، ناشر نوید اسلام

متن خطبہ

" قَالَتْ بَعْدَ(۱) حَمْدِ اللّٰهِ تَعَالٰیٰ وَ الصَّلوٰةِ عَلیٰ رَسُوْلِهٖ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ) اَمَّا بَعْدُ فَيَا اَهْلَ الْكُوْفَةِ ، يَا اَهْلَ الْخَتْلِ وَ الْغَدْرِ(۲) وَ الْخَذْلِ(۳) وَ الْمَكْرِ(۴) ، أَلا فَلا رَقَأَتِ(۵) الْعَبْرَةُ(۶) وَ لا هَدَأَتِ الزَّفْرَةُ(۷) اِنَّمَا مَثَلُكُمْ(۸) كَمَثَلِ الَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثاً تَتَّخِذُوْنَ أَيْمَانَكُمْ دَخْلاً بَيْنَكُمْ ، هَلْ(۹) فِيْكُمْ إِلَّا الصَّلْفُ(۱۰) وَ الْعُجْبُ(۱۱) وَ الشَّنَفُ(۱۲) وَ الْكِذْبُ(۱۳) وَمَلَقُ الْإِمَاءِ وَ غَمْزُ(۱۴) الْاَعْدَاءِ

---

(۱) نسخۂ لہوف؛ امالیٔ شیخ مفیدؒ، امالیٔ شیخ طوسیؒ الحمد لله و الصلاة على ابى (جدى) محمد و آله الطيبين الاخبار.

(۲)(۳)(۴)(۵)(۱۳) لہوف میں نہیں ہے۔

(۶) لهوف ؛ الدمعة

(۷) لهوف ؛ الرنة

(۸) امالئ شيخ مفيد؛ فما مثلكم الا كالتى

(۹) لهوف ؛ ا-م- الا...

(۱۰) امالئ شيخ طوسى ؛ الصلف الظلف و الضرم الشرف . مثير الاحزان ، بعد از الصلف و "ذل العبد" ہے .

(۱۱) لهوف ؛ الصدر

(۱۲) ا- م - خوارون فى اللقاء عاجزون عن الاعداء ناكثون للبيعة مضيعون للذمة

(۱۴) غمزه در لهوف و بلاغات النساء

(۱۵) بلاغات النساء ؛ هل انتم الا...

ترجمہ

تمام حمد وستائش خدا کے لئے مخصوص ہے، اور درود وسلام ہو ہمارے بابا محمد اور ان کی پاک ونیک کردار آل پر اے اہل کوفہ، اے اہل فریب وخیانت، اور اے وہ لوگو کہ جو راہ حق سے دور ہو۔ کیا تم لوگ آنسو بہار ہے ہو؟ تم لوگوں کے آنسو خشک نہ ہوں اور تمہارے نالہ کم نہ ہوں۔ درحقیقت تمہاری مثال اس عورت کی سی ہے جو اپنا سوت مضبوط کاتنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑ ڈالتی ہے۔ تم لوگ اپنے عہد و پیمان کو دستاویز فساد قرار دیتے ہو۔ کیا تمہارے درمیان بیہودہ گوئی، خود بینی، دشمنی، دروغگوئی کے علاوہ کچھ اور ہے۔ اسی طرح کنیزوں کی طرح چاپلوسی اور دشمنوں کی طرح عیب جوئی کے علاوہ تمہارے درمیان کچھ ہے؟ یا تمہاری مثال اس گھاس کی ہے جو گھور پر اگتی ہے یا اس چاندی کی ہے جو قبر پر زینت کے لئے لگائی جاتی ہے

أوْ كَمَرْعىً عَلىٰ دِمنَةٍ أوْ كَفِضَّةٍ عَلىٰ(۱) مَلْحُوْدَةٍ ، الاَ (۲)بِئْسَ مَا قَدَّمت لَكُمْ(۳) اَنْفُسُكُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ وَ فِي الْعَذَابِ اَنْتُمْ خَالِدُوْنَ .

أ تَبْكُوْنَ(۴) أخِيْ ؟؟ أجَلْ(۵) وَ اللّٰهِ فَابْكُوْا فَاِنَّكُمْ وَاللّٰهِ اَحْرِيَاءُ(۶) بِالْبُكَاءِ فَابْكُوْا كَثِيْراً وَاضْحَكُوْا قَلِيْلاً ، فَقَدْ بُلِيْتُمْ(۷) بِحَارِهَا وَ مُنِيْتُم بِشِنَارِهَا وَ لَنْ(۹) تَرْحَضُوْهَا أبَداً وَ أنّٰى تَرْحَضُوْنَ قَتْلَ سَلِيْلِ(۱۰)خَاتَمِ النُّبُوَّةِ(۱۱) وَ مَعْدِنِ(۱۲) الرِّسَالَةِ وَ سَيِّدِ شَبَابِ(۱۳) اَهْلِ الْجَنَّةِ وَ مَلاذِ (۱۴)حَرِيْمِكُمْ وَ مَعَاذِ(۱۵) حِزْبِكُمْ وَ مَقَرِّ(۱۶) سِلْمِكُمْ وَ آسِيْ كَلْمِكُمْ(۱۷) وَ مَفْزَعِ(۱۸)نَازِلَتِكُمْ وَ الْمَرْجِعِ اِلَيْهِ(۱۹) عِنْدَ مُقَاتِلَتِكُمْ وَ مَدْرَةِ حُجَجِكُمْ وَ مَنَارِ(۲۰) مَحَجَتِكُمْ ألاَ سَاءَ (۲۱) مَا قَدَّمَتْ لَكُمْ أنْفُسُكُمْ ، وَ سَاءَ مَا تَزِرُوْنَ لِيَوْمِ بَعْثِكُمْ فَتَعْساً تَعْساً وَ نَكْساً نَكْساً ! لَقَدْ خَابَ السَّعْيُ وَ تَبَّتِ الْاَيْدِيْ وَ خَسِرَتِ

(۱) امالی شیخ مفیدؒ وطوسی؛ موجود نہیں ہے۔ (۲) ا۔م۔ا۔ط، فبئس ۔لہوف؛ مثیر الاحزان؛ بلاغات النساء۔ الاساء

(۳) م۔ا۔ یہ جملہ بعد میں مذکور ہے وبعد از این تا ''فابکوا کثیرا...تک نہیں ہے۔ (۴) لہوف؛ ''اتبکون و تنتحیون'' (۵) ا۔م۔لہوف؛ ای (۶) لہوف؛ میں یہ جملہ نہیں۔ (۷) لہوف؛ م۔ا۔ فلقد ذھبتم

(۸) لہوف؛ ا۔م۔ب۔ن۔ موجود نہیں ہے۔م۔ا۔ بؤتم

(۹) لہوف؛ ب۔ن۔ لن ترحضوھا بغسل بعدھا ا۔م۔و لن تغسلوھا دنسھا عنکم۔

(۱۰) ا۔م۔فسلیل ۔م۔ا۔ من کان... (۱۱) ا۔م۔الرسالۃ

(۱۲) ا۔م۔موجود نہیں ہے۔ (۱۳) ب۔ن۔الشبان۔

(۱۴) لہوف؛ ا۔م۔خیرتکم۔ب۔ن۔موجود نہیں ہے۔بحار الانوار؛ ملاذ حربکم

(۱۵) لہوف؛ ا۔م۔ب۔ن۔موجود نہیں ہے۔ (۱۶) و (۱۷) لہوف؛ ب۔ن۔ا۔م۔موجود نہیں ہے۔

(۱۸) و (۱۹) ب۔ن۔مفرخ۔ا۔م۔ب۔ن۔لہوف۔موجود نہیں ہے۔

(۲۰) لہوف؛ حجتکم ۔ا۔م۔امارۃ (۲۱) ب۔ن۔لہوف؛ موجود نہیں ہے۔

آ گاہ ہو جاؤ کیا بدترین توشہ تمہارے نفس نے قیامت کے لئے بھیجا ہے جس نے خدا کے خشم کو تمہاری طرف متوجہ کر دیا ہے اور تم ہمیشہ کے لئے عذاب میں رہو گے۔

تم رو رہے ہو اور نالہ وشیون کرر ہے ہو؟ ہاں خدا کی قسم تم آنسو بہاؤ کیونکہ رونے کے سب سے زیادہ سزاوار تم ہی ہو پس خوب روؤ اور کم ہنسو۔ درحقیقت تم نے ننگ وعار کو اپنا شعار بنا کر اپنے دامن کردار کو داغ دار بنالیا ہے لہٰذا ہرگز اس ذلت ورسوائی کے داغ کو مٹا نہیں سکتے بھلا کس طرح تم اس ننگ وعار کو دھو سکتے ہو جب کہ تم نے فرزند خاتم انبیاء اور معدن رسالت کو قتل کر دیا؟ وہ تو جوانان جنت کا سردار تھا۔ جنگوں میں تمہاری تکیہ گاہ اور تمہاری زندگی کی پناہ گاہ تھا، وہ تمہاری صلح ومسالمت کی قرار گاہ اور تمہارے زخموں کا طبیب تھا۔ وہ تمہاری زندگی کے حوادث میں نقطۂ پناہ اور تمہاری جنگ وجدال میں تمہارا امن تھا۔ وہ تمہاری دلیلوں کا بیانگر اور تمہاری راہوں کا چراغ تھا۔ آ گاہ ہو جاؤ کہ جو سامان پہلے سے تم لوگوں نے اپنے لئے مہیا کیا ہے وہ بہت برا ہے (بلکہ بہت بری چیز تم نے پہلے سے اپنے لئے مہیا کیا ہے) اور بدترین بار تم نے قیامت کے دن کے لئے اپنے دوش پر اٹھا رکھا ہے۔ پس تم تہس نہس اور برباد ہو جاؤ نیز سرنگوں ہو جاؤ اور دور ہی سے جہنم میں ڈال دیئے جاؤ۔ درحقیقت تمہاری کوشش ناکام اور تمہارے ہاتھ کٹ گئے اور معاملے میں تم نے نقصان اٹھایا ہے

الصَّفُقَةُ وَ بُوْتُمْ بِغَضَبٍ مِنَ اللّٰهِ وَ ضُرِبَتْ عَلَيْكُمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ أَ تَدْرُوْنَ؟(١)وَيْلَكُمْ اَىَّ كَبِدٍ لِمُحَمَّدٍ(٢) صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ فَرَتْتُمْ(٣) ؟؟ وَ اَىَّ عَهْدٍ نَكَثْتُمْ ؟؟ وَ اَىَّ كَرِيْمَةٍ لَهُ اَبْرَزْتُمْ(٤) ؟؟ وَ اَىَّ حُرْمَةٍ لَهُ هَتَكْتُمْ(٥) ؟؟ وَاَىَّ دَمٍ لَهُ سَفَكْتُمْ ؟؟لَقَدْ(٦) جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا تَكَادُ السَّمٰوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا لَقَدْ جِئْتُمْ بِهَا شَوْهَاءَ(٧) (صَلْعَاءَ ، عُنْقَاءَ ، سَوْدَاءَ ، فَقْمَاءَ) خَرْقَاءَ طِلَاعَ الْاَرْضِ وَ السَّمَاءِ أَ فَعَجِبْتُمْ اَنْ تَمْطِرَ(٨) السَّمَاءُ دَماً وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى(٩) وَ هُمْ لَايُنْصَرُوْنَ فَلَا يَسْتَخِفَّنَّكُمُ الْمُهَلَ فَاِنَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ لَا يَحْفَزُهُ(١٠) الْبِدَارُ وَ لَا يُخْشَى(١١) عَلَيْهِ فَوْتُ الثَّارِ كَلَّا إِنَّ رَبَّكَ لَنَا وَ لَهُمْ(١٢) لَبِالْمِرْصَادِ ثُمَّ اَنْشَأَتْ تَقُوْلُ عَلَيْهَا السَّلَامُ:

مَاذَا تَقُوْلُوْنَ اِذْ قَالَ النَّبِيُّ لَكُمْ   مَاذَا صَنَعْتُمْ وَ اَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَمِ(١٣)

---

(١) لہوف؛...يا اهل الكوفة۔ بلاغات النساء میں...لقد جئتم کے بعد مذکور ہے۔

(٢) لہوف؛ لرسول الله (٣) ا۔م۔لہوف؛فريتم

(٤) ا۔م،اصبتم (٥) لہوف؛انتهكتم

(٦) لہوف؛ تا آخر آیت موجود نہیں ہے۔

(٧) ان میں بعض کلمات امالی شیخ مفید اور بلاغات النساء میں نہیں ہیں۔

(٨) لہوف؛ مطرت۔ا۔م۔ب۔ن، قطرت

(٩) لہوف؛ و انتم لا تنصرون۔ن۔ط وهم لا ينظرون

(١٠) لہوف؛ يحفزه۔ب۔ن۔تحفزه (١١) لہوف؛ا۔ط۔ب۔ن۔ يخاف

(١٢) لہوف؛إن ربكم لبالمرصاد (١٣) ان اشعار کو یہاں پر احتجاج میں ذکر کیا ہے

تم غضب خدا کی طرف پلٹ گئے۔ ذلت وخواری تم پر مسلط اور محیط کر دی گئی ہے۔
وائے ہو تم پر، تم کو کچھ خبر بھی ہے کہ تم نے رسول خدا کے جگر کو کس طرح پارہ پارہ کیا ہے؟
اور کس عہد و پیمان کو توڑا؟ اور کیسی پردہ نشین مخدرات کو کوچہ و بازار میں پھرایا ہے؟
اور کس کی ہتک حرمت کی ہے؟ اور کس کا خون بہایا ہے؟

تم نے اتنا بڑا سخت کام کیا ہے کہ قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شگافتہ ہو جائے۔ اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑیں۔ بہت دشوار اور عظیم، بد اور کج تفرقہ انداز اور سنگین مصیبت ہے وہ بھی ایسی مصیبت جس نے آسمان اور زمین کو گھیر لیا ہے۔

تمہارے دلسوز اور دردناک فعل پر آسمان سے خون کی بارش پر تم کو تعجب ہے؟ آخرت کا عذاب تو اور زیادہ رسوا کرنے والا ہوگا اور ان کو کہیں سے مدد بھی نہ ملے گی اور تمہاری بھی مدد نہیں کی جائے گی۔

مہلتیں تم کو مغرور نہ کریں کیونکہ خداوند عالم کو جلد بازی حرکت میں نہیں لاتی ہے (یعنی خدا عقاب میں جلد بازی نہیں کرتا ہے اور اسے زمان انتقام کے فوت کا خوف (بھی) نہیں ہے۔
ہرگز ایسا نہیں ہے جیسا تم تصور کر رہے ہو۔ بیشک تمہارا پروردگار ہماری اور تمہاری کمین میں ہے۔

پھر آپ وہیں پر فی البدیہہ چند اشعار انشاء فرما کر اس طرح انہیں پڑھنے لگیں:
۱) اس وقت کیا کہو گے جب نبی تم سے پوچھیں گے (کہ) تم نے کیا کر دیا جبکہ تم آخری امت تھے۔

بِاَهْلِ بَيْتِى وَ اَوْلَادِى وَ تَكْرِمَتِى   مِنْهُمْ أُسَارَى وَ مِنْهُمْ ضَرَّجُوْا بِدَمٍ

مَا كَانَ ذَاكَ جَزَائِى إِذْ نَصَحْتُ لَكُمْ   أَنْ تُخْلِفُوْنِى بِسُوْءٍ فِى ذَوِى رَحْمِى

إِنِّى لَأَخْشىٰ عَلَيْكُمْ أَنْ يَحِلَّ بِكُمْ   مِثْلُ الْعَذَابِ الَّذِى أَوْدَى عَلىٰ إِرَمٍ

۲) میرے اہل بیت، میری اولاد اور میرے عزیزوں کے ساتھ۔ ان میں سے بعض کو اسیر کر دیا اور بعض کو خون میں غلطاں کر دیا۔

۳) میری خیر خواہی کی کیا یہی جزا تھی کہ میرے بعد تم لوگ میرے خاندان کے ساتھ ایسا سلوک کرو۔

۴) مجھے خوف ہے کہ تم پر وہی عذاب نازل ہو جیسے عذاب نے قوم ارم (قوم ہود) کو نابود کر دیا

نوٹ

امالی شیخ مفیدؒ کی علامت ''ام'' ہے۔

امالی شیخ طوسیؒ کی علامت ''اط'' ہے۔

مثیر الاحزان کی علامت ''م ا'' ہے۔

بلاغات النساء کی علامت ''ب ن'' ہے۔

الحمد لله و الصلاة علی ابی (جدی) محمد و آله الطیبین الاخیار

ترجمہ

تمام حمد وستائش خدا کے لئے مخصوص ہے اور درود وسلام ہو ہمارے بابا محمد اوران کی پاک اور نیک آل پر۔

شرح

زینب کبریٰ علیھا السلام آغوش عصمت وامامت کی پروردہ ہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ بغیر حمد الٰہی کے زبان کھول دیں لہٰذا اپنے کلام کی ابتداء حمد الٰہی ودرود برمحمد وآل محمد علیھم السلام سے کی۔ یہاں پر ایک بات قابل توجہ ہے وہ یہ کہ ان تمام مصائب وآلام کے باوجود بی بی مخدرہ ذات واجب الوجود کی تعریف کر رہی ہیں۔ درحقیقت یہ بتانا چاہتی ہیں کہ ہر حال میں ہم خدا سے راضی ہیں اوراس کا شکرادا کرتے ہیں۔ کیونکہ اس کے علاوہ کوئی لائق حمد وثنا نہیں ہے ہمارے تمام مصائب وآلام امتحان کے علاوہ کچھ نہیں ہیں کہ اس امتحان میں مدد الٰہی کے ذریعہ کمال ابدی تک پہنچنا چاہیئے۔ حضرت کی یہ حمد وستائش دنیائے اسلام کے لئے ایک درس ہے کہ خدا کا حقیقی بندہ وہی ہے کہ جو مصائب وآلام کی گھڑی میں جزع وفزع نہ کرے اور ایسے کلمات ادا نہ کرے کہ جو منافی شان الٰہی ہوں بلکہ ہر حال میں اس کی حمد وثنا کرے۔

الحمد لله

یہ ایک ایسا جامع جملہ ہے کہ مفسرین کرام نے سورہ حمد کی تفسیر میں اس پر مفصل بحث کی ہے لہٰذا اس بحث کو چھوڑتے ہوئے آگے بڑھتا ہوں المختصر یہ کہ خداوند عالم کی جامع مدح وستائش کے لئے خدا کی نظر میں یہی کلمہ ''الحمد'' مناسب ترین کلمہ ہے یہی وجہ ہے کہ یہ کلمہ غیر از خدا کسی کی مدح وستائش کے لئے بھی استعمال بھی نہیں ہوسکتا۔

و الصلاۃ علی ابی (جدی)

جد عربی میں دادا اور نانا دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔اختلاف کی بنیاد پر ممکن ہے کہ ''ابی'' یا ''جدی'' کہا ہو۔معنی کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ جد کو بھی عربی میں اب کہا جاتا ہے اور یہ اردو میں بھی مستعمل ہے بعض لوگ اپنے نانا کو ابا کہتے ہیں۔

لیکن جو فصاحت و بلاغت اس جملے میں ہے درواقع وہ قابل غور ہے زینب کبریٰ علیھا السلام نے اس کلمۂ''ابی'' کے ذریعہ یزید اور یزیدیوں کی تمام پالیسیوں کو خاک میں ملا دیا کیونکہ یہ کلمہ بخوبی سمجھا رہا ہے کہ مجھے پہچان لو کہ ہم وہ ہیں جن کے نانا خاتم المرسلین اور سید النبیین ہیں ابن زیاد نے یہ سمجھا تھا کہ ہم لوگوں سے چھپا کے کہ یہ کون اسیر ہیں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے یہی وجہ ہے کہ لہوف میں سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ کوفہ کی ایک خاتون نے پوچھا''من ای الاساری انتن ''آپ لوگ کس قبیلہ اور ملک کی اسیر ہیں تو اسرائے آل محمد علیھم السلام نے فرمایا''نحن اساری آل محمد ''ہم اسرائے آل محمد ہیں۔(۱)اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کوفیوں سے اس امر کو مخفی رکھا گیا تھا کہ کس خاندان کو تاراج کیا گیا اور کس کی کھیتی برباد ہوئی ہے۔لیکن اس ایک کلمہ میں تمام اعتراض و احتجاج پوشیدہ ہیں جو اہل کوفہ کو بتا رہے ہیں کہ پہچان لو اولاد رسول کو اسیر بنایا گیا ہے۔اگر تم میں رمق اسلام باقی ہے تو آؤ ظالم سے انتقام لو کیونکہ آل رسولؐ پر یہ ظلم و ستم ڈھائے گئے ہیں۔

و آلہ الطیبین الاخیار

پیغمبر اسلام پر درود و سلام بھیجنے کے فوراً بعد بی بی نے آل محمد کا ذکر فرمایا اور ان کی دو صفتیں ۱)پاک ۲)نیک کردار، بھی ذکر فرمائیں۔مبلغ قیام عاشورہ سمجھانا چاہتی تھیں کہ جن کو تم قید کر کے لائے ہو وہ، پاک و پاکیزہ اور اخیار ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمیں قید کرنے والے خبیث و نجس ہیں کیونکہ دشمن طہارت، نجاست و پلیدی ہے۔ہم اخیار اور نیک کردار ہیں، ہمارا دشمن شر اشرار ہے۔یہ دو کلمات نہ تھے بلکہ دو دھاری تلوار تھی جس نے ایک ساتھ یزید و ابن یزید کا قلع قمع کر دیا اور سمجھا دیا کہ اہل کوفہ! تم نے طیبین و اخیار کا خون بہایا

---

(۱)لہوف؛ص/۱۶۲

ہے اوران کو اسیر کیا ہے جس کا نتیجہ تم عنقریب پا لو گے۔

اس جملہ سے ایک اہم نکتہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلام پر درود وسلام کا طریقہ یہ ہے کہ آپ کے ساتھ آپ کی اولا د امجاد پر بھی صلوٰت بھیجی جائے۔ یہ وہ مطلب ہے جس کی طرف روایات میں بھی اشارہ ہے۔مثلاً خود پیغمبر اسلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا'' **لاتصلوا علی صلاۃ مبتورا بل صلوا الی اھل بیتی و لا تقطعوا ھم فان کل نسب و سبب یوم القیامة منقطع الا النبی** ''(۱)یعنی رسول اسلام نے فرمایا مجھ پر دم بریدہ صلوٰت نہ بھیجا کرو بلکہ میرے اہل بیت پر بھی درود وسلام بھیجا کرو، ان لوگوں کو (مجھ سے) جدانہ کرو کیونکہ قیامت کے دن نبیؐ کے علاوہ سب کے حسب ونسب منقطع ہو جائیں گے۔

اس کے علاوہ صلوات کے فضائل بے شمار اور غیر قابل حد واحصاء ہیں ۔مثلاً صلوٰت گناہوں کا کفارہ اورانکی بخشائش کا ذریعہ ہے۔مثلا امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"**من لم یقدر علی ما یکفر به ذنوبه فلیکثر من الصلاۃ علی محمد و آله فانه تھدم الذنوب ھدما** "(۲)یعنی جوشخص اپنے گناہوں کے کفارے ادا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا ہے پس اسے کثرت سے محمد و آل محمد پر صلوات بھیجنا چاہیئے کیونکہ یہ صلوات گناہوں (کی دیوار) کو بالکل منہدم کردیتی ہے۔اس کے علاوہ صلوات کی اہمیت کے لئے ارشاد ہوا ہے کہ وہ خدا کے نزدیک تسبیح وتہلیل وتکبیر کے مساوی ہے امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:''**الصلاۃ علی محمد و آله تعدل عند الله عز و جل التسبیح و التھلیل و التکبیر** ''(۳)یعنی محمد وآل محمد پر صلوات بھیجنا خدا کے نزدیک سبحان اللہ، لا الہ الا اللہ اوراللہ اکبر کہنے کے برابر ہے۔

سنگین ترین عمل

معصوم سے نقل ہے کہ فرمایا:'' **اثقل ما یو ضع فی المیزان یوم القیامةالصلاۃ علی محمد و علی اھلبیته** ''(۴)یعنی قیامت کے دن سب سے زیادہ سنگین جو چیز میزان پر رکھی جائیگی وہ صلوات بر محمد وآل محمد ہے۔

(۱)وسائل الشیعہ ؛ ج ر۷،ص ر۲۰۷ باب ر۴۲، حدیث ر۹۱۲۷

(۲)عیون اخبار الرضا علیہ السلام؛ ج ر۱حدیث ۲۷۲۔بحارالانوار؛ ج ر۱۹،ص ر۴۷

(۳)عیون اخبار الرضا علیہ السلام؛ ج ر۱حدیث ۲۷۳(۴) قرب الاسناد؛ بحوالہ سفینۃ البحار؛ ج ر۵،ص ر۱۷۱

سبب خلّت

امام حسن عسکری علیہ السلام سے نقل ہے کہ آپ نے فرمایا: ''انما اتخذالله ابراهیم علیه السلام خلیلا لکثرة صلاته علی محمد و اهلبیته" (صلوات الله علیهم) (۱) یعنی خداوندعالم نے ابراھیم علیہ السلام کو اس لئے اپنا خلیل ودوست بنایا کہ وہ محمد اوران کے اہل بیت صلوات اللہ علیہم پر کثرت سے صلوات بھیجا کرتے تھے۔

روز جمعہ کا بہترین عمل

امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا ''ما من عمل افضل یوم الجمعة من الصلاةعلی محمد و اله ''(۲) یعنی جمعہ کے دن محمد وال محمد پر صلوات سے بڑھکر بافضیلت عمل کوئی نہیں ہے۔

سرخ رو

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:''الا اعلمک شیئا یقی الله به وجهک من حرجهنمُ ؟ قلت : بلیٰ قال : قل بعد الفجر اللهم صلی علی محمد و آل محمد مائة مرة یقی الله به وجهک من حرجهنم '' (۳) کیا میں تم کوایسی چیز تعلیم نہ دوں جس کی وجہ سے خداوندعالم تمہارے چہرہ کوجہنم کی گرمی سے محفوظ رکھے گا؟ راوی کہتا ہے: میں نے کہا: کیوں نہیں۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا: بعداز نماز صبح ۱۰۰ ر مرتبہ اللھم صل علی محمد و آل محمد پڑھو۔ خدا اس کے صدقے میں تمہارے چہرہ کوجہنم کی گرمی سے محفوظ رکھے گا۔

مدام استغفار

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے: ''من صلی علی فی کتاب لم تزل الملائکة تستغفر له مادام اسمی فی ذالک الکتاب''(۴) یعنی جوشخص (اپنی) کتاب میں مجھ

(۱) علل الشرائع؛ بحوالۂ سفینۃ البحار؛ ج ۵،ص ۱۷۱

(۲) خصال؛ بحوالۂ سفینۃ البحار (۳) ثواب الاعمال؛ بحوالۂ سفینۃ البحار؛ ج ۵،ص ۱۷۱

(۴) سفینۃ البحار؛ ج ۵ص ۱۷۲

پر صلوات بھیجے گا تو فرشتے اس وقت تک اس کے لئے مدام استغفار کرتے رہیں گے جب تک اس کتاب میں میرا نام ہوگا۔

بخیل

''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ :البخیل حقا من ذکرت عندہ فلم یصل علیّ '' (۱)(یعنی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا: بخیل وکنجوس وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

جنت کی خوشبو نہیں سونگھ پائے گا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''من صلی علی و لم یصل علی آلی لم یجد ریح الجنة و ان ریحھا لتوجد من مسیرة خمسما ئة عام ''(۲)(یعنی) جو مجھ پر صلوٰت بھیجے اور میری آل پر صلوات نہ بھیجے تو وہ جنت کی خوشبو (بھی) نہیں پا پائے گا جبکہ اس کی خوشبو پانچ سو سال کے راستے سے محسوس ہوتی ہے۔

مقصود یہ ہے کہ جنت کی خوشبو اتنی دور سے محسوس ہوتی ہے جتنی مسافت انسان پانچ سو سال میں طے کرے گا۔ اب اس پانچ سو سال سے دنیا والے سال مراد ہیں یا آخرت کے سال، یہ تو خدا اور رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔

بعنوان ثواب وتبرک یہ چند حدیثیں بدون توضیح وتفسیر آپ کی خدمت میں پیش کی گئی ہیں۔اس کے علاوہ بہت ساری حدیثیں مختلف عناوین کے تحت کتابوں میں موجود ہیں جو خود مستقل ایک موضوع ہے۔ ہمارا مقصود تو فقط یہ تھا کہ صلوات کی اجمالی اہمیت محبان اہل بیت علیھم السلام کے سامنے آشکار ہو جائے تب اس کے بعد نواسۂ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے جملہ پر غور کیا جائے کہ بھرے دربار میں صلوات پڑھ کر اہل دنیا اور اہل کوفہ کو بتا دیا کہ نبیؐ پر صلوات پڑھ کر خوش نہ ہونا بلکہ ان کے ساتھ ان کی اولاد پر بھی صلوات بھیجنا، اگر کل تم نے سلیقۂ صلوات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھا ہوتا تو کبھی بھی تم ان کی کھیتی کو ویران نہ کرتے اور انکی ذریت کو اسیر نہ بناتے لیکن تم نے فقط نبیؐ پر صلوات بھیج کر یہ سمجھا

(۱) معانی الاخبار؛ بحوالۂ سفینۃ البحار؛ ج ۵، ص ۱۷۱ (۲) امالی صدوق؛ بحوالۂ سفینۃ البحار؛ ج ۵، ص ۱۷۱

کہ تم نے بہت بڑا تیر مارلیا ہے۔ دیکھواس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب تم لاکھ اچھے اچھے عمل بجالاؤ لیکن جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکتے ہو چہ جائیکہ خود جنت!!

اما بعد یا اهل الکوفة یا اهل الختل و الغدر و الخذل أ تبکون فلارقات العبرة و لا هدات الزفرة

ترجمہ

اے اہل کوفہ اے اہل فریب وخیانت اور اے وہ لوگو کہ جو راہ حق سے دور ہو کیا تم لوگ آنسو بہا رہے ہو؟ تم لوگوں کے آنسو خشک نہ ہوں اور تمہارے نالہ وشیون ختم نہ ہوں۔

شرح

نکتۂ ادبی

کلمہ ''عبرة '' اور''زفرة'' پر جو''ا،ل'' ہے وہ مضاف الیہ کے بدلے میں ہے اگر ان دونوں کلمہ کا مضاف الیہ ضمیر مخاطب ''کم'' ہو تو نفرین و بددعا کا معنی سمجھ میں آتا ہے عبارت کا ترجمہ اسی فرض کی بنیاد پر ہے، اگر چہ اس صورت میں بھی ممکن ہے کہ نفرین نہ ہو بلکہ بی بی مخدرہ آئندہ کی پیشین گوئی کر رہی ہوں کہ اے اہل کوفہ اس ظلم کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارے آنسو کبھی خشک نہ ہوں گے کیونکہ اس قتل وغارتگری کے نتیجے میں تم نے خدا سے دشمنی مول لی ہے۔

اسی قسم کی عبارت ہمیں دعائے عرفہ میں بھی ملتی ہے کہ جہاں دو احتمال ہے امام حسین فرماتے ہیں: ''عمیت عین ان لا تراک '' ایک معنی اس کا وہی نفرین و بددعا ہے یعنی، اندھی ہو جائے وہ آنکھ جو تجھے نہ دیکھ پائے جب کہ ممکن ہے کہ یہ جملہ ایک حقیقت کی خبر دے رہا ہو کہ وہ شخص اندھا ہے جس نے تجھے نہیں دیکھا۔

لیکن مضاف الیہ اگر ضمیر متکلم ''نا'' ہو تو اس وقت معنائے مذکور فرض نہیں کیا جا سکتا ہے بلکہ اس وقت یہ معنی ہوگا کہ تم لوگ کیوں رو رہے ہو تم لوگوں کو خوشیاں منانی چاہیں کیونکہ آل محمد کا گھر تاراج کر دیا آنسو تو ہمارے لئے ہیں ہمارے آنسو کبھی خشک نہ ہونگے اور ہمارے نالہ وشیون کبھی تمام نہ ہوں گے۔ لیکن

اگر خطابت کے آہنگ کو مدنظر رکھا جائے تو مضاف الیہ کا ''کم''، ضمیر مخاطب ہونا واضح ہے کیونکہ اس جملہ کے بعد بی بی نے اہل کوفہ کی تین خصلتوں کو بیان فرمایا ہے کہ جو صفات رذیلہ میں سے ہیں اور ان کی روحی کیفیت کو آشکار کرنا مقصود تھا۔ لہٰذا معنائے نفرین مناسب ہے کہ جو ضمیر مخاطب سے حاصل ہوتا ہے۔ یہاں اس جملہ میں بی بی نے چند صفات رذیلہ کو بیان فرمایا ہے جن کی طرف ایک مختصر اشارہ کرنا بہتر ہوگا۔

الختل

معنای ختل ، خدعہ ، دھوکہ ، فریب ، مکاری ، حیلہ گری ... ہے یہ صفت از نظر علم اخلاق صفات رذیلہ میں شمار ہوتی ہے اور انسان کی نفسانی گندگی و کثافت کو بیان کرتی ہے جب انسان ہر چیز کو اپنی ملکیت سمجھتا ہے تو چاہتا ہے کہ حیلہ اور مکر کے ذریعہ لوگوں کو دھوکہ میں ڈال کر اپنا الو سیدھا کر لے ، خداوند عالم قرآن مجید میں اس صفت کو یہودیوں سے مختص کرتا ہے کہ ان کو اگر ایک دینار بھی رکھنے کے لئے دو گے تو وہ نہیں لوٹائیں گے کیونکہ وہ اسے اپنا مال سمجھتے ہیں۔(۱)

اس سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ ایک مومن کی صفت میں ختل و فریب کا کوئی دخل نہیں ہونا چاہیئے لیکن بی بی مرضیہ کی تقریر کے مطابق اہل کوفہ حیلہ و مکر کے خوگر فریب و دغا کے عادی تھے، یہ بری صفت ان میں موجود تھی جو انہیں از نظر اخلاقی اس بات کی دعوت دے رہی ہے کہ تم اپنے باطن کو ملاحظہ کرو تمہارا کردار یہودیوں سے ملتا جلتا ہے جو اسلام کے بدترین دشمن ہیں۔

الغدر

غدر ای نقض عهده؛(۲) غدر کے معنی عہد و پیمان شکنی ہیں، عہد و پیمان شکنی، خیانت یہ بھی صفت رذیلہ ہے جو کفار اور یہود کا خاصہ ہے، اس عہد شکنی کا وجود پیغمبر اسلام کی زندگی میں بھی تھا اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے اسی عہد شکنی کے نتیجے میں یہودیان بنی قریظہ کو آب شمشیر سے سیراب کیا اور انکے اموال بعنوان غنیمت اور ان کے بچے اور ان کی عورتیں بعنوان کنیز و غلام مسلمانوں کے لئے تقسیم ہوگئیں خود خداوند عالم نے اپنے نبی کو ہدایت فرمائی کہ اگر تم دیکھو کہ کفار اپنی عادت کے مطابق عہد و پیمان

(۱) آل عمران؛ آیت/۷۵۔

(۲) المصباح المنیر ؛ص/۴۴۳

توڑنے کی کوشش کررہے ہیں تو ان سے پہلے تم پیمان باطل کردو۔(۱) حضرت علی علیہ السلام کی خلافت میں بھی ایسے لوگ ملتے ہیں کہ جنہوں نے عہد شکنی کی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ آپ اس گروہ سے جنگ کرنے پر مجبور ہو گئے بصرہ کی جنگ اسی نکث عہد اور خیانت کا نتیجہ تھی آخر کار وہ گروہ، ناکثین کے نام سے مشہور ہو گیا یعنی عہد توڑنے والے یہاں پر باطن شناس مخدرہ اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمارہی ہیں کہ تم میں عہد شکنی اور صفت خیانت پائی جاتی ہے۔

حقیقت اسلام ابھی تک تمہارے وجود میں رچی بسی نہیں ہے تم اس کی حقیقت سے بیگانہ ہو اسلام لاتے وقت جو تم لوگوں نے عہد و پیمان کیا تھا یعنی قربیٰ سے محبت اس کے تم پابند نہ رہے اور عہد شکنی کو اپنا شعار بنالیا اس طرح سے کہ محبت تو دور کی بات ہے تم نے قربیٰ کو ترک و دیلم کے قیدیوں کے جیسا قید کرڈالا ان کے جوانوں کو تہ تیغ کردیا ان کے خاندان کو غارت کردیا ان تمام ظلم وستم اور ان تمام برائیوں کی جڑ یہی ہے کہ تم نے اپنا ہاتھ آل اللہ کے خون سے سرخ کیا ہے

الخذل

خذل بمعنای ترک نصرت ہے(۲) جو شخص حق کی نصرت سے دامن چراتا ہے وہ یقیناً راہ حق سے منحرف ہے یہ ایک ایسی بری اخلاقی صفت ہے کہ جو بنا بر نقل قرآن مجید شیطان ملعون کی صفت ہے خداوند عالم فرماتا ہے: ''کَانَ الشَّیْطَانُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلاً'' شیطان کی دوستی انسان کے لئے گمراہی کی ڈگر ہے شیطان انسان کو گمراہ کرنے والا ہے۔(۳) واضح ہے کہ جو آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور ہو جائے گا درحقیقت سرچشمۂ ہدایت اور دریائے نجابت وطہارت سے دور ہو گیا۔ جس نے اہل بیت اطہار کو اس رقت بار وضعیت میں مبتلا کردیا وہ یقیناً اہل خذل وگمراہی ہے وہ ذلت وخواری کے گھٹاٹوپ اندھیرے میں گھر چکا ہے ہدایت کی تمام راہیں اس پر مسدود ہو چکی ہیں اب وہ آنسو بہائے یا ماتم کرے بلکہ تا قیام قیامت روتا رہے تب بھی اس کی آہ وزاری اس کا نالہ وشیون موثر نہ ہوگا۔ جب یہ صفات تم میں ہویدا و آشکار ہیں تو یقیناً تم لائق نفرین ہو اب تم اس کے نتیجہ میں ہمیشہ مصیبتوں میں گرفتار رہو گے بلکہ وہ ظالم و

(۱) سورۂ انفال؛ آیت/۵۸۔

(۲) المصباح المنیر؛ ص۱۶۵۔(۳) سورۂ فرقان؛ آیت/۲۹

جابر تمہیں خون کے آنسو رلائیں گے دختر علی و بتول علیہما السلام کی یہ بد دعا کچھ اس طرح مستجاب ہوئی کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد سے اہل عراق نے خوشی نہ دیکھی ہمیشہ کوئی نہ کوئی جابر بادشاہ ان پر مسلط رہا کبھی حجاج جیسے سنگدلوں نے حکومت کی تو کبھی مروان جیسے ناپاک انسان نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی اسی باطن اور ناپاک نسل کی ایک گندیدہ ترین کڑی صدام ہے جس کا ظلم وتشدد دنیا پر روز روشن کی طرح آشکار ہے جو اپنے کیفر کو پہنچ چکا ہے۔

اختلاف نسخ

احتجاج طبرسی میں کلمہ'' الخذل ''کے بعد'' المکر '' بھی ہے بنابرین ایک چوتھی صفت رذیلہ جو بی بی نے اہل کوفہ کے لئے بیان فرمائی ہیں وہ صفت مکر ہے جو دشمن اسلام کی صفت ہے اور خدا ایسے لوگوں کو دوست نہیں رکھتا ہے یہ اہل کوفہ کی مکاری ہی تو تھی کہ خود آل اللہ کو قتل کیا اور خود رو رہے تھے اسی کی طرف حقیقت آشنا خاتون نے اشارہ فرمایا کہ تم مکار ہو تمہارا آنسو حقیقت پر مبنی نہیں ہے بلکہ یہ مگرمچھ کے آنسو ہیں اگر یہ آنسو غم والم کے ہوتے تو کیوں تم جشن مناتے اور کیوں اسیروں کا تماشہ دیکھنے آتے۔

اہم نکتہ

علم اخلاق کا تعلق انسان کے باطن سے ہے یہ علم انسان کے باطن کو جلا بخشتا ہے اور اساس دین اسلام اسی پر گامزن ہے کیونکہ دین، اصول، فروع اور اخلاق کا نام ہے جس میں اخلاق کو ان دونوں پر برتری حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر انسان کو اپنا تجزیہ آپ کرنا چاہیئے۔ تاکہ پائی جانی والی برائی کا ایک بہتر عنوان سے تدارک کر سکے کیونکہ ایک دوسرے شخص کا کسی کے باطنی امراض کی خبر دینا مشکل ہے بڑے سے بڑے معلم اخلاق امراض روحی کے آثار بتاتے ہیں کہ اگر یہ اثر تم اپنے اندر پاؤ تو اس کا علاج یہ ہے مثلاً حسد، غرور، بزدلی، والدین کی نافرمانی سب کے اثرات ہیں اور ہر ایک کا علاج الگ الگ ہے جو انسان اپنے اندر اسے پائے اور اسکا علاج بھی کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے راہیں کھلی ہیں لیکن ہم آغاز خطبہ میں پروردہ آغوش خطیب منبر سلونی میں یہ کمال دیکھتے ہیں کہ باکمال صراحت اہل کوفہ کے خبث باطن کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے جو ہر کس وناکس کا کام نہیں ہے ان کلمات سے ہم بی بی مخدرہ کے علمی پیمانہ کا اندازہ بخوبی لگا سکتے

ہیں کہ یہ علم ایسا ہے کہ جو فکر بشری سے پرے ہے کیونکہ یہ ان کی دختر ہیں جنکے یہاں پرواز فکر کے بھی پر شل ہو جاتے ہیں یوں ہی نہیں چوتھے امام نے عالمہ غیر معلّمہ وفہمۂ غیر مفہمہ کا خطاب دیا ہے۔

عظیم مغالطہ

دشمنان آل محمد علیہم السلام نے جب دیکھا کہ یہ نفرین ہمارے خرمن کو جلا رہی ہے تو انہوں نے دنیا کے سامنے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ یہ نفرین شیعوں کے لئے ہے یہی وجہ ہے کہ چودہ سو سال گذر نے کے باوجود آج بھی شیعہ سال کا پہلا مہینہ آنسوؤں کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں یہ حضرت زینب علیہا السلام کی بد دعا کا نتیجہ ہے کہ آج تک شیعہ رو رہے ہیں۔

درحقیقت انسان جب شرمندہ ہوتا ہے تو اپنی خفت وسبکی اور جھنجھلاہٹ مٹانے کے لئے دوسرے پر برس پڑتا ہے جس طرح بلی شکار کے ہاتھ سے نکلنے کی وجہ سے کھمبا نوچنے لگتی ہے۔ اس مثل کے مصداق درواقع ایسے ہی لوگ ہیں جنہوں نے ہر قسم کے مظالم ومصائب ڈھانے کو اپنا شعار سمجھا یہ وہ شبہ ہے جس کے نتیجے میں امیر شام نے پیچھے ہٹی ہوئی فوج کو دوبارہ جنگ وجدال میں مشغول کردیا۔ یہ وہ وقت تھا جب جنگ صفین میں عمار یاسر علیہ الرحمہ معاویہ کی فوج کے ہاتھوں شہید ہوگئے تو فرزند نابغہ عمرو عاص پریشان حال معاویہ کے پاس آیا اور عمار کی شہادت کی خبر سنائی اور کہا کہ فوج میں اضطراب ہے امیر شام نے پوچھا کیوں؟ عمرو عاص نے کہا کہ مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے نہیں فرمایا تھا کہ عمار کو ستمگر گروہ قتل کرے گا؟ معاویہ نے مغالطہ کرتے ہوئے کہا۔ تمہاری عقل کہاں چلی گئی کیا میں نے اسے قتل کیا ہے یا علی نے قتل کیا ہے جو اسے ہمارے نیزوں کے سامنے لا کھڑا کیا؟ (۱) اس طرح اعلان کردیا کہ علی علیہ السلام نے عمار کو قتل کیا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شام کی جاہل ونافہم قوم دوبارہ مصروف پیکار ہوگئی اس واقعہ کے بعد دشمن جب بھی کسی گیرودار میں پھنستا ہے تو اپنے مورث اعلیٰ اور اپنے بزرگوں کی روش پر چل کر لوگوں کو گمراہ کرتا ہے لیکن حق مجسم نے کل ہی اسی مغالطہ کا جواب دیدیا تھا ہم بھی آج وہی جواب دیتے ہیں۔

جب معاویہ کی یہ خبر حضرت علی علیہ السلام کو پہنچی تو آپ نے فرمایا اگر معاویہ صحیح کہہ رہا ہے تو یہ بھی کہنا پڑے گا کہ حمزہ علیہ السلام کے قاتل پیغمبر صلی اللہ علیہ آلہ وسلم ہیں کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے ان کو

---

(۱) تاریخ طبری؛ ج ر۴، ص ۲۹۔ ابن اثیر؛ ج ر۳، ص ر۱۵۸۔ البدایہ والنہایہ؛ ج ر۷، ص ۲۶۸۔۲۶۹ بحوالۂ خلافت وملوکیت؛ ص ر۱۳۹

میدان کارزار میں بھیجا تھا اوران کو دشمنوں کے نیزہ کے سامنے لا کھڑا کیا تھا۔(۱)

ہم بھی یہی جواب دیتے ہیں کہ اگر چودہ صدیوں سے ہمارا رونا اس بات کی دلیل ہے کہ بی بی نے ہمارے لئے نفرین کی تھی اور اسی کے نتیجے میں ہم آج تک رورہے ہیں تو پھر جناب حمزہ کی شہادت پر نبی کریم کا گریہ، خود مصیبت امام حسین علیہ السلام پر رسول خداؐ کا گریہ بھی اسی نفرین کا مصداق ہوگا اگر کسی مسلمان میں دم ہے تو وہ یہ بھی کہے کہ پیغمبر اسلام بھی اسی نفرین میں شامل ہیں لیکن ''دروغ گو حافظہ ندارد'' والی مثال سب کو معلوم ہے۔

درحقیقت دنیا ان آنسوؤں کے سیلاب کا مقابلہ نہیں کرپاتی ہے اور اپنی تمام شیشہ گری کو اس میں ڈوبتا ہوا محسوس کرتی ہے لہٰذا الٹا سیدھا جو جواب بن پڑتا ہے وہ دیدیتی ہے اور اس سے بے خبر ہوتی ہے کہ دوستدار علی علیہ السلام ہمیشہ اعتراضات کا منطقی جواب دینے میں لذت محسوس کرتے ہیں ان بچکانے اعتراض پر تو جوان مردہ فرزند کی ماں بھی ہنس دے گی۔

''انما مثلکم کمثل التی نقضت غزلھا بعد قوۃ انکاثا تتخذون ایمانکم دخلا بینکم''

ترجمہ

''درحقیقت تمہاری مثال اس عورت کی سی ہے جو اپنا سوت مضبوط کاتنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کرڈالتی ہے تم لوگ اپنے عہد و پیمان کو دستاویز فساد قرار دیتے ہو''

شرح

دلیل قرآنی

اہل کوفہ کی چند صفات رذیلہ کو بیان کرنے کے بعد مفسرۂ قرآن نے اپنے قول کی دلیل کے لئے آیت قرآنی کے مطالب سے استفادہ کیا کہ تمہارے اسلام کا اصلا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ وہ عقد اور گرہ جو تم نے کلمۂ توحید کے ذریعہ باندھی تھی اسے تم نے خود کھول دیا اسلام قبول کرنے میں تم نے جتنی

(۱) بحار؛ ج۳۳/، ص/۷و۸۔شرح فقہ اکبر؛ ص/۹۷، طبع مجتبائی، دہلی، بحوالۂ خلافت وملوکیت؛ ص/۱۳۹(حاشیہ)

زحمتیں برداشت کیں سب خاک میں مل گئیں ایسی صورت میں تمہاری مثال اس ناسمجھ عورت کی ہے جو صبح سے شام تک سوت کاتتی تھی اور شام کو پھر اسے کھول دیتی تھی اور اس کی پوری محنت برباد ہو جاتی تھی اسی طرح تمہاری زحمتیں بھی برباد ہو گئیں۔

درحقیقت مفسرۂ قرآن کے یہ جملے آیۂ قرآنی سے الہام یافتہ ہیں جہاں خداوند عالم نے بعینہ اسی مطلب کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

﴿وَ لَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثاً تَتَّخِذُونَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلاً بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُونَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبىٰ مِنْ اُمَّةٍ اِنَّمَا يَبْلُوكُمُ اللّٰهُ بِهِ وَ لَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ﴾ (۱)

ترجمہ

"(قسموں کو توڑنے میں) اس عورت کے ایسے نہ ہو جو اپنا سوت مضبوط کاتنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑ ڈالے کہ اپنے عہدوں کو آپس میں اس بات کی مکاری کا ذریعہ بنانے لگو کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے (خواہ مخواہ) بڑھ جائے اس سے بس خدا تم کو آزماتا ہے (کہ تم کس کی پالائش کرتے ہو) اور جن باتوں میں تم دنیا میں جھگڑتے تھے قیامت کے دن خدا تم سے صاف صاف بیان کر دے گا"

علامہ طباطبائی تفسیر المیزان میں فرماتے ہیں کہ درواقع یہ آیت پہلی والی آیت یعنی آیت نمبر ۹۱ کی تفسیر ہے پہلے والی آیت میں خداوند عالم فرماتا ہے... لَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا .. یعنی ایمان کو محکم کرنے کے بعد اسے نہ توڑو، پھر اس مطلب کی تفسیر کے لئے آیت نمبر ۹۲ میں مثال کے ذریعہ توضیح دیتا ہے کہ اس عورت کی طرح نہ ہو کہ جو اپنی محنت کو برباد کر دیتی تھی، کلبی بیان کرتے ہیں کہ یہ قریش کی ایک عورت تھی " انها امرأة حمقاء" جو ایک بیوقوف خاتون تھی اس کا کام یہ تھا کہ اپنی کنیزوں کے ساتھ دوپہر تک سوت کاتا کرتی تھی اور پھر اسے کھول دیا کرتی تھی، اس کا روزانہ کا یہی معمول تھا اس کا نام ریطہ

(۱) سورۂ نحل؛ آیت ۹۲

بنت عمرو بن کعب بن سعد بن تمیم بن مرہ تھا اسے لوگ ''خرقاء مکہ'' کہتے تھے(۱)اس کے بعد علامہ طباطبائی فرماتے ہیں یہاں دو ''نہی'' ہے ایک نقض اصل ایمان، اور دوسرے یہ کہ ایمان اس لئے لانا تا کہ دھوکہ دیا جاسکے یہ دونوں نہی وحرمت الگ الگ مفسدہ کی حامل ہیں۔(۲)

اس آیہ شریفہ سے ہم یہ نتیجہ بخوبی نکال سکتے ہیں کہ جولوگ ایمان لانے کے بعد اس عہد و پیمان کو توڑ دیتے ہیں خدا کے نزدیک وہ اسی بیوقوف عورت کی طرح ہیں جو اپنی مشقتوں کو خاک میں ملا دیتی تھی۔اور وہ لوگ کہ جو دھوکہ دینے کے لئے حلقہ بگوش اسلام ہوتے ہیں وہ زیادہ خوش نہ ہوں بلکہ خدا نے ایسے لوگوں کے لئے اسے ایک آزمائش اور امتحان قرار دیا ہے تا کہ قیامت کے دن اختلافات آشکار ہو جائیں۔

اس آیہ شریفہ کو مدنظر رکھتے ہوئے جب ہم مبلغ قیام عاشورہ کے جملے پر دقت کے ساتھ نظر کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت سے استفادہ کر کے بی بی نے ایک جملہ میں گویا کوزہ میں سمندر سمیٹ دیا ہو اور بتا دیا کہ تم نے شروع میں جو زحمتیں برداشت کیں وہ سب برباد ہو گئیں پہلے خرقاء مکہ کی مثال دی یعنی تم نے جاہلیت کی رسم و رواج کو ترک کیا اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ایمان لائے تا کہ قافلۂ سعادت سے ملحق ہو جاؤ۔لیکن اس بیوقوف عورت کی طرح اپنی زحمتوں پر پانی پھیر دیا اور دوبارہ پہلے سے زیادہ تہی داماں ہو گئے۔اور اسی تہی دامانی میں تداوم اور استمرار ہے یعنی روز بروز اسلام سے دور ہو رہے ہو اور فرزند رسول کو قتل کر کے تو بالکل قعر مذلت میں گر گئے۔درحقیقت تمہارے تمام عہد و پیمان جو تم نے رسول خداؐ سے کئے تھے سب فریب وخدعہ پر مبنی تھا۔پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تم سے عہد و پیمان باندھا تھا کہ اہل بیت سے محبت کرو گے انکی امامت کو قبول کرو گے اور انکے بعد خلیفۃ الرسول انہیں ہی سمجھو گے لیکن تم نے اس وقت یہ ثابت کرنے کے لئے کہ واقعی مسلمان ہم ہی ہیں سب کچھ قبول کر لیا لیکن تمہارے دلوں میں دھوکہ تھا کہ اس عہد کو توڑ دو گے تو تم اس سے خوشحال نہ ہو یہ خدا کی طرف سے ایک امتحان تھا جس میں تم مردود ہو گئے قیامت کے دن معلوم ہو جائیگا کہ تم نے کیا کیا ہے۔اس عہد کے علاوہ جو تم نے پیغمبر سے باندھا تھا ابھی بھی فرزند رسول کو خطوط لکھ کر بلایا (مشہور ہے کہ ۱۲ ہزار خطوط امام حسین علیہ السلام کو لکھے گئے تھے) تھا کہ ہم رہبر کے بغیر ہیں ہماری کھیتیاں لہلہا رہی ہیں ہمارے باغات کے پھل پک چکے ہیں لیکن ہم آپ

(۱)المیزان؛ج ۱۱-۱۲،ص ۳۳۵،مطبوعہ،موسسۃ الاعلمی المطبوعات،بیروت،لبنان (۲)المیزان؛ج ۱۱-۱۲،ص ۳۳۷

کی اجازت کے بغیر استفادہ نہیں کر سکتے۔ تمہارے ہی خطوط کی بنیاد پر فرزند رسولؐ نے مسلم بن عقیل کو اپنا ایلچی بنا کر بھیجا تھا لیکن تم دھوکہ بازوں اور فریب کاروں نے اس ایلچی کا کیا حال کیا وہ واضح ہے۔ یہ وہی دھوکا ہے جسے قرآن نے ﴿ تَتَّخِذُونَ اَیۡمَانَکُمۡ دَخَلاً بَیۡنَکُمۡ ﴾ سے تعبیر کیا ہے۔

ایک اہم نکتہ

ممکن ہے کہ یہاں پر ایک سوال کیا جائے کہ حضرت زینب علیہا السلام کو اپنے مدعا کی دلیل قرآن سے پیش کرنی تھی تو کیوں قرآن مجید کی عین عبارت سے استفادہ نہ کیا بلکہ ﴿و لاتکونوا کالتی .. ﴾ کے بجائے جملہ خبریہ ﴿مثلکم کمثل التی ... ﴾ استعمال کیا؟ لیکن اگر ہم آیۂ کریمہ میں تدبر سے کام لیں تو ایک اہم نکتہ کی طرف بخوبی پہنچ سکتے ہیں اور ہمیں خطبہ کی فصاحت و بلاغت کی طرف راہنمائی ہوگی کہ کس طرح دختر موجد فصاحت و بلاغت نے اس آیۂ شریفہ سے استفادہ کیا ہے۔ جب ہم غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آیۂ شریفہ مسلمانوں کو ڈرا رہی ہے کہ مسلمانوں دیکھو کبھی ایسا وقت نہ آئے کہ تم اپنی زحمتوں پر پانی پھیر دو کیونکہ اس کا نتیجہ بہت خراب ہے اسی وجہ سے خداوند عالم نے پہلے سے آگاہ کر دیا کہ دیکھو اس ذلالت و رسوائی کے کنویں سے واقف رہنا کہیں ایسا نہ ہو کہ گر کر ذلت وخواری کو اپنا مقدر بنالو۔ لیکن صدیقۂ صغریٰ یہاں اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتی ہیں کہ باوجودیکہ خداوند عالم نے تمہیں ہشیار کر دیا تھا کہ اس گمراہی سے بچے رہنا لیکن اس کے باوجود تم نے جان بوجھ کر خود کو قعر مذلت میں گرا دیا۔ تو اب اس کے نتائج تمہارے سامنے خود بخود ہویدا ہوتے رہیں گے تم نے رسول الثقلین امام حسین علیہ السلام کو قتل نہیں کیا ہے بلکہ اسی خرقاء مکہ کی طرح اپنی زحمتوں پر پانی پھیر دیا ہے اور ذلت و رسوائی کے گڑھے میں گر چکے ہو اب تمہارا ہاتھ خالی ہو چکا ہے تم نے اسلام کی محکم رسی کو کاٹ ڈالا اب تم تا قیام قیامت حیران و پریشان رہو گے اور روز قیامت اس دغل بازی کا نتیجہ دیکھ لو گے...

پروردۂ آغوش وحی

یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ دختر زہراؑ کے لئے پہلے سے خطبہ کی آمادگی کرنا ممکن نہ تھا لیکن اس کے باوجود بھی ہم دیکھتے ہیں کہ بطور الہام آپ نے اس آیۂ شریفہ سے برمحل استفادہ کیا درحقیقت آیۂ شریفہ کی اس طرح تفسیر کرنا اس بات کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنا تھا کہ اے اہل کوفہ! پہچان لو ہم نے قرآن کی آغوش

میں پرورش پائی ہے، ہماری زبان و ہمارا کاشانہ قرآن ہے۔ہم کوقرآن سے استفادہ کے لئے آمادگی کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ قرآن ہماری مادری زبان ہے۔درحقیقت یہ آیت کی تفسیر نہ تھی بلکہ دنیا کے سامنے آشکار کرنا تھا کہ لوگو ہمیں یہ غیر مسلم بتاتے ہیں لیکن آؤ دیکھ لو ہمارے گھرانے کی زبان قرآن ہے۔نہ ہم قرآن سے دور ہیں نہ قرآن ہم سے دور ہے عبیداللہ کی سازش یہ ہے کہ ہمیں حاکم وقت پر خروج کرنے والا ثابت کرے لیکن اپنی ہی حکومت میں اس آیۂ شریفہ کے ذریعہ اپنا نتیجہ دیکھ لے۔گویا یہ آیت قصر ابن زیاد کے لئے زلزلہ تھی جس نے حکومت عبیداللہ کی چولیں ہلا دیں۔

هل فيكم الا الصلف و العجب و الشنف و الكذب

ترجمہ

''کیا تمہارے درمیان بیہودہ گوئی، خود بینی، دشمنی، دروغگوئی کے علاوہ کچھ اور ہے؟''

شرح

دوبارہ عالم علم باطن دختر عالم علم لدنی نے اہل کوفہ کی باطنی خباثت کو آشکار کیا اور سمجھا دیا کہ درواقع اہل کوفہ کے قلوب صفات رذیلہ کے مرکز ہیں بلکہ برائیوں کا پایۂ تخت کوفیوں کے قلوب ہیں اس موقع پر لازم ہے کہ ہر صفت پر سیر حاصل گفتگو کی جائے لیکن اختصار سے کام لیتے ہوئے تمام صفات کو بطور خلاصہ بیان کرنا مقصود ہے۔

۱ – صلف

صلف یعنی اس چیز کی مدح وستائش کرنا کہ جو نہ ہو(۱) یعنی بے پر کی اڑانا، واضح ہے کہ اس صفت کا حامل وہ ہوگا جس کا باطن گندہ ہوگا۔یہی وجہ ہے کہ فقہ میں مردے پر اس کے وہ فضائل بیان کر کے رونا جو اس میں نہ ہوں حرام ہے کیونکہ باطل مدح کرنے والے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ممدوح سے تقرب حاصل کرلے اور جو غیر خدا سے نزدیک ہونا چاہتا ہے معلوم ہے کہ اس کا باطن کتنا پلید ہے جو خدا سے قربت حاصل کرنا نہیں چاہتا ہے یا ان سے تقرب اختیار نہیں کرتا ہے جن سے خدا نے قریب ہونے کا حکم دیا ہے بلکہ چند

(۱) القاموس؛ ج۳، ص۱۶۳

سکوں کی خاطر بے جا مدح وستائش کر کے ممدوح کا دل جیتنا چاہتا ہے لیکن جو لوگ حق پرست ہوتے ہیں وہ کبھی باطل کو حق نہیں کہتے ہیں اور جو صفت کسی میں نہیں پائی جاتی ہے اس کو اس کی طرف منسوب نہیں کرتے ہیں اس صفت خبیثہ یعنی ''صلف'' کو بیان کرنے کا اصل مقصود یہ تھا کہ تم بخوبی جانتے تھے کہ یزید اور یزیدی اصلاً خلافت کے حقدار نہیں تھے لیکن تم نے چند سکوں کی خاطر ان کی ایسی ایسی چیزوں کی مدح وستائش کی جن کا دور دور تک ان میں وجود نہ تھا۔ یہ صفت اس بات کو بیان کرنے کے لئے کافی ہے کہ ہویٰ وہوس تم پر غالب آچکی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ حق کو پہچاننے کے باوجود بھی تم نے اس کو پس پشت ڈال کر باطل پرستی کو اپنا نشانہ بنالیا۔

۲۔عجب

یعنی خود بینی، بی بی مخدرہ اس تین حروف پر مشتمل کلمہ کے ذریعہ ایک ایسی بری صفت کی طرف اشارہ کررہی ہیں جو انسان کی انسانیت خاک میں ملادیتی ہے اور تمام فضائل وکمالات کو کالعدم کردیتی ہے۔

قرآن مجید میں اس بیماری کی طرف خداوند عالم نے اس آیت شریفہ کے ذریعہ اشارہ فرمایا:

﴿أَ فَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَءَاهُ حَسَناً فَإِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ... ﴾ تو بھلا وہ شخص جسے اس کی بداعمالی کی نمائش اپنے ڈھنگ سے کی گئی ہو اور وہ بھی اسے اچھا گمان کررہا ہو (وہ کبھی ایک مومن نیکوکار کے برابر ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں) تو یقینی بات ہے کہ خدا جسے چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے راہ راست پر آنے کی توفیق دیتا ہے۔(۱)

علاوہ ازایں سورۂ لقمان میں بھی جناب لقمان نے اپنے فرزند کو یہی وصیت فرمائی کہ خدا اترانے والے کو دوست نہیں رکھتا ہے۔(۲)

اقوال معصومینؑ

روح انسانی کے واقعی اطباء معصومین علیہم السلام نے اس عظیم اور مہلک مرض کی طرف بے حد

(۱) سورۂ فاطر؛ آیت/۸۔

(۲) سورۂ لقمان؛ آیت/۱۸

متوجہ کیا ہے حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ''**ما اضر المحاسن کالعجب**''(۱)''خود بینی سے زیادہ کوئی چیز نیکیوں کو نقصان نہیں پہنچاتی'' دوسری جگہ پر ارشاد ہوا کہ خود بینی عقل کی آفت ہے۔(۲) کہیں ارشاد ہوا کہ عجب عقل کو فاسد کر دیتا ہے۔(۳)

گناہ اچھا ہے

معصوم نے فرمایا: ''**سئیة تسوک خیر عند الله من حسنة یعجبک**''(۴) وہ گناہ جو تمہیں برا لگے وہ خدا کو اس نیکی سے پسند ہے جو تمہیں خود بینی میں مبتلا کر دے علاوہ از این بہت ساری حدیثیں اس سلسلے میں موجود ہیں اگر کوئی دیکھنا چاہتا ہے تو میزان الحکمۃ ملاحظہ کرے۔

قابل توجہ بات یہ ہے کہ اس حدیث کا مقصد یہ نہیں ہے کہ انسان گناہ کرے اور نیکی نہ کرے بلکہ مقصود یہ ہے کہ ایسی نیکی بیکار ہے جسمیں اتراہٹ ہو بلکہ وہ گناہ ہے۔

علاج

ایسے مہلک مرض کا کوئی علاج ضرور ہونا چاہیئے ورنہ انسان اس میں ہلاک ہو جائے گا روحانی طبیبوں نے اس مہلک مرض کا علاج بھی بتایا ہے۔ جو ہمیں روایات سے حاصل ہوتا ہے۔

۱۔ معرفت حقیقت

سب سے پہلا علاج تو یہ ہے کہ انسان اپنی حقیقت سمجھے کہ وہ ہے کیا اور کس بات پر اکڑ رہا ہے جس کی ابتداء ایک نجس پانی سے ہوئی ہے، جس کی انتہا مردار ہے اور اس ابتداء و انتہاء کے درمیان اپنے مدفوع کو اپنے ساتھ لئے پھرتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ''**ما لابن آدم و للعجب اوله نطفة ...و آخره جیفة قذره و هو بین ذالک یحمل العذره**''(۵) فرزند آدم کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اتراتے ہیں جبکہ ان کی ابتداء ایک گندہ پانی ہے اور انتہا نجس مردار ہے اور اس کے درمیان اپنے مدفوع کو ڈھوتے پھرتے ہیں۔

---

(۱) میزان الحکمۃ ''ع''، ص۴۳، ح۱۱۴۹۶۔

(۲) آفت اللب العجب؛ ح۱۱۵۰۳۔ (۳) ح۱۱۵۰۶۔

(۴) ح۱۱۵۲۴۔ (۵) میزان الحکمۃ؛ ح۱۱۵۶۱۔

۲۔قیامت کی یاد

دوسرا علاج یہ ہے کہ انسان قیامت کو یاد کرے جس سے خاصان خدا لرزتے ہیں جس سے حضرت علی علیہ السلام جیسا مرد میداں ''یتململ کتململ السلیم ''ایسے تڑپتا ہے جیسے مارگزیدہ شخص تڑپتا ہے وہ پل صراط کی مصیبت کہ جہاں کوئی کام نہیں آئے گا فقط محمد وآل محمد علیہم السلام کی محبت۔

حدیث میں ارشاد ہوا کہ ''ان کان الممر علی الصراط حقا فالعجب لماذا ''(۱)اگر پل صراط پر سے گذرنا حق ہے تو خود بینی کس لئے؟

۳۔معرفت نفس

اس مہلک مرض کا تیسرا علاج یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو پہچانے ''من عرف نفسه فقد عرف ربه ''جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا لہٰذا اگر انسان اپنی معرفت حاصل کرلے تو خود بینی اور اتراہٹ جیسی روحانی بیماریاں ختم ہو جائیگی حدیث میں ارشاد ہوا کہ ''سد سبیل العجب بمعرفة النفس ''عجب اور خود بینی کے روکنے کا راستہ معرفت نفس ہے۔(۲)

واضح ہے کہ علاج افراد کو دیکھ کر کیا جاتا ہے یہ تین طرح کے علاج مختلف افراد کی روحانی کیفیت کو دیکھ کر کئے جائیں گے نہ کہ تینوں دوا ہر مریض پر آزمالی جائے۔

درحقیقت عجب کی مثال اس صاف وشفاف شربت کی ہے جو ایک خوبصورت گلاس میں ہو۔اگر اس گلاس کو یونہیں چھوڑ دیا جائے تو اس میں کیڑے پڑ جائیں گے اور ایک دن ایسا آئے گا کہ اس شربت کو کسی اچھی فضا میں رکھنا مشکل ہو جائیگا کیونکہ یہ شربت اس فضا کو خراب کردے گا۔بعینہ یہی حال خود بین شخص کا ہے۔جو اپنی نیکیوں کو بہت زیادہ شمار کرتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسی پر پھول جاتا ہے آخر کار اس کی تمام صفتیں ایک دن فساد کا نشانہ بن جاتی ہیں کیونکہ وہ نیکیوں میں اضافہ نہیں کرتا ہے۔اس لئے کہ وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اب نیکیاں حاصل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نیکیوں کا وہ بہترین شربت خراب ہو جاتا ہے وہ بھی اس حد تک کہ اگر اسے معاشرے سے دور نہ کیا گیا تو پورا سماج اس مہلک مرض کی

(۱)میزان الحکمۃ؛ح ۱۱۵۶۲

(۲)میزان الحکمۃ؛ح ۱۱۵۵۹

لپیٹ میں آ جائے گا۔

اس معنی خیز کلمے سے بی بی مخدرہ یہی سمجھانا چاہتی ہیں کہ تم نے اپنی نیکیوں کو بہت زیادہ شمار کرلیا تم نے یہ سمجھ لیا کہ تم نے جو جاہلیت کو ترک کر کے اسلام قبول کرلیا اور نماز و روزہ میں مشغول ہو گئے تو یہی کافی ہے اور اب کسی دوسری نیکی کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہاری اسی ناقص فکر نے سارا کام خراب کر دیا، تمہاری ساری نیکیوں میں کیڑے پڑ گئے اور تم صحیح و سالم معاشرے کے لئے غدۂ سرطانی ہو گئے کہ اگر اسے کاٹا نہ گیا تو سارا معاشرہ مریض ہو جائے گا۔ اگر تم لوگوں کو غدۂ سرطانی سمجھ کر اسلامی سماج سے جدا کر دیا گیا ہوتا تو آج اسلامی معاشرہ جنت نظیر ہوتا لیکن چونکہ ایسا نہیں کیا گیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اولاد کو تم نے قتل کر دیا اور ان کی ذریت کو اسیر بنالیا ان تمام برائیوں کی جڑ وہی عجب اور خود بینی ہے۔

توجہ

بعض نسخوں میں عجب کے بجائے کلمہ ''نطف'' ہے جو شر و فساد کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اس کلمے سے بھی ہم بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت کا مقصود یہ ہے کہ تم کو شر و فساد کی عادت ہوگئی ہے جو ایک سماج میں بدترین صفت ہے جس کی اصل و بنیاد خباثت نفس ہے اور یہ ایسا مرض ہے کہ جس کے لئے خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ ہم فساد برپا کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتے ہیں۔(۱) کفار کی صفتوں میں سے ایک صفت زمین پر فساد برپا کرنا ہے۔ اگر یہ کلمہ بی بی نے فرمایا تو اس کا مقصود بھی واضح ہے کہ تم نے ایسا فساد برپا کیا ہے کہ اس سے بڑا فساد دنیا میں ممکن نہیں ہے یہ ایسا فساد ہے جس پر آسمان و زمین نے بھی گریہ کیا ہے۔

۳-الشنف

دشمنی اور دل میں کینہ رکھنے کو ''شنف'' کہتے ہیں۔ اسلام اپنے پیروکاروں کو اس بات کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں عفو و بخشش سے کام لینا چاہیئے اونٹ کی طرح کینہ توز نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ یہ صفت ایک معاشرے کے انحطاط میں بہت بڑا کردار ادا کرتی ہے۔ بلکہ ایک سماج کی بنیاد کو ہلا دیتی ہے۔ جو لوگ اس صفت بد کے حامل ہیں اسلام ان کی برائی کرتا ہے کہ مسلمانوں کی یہ خصوصیت نہیں ہے کہ ترچھی اور پست نگاہوں سے کسی کو دیکھیں اور آپس میں ایک دوسرے سے کینہ رکھیں۔

---

(۱) سورۂ مائدہ؛ آیت/۶۴۔ سورۂ قصص؛ آیت/۷۷

لیکن اگر کوئی بانیٔ اسلام اور ان کے فرزندوں سے کینہ رکھتا ہے تو وہ یقیناً لائق ملامت اور سرزنش ہے۔ زینب کبریٰ علیہا السلام اسی مطلب کی طرف اشارہ فرمارہی ہیں کہ اسلام تو آپس میں ایک دوسرے سے بغض وکینہ رکھنے سے منع کرتا ہے چہ جائیکہ وارثان اسلام! لیکن تم نے آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کو اسیر بنا کر ثابت کردیا کہ تمہارا باطن پلید اور نفس خبیث ہے۔

۴-الکذب

کذب یعنی جھوٹ یہ ایک ایسا کلمہ ہے جس سے ہر کس وناکس واقف ہے اس فعل کی برائی روز روشن کی طرح آشکار ہے۔ اگر کوئی انسان کسی دین کو قبول نہ رکھتا ہو بلکہ زندیق ودہریہ ہو لیکن اس کی عقل کام کررہی ہو تو وہ یہی کہے گا کہ جھوٹ بری چیز ہے، اسلام دین عقل ہے اس کے قوانین حکم عقل پر استوار ہیں (اگرچہ بعض احکام مافوق عقل بشر ہیں لیکن خلاف عقل نہیں ہیں) لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام نے بھی دروغگوئی کی مذمت کی ہے۔ یہ ایسی بری صفت ہے جس کے بارے میں سب کو علم ہے لیکن جس قدر اس کی برائی آشکار ہے اتنا ہی لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ قدم قدم پر جھوٹ کا سہارا لیا جاتا ہے۔ چاہے وہ شخصی زندگی ہو یا سماجی زندگی۔ دوستوں کی محفل ہو یا تقریر کا اسٹیج، سیاستدانوں کا جلسہ ہو یا گھریلو گفتگو، خلاصہ یہ کہ یہ بیماری ہر جگہ سرایت کرچکی ہے۔ بعض لوگوں کا تو کھانا اس وقت تک ہضم نہیں ہوتا جب تک وہ ایک دو جھوٹ نہ بول لیں۔ اسی وجہ سے ہم یہاں پر فقط برائے تاکید سوئے ہوئے ذہنوں کو جگانے اور غافل افکار کو بیدار کرنے کی خاطر از نظر اسلام جھوٹ بولنے کے نتائج اور گناہوں کو بیان کردینا چاہتے ہیں۔

جھوٹ اسلام کی نگاہ میں

اسلامی مفاہیم کو سمجھنے کا سب سے پہلا ذریعہ قرآن مجید ہے اس کتاب الٰہی میں جھوٹ کے سلسلے میں دو یا دس آیتیں نہیں ہیں بلکہ متعدد آیتیں اس پر دلالت کرتی ہیں۔ کہیں بہتان جو جھوٹ کی ایک قسم ہے اسے ظلم عظیم کہا گیا ہے (۱) کہیں جھوٹوں پر لعنت خدا بھیجی گئی ہے (۲) اس کے علاوہ کافرین ومنافقین کی بارز صفت دروغگوئی بتائی گئی ہے۔

(۱) سورۂ آل عمران؛ آیت ۹۴

(۲) سورۂ آل عمران؛ آیت ۶۱

کذب گناہ کبیرہ

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جھوٹ گناہ کبیرہ ہے کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ﴾(۱)(اللہ کے اوپر جھوٹا بہتان وہی باندھتے ہیں کہ جو آیات الٰہی پر ایمان نہیں رکھتے ہیں)اس آیت شریفہ میں خداوند عالم نے جھوٹے انسان کو آیات الٰہی پر ایمان نہ رکھنے والا قرار دیا ہے۔اس کے علاوہ وسائل الشیعہ کی ایک مفصل حدیث میں جھوٹ کو گناہ کبیرہ شمار کیا گیا ہے۔(۲)

اکبرالکبائر

گناہ کبیرہ تو دور کی بات ہے جھوٹ کو تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بزرگ ترین گناہوں میں شمار کیا ہے اور مشرک باللہ کے ہمطراز قرار دیا ہے۔

"قال رسول اللہؐ : الا اخبرکم بالاکبر الکبائر ؟ الاشراک باللہ و عقوق الوالدین و قول الزور ای الکذب "(۳)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ بزرگ ترین گناہ کون کون ہیں؟(پھر خود ہی فرمایا) خدا کا شریک قرار دینا، والدین کا عاق کرنا اور جھوٹ بولنا۔

بدترین بدکاری

زنا ایک ایسا لفظ ہے جسے سنکر ایک شریف انسان لرز جاتا ہے اگر چہ دور جدید میں یہ امر قبیح اک فیشن ہوگیا ہے۔لیکن اس کے باوجود ہر مملکت میں زنا کی ایک سزا موجود ہے۔دین اسلام میں شرائط کے ساتھ اس کی آخری سزا سنگسار کردینا ہے۔یہ تو عام لوگوں کے ساتھ اس امر قبیح میں مبتلا ہونے کی سزا تھی لیکن اگر کسی کی خباثت نفس اتنی بڑھ جائے اور شیطان اس پر اتنا غالب آجائے کہ وہ شخص لغت کائنات کی مقدس ترین ہستی یعنی ماں سے اپنا منہ کالا کرلے تو واضح ہے کہ دنیائے عقل اس شخص کو کیا کہے گی۔اب اگر کسی

(۱)سورۂ نحل؛ آیت/۱۰۵

(۲)وسائل؛ ج/۱۱،ص/۲۶۲، باب/۴۶، ابواب جہاد نفس، ح ۳۶

(۳)محجۃ البیضاء؛ ج/۵،ص/۲۴۲

کو جھوٹ کی برائی معلوم کرنا ہے تو وہ بس اتنا سمجھ لے کہ جھوٹ بولنا ایسے ہی ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے زنا کرلے جبکہ یہ جھوٹ کی معمولی سزا ہے خدا جانے اس کے علاوہ دیگر عذاب کیا ہوں گے۔

عن النبیؐ : ''ان المومن اذا کذب بغیر عذر لعنه سبعون الف ملک و خرج من قلبه نتن حتی یبلغ العرش و کتب الله علیه بتلک الکذبة سبعین زنیة اهونها کمن یزنی مع امه ''(۱)

''پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مومن جب بدون عذر جھوٹ بولتا ہے تو ستر ہزار ملائکہ اس پر لعنت کرتے ہیں، اس کے قلب سے ایک بدبو نکلتی ہے جو عرش تک پہنچتی ہے اور اس جھوٹ کے بدلے میں خدا اس کے لئے ستر زنا لکھتا ہے۔ ان زناؤں میں سے کمترین وپست ترین زنا یہ ہے کہ کسی نے اپنی ماں کے ساتھ زنا کیا ہو''

اس حدیث شریف کی توضیح وتفسیر کیا ہے اس کا یہاں مقام نہیں ہے۔ بس ہر انسان کو خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہیئے۔

ماسٹر کی (Master key)

آپ نے دیکھا ہوگا کہ کنجی بنانے والوں کے پاس ایک خاص کنجی ہوتی ہے جس سے وہ سب تالے کھول لیتے ہیں اسی طرح چوروں کے پاس بھی ایک کنجی ہوتی ہے جو سب تالوں میں لگ جاتی ہے اسی کو انگریزی میں ''ماسٹر کی'' اور فارسی میں ''کلید کلید ہا'' کہتے ہیں۔ ائمہ معصومین علیہم السلام نے کذب کو گناہوں کے کھولنے کی کنجی بتایا ہے وہ بھی ایسی کنجی جس سے تمام گناہوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

ایک موثق روایت میں معصومؑ سے نقل ہے: **''ان اللہ تعالیٰ جعل للشر اقفالا و جعل مفاتیح تلک الاقفال الشراب و الکذب شر منه ''(۲)** خداوند عالم نے تمام گناہوں پر تالے لگا دیئے ہیں ان تالوں کی کنجی شراب ہے اور جھوٹ شراب سے بھی بدتر ہے۔

(۱) بحار الانوار؛ ج/۷۲، ص/۲۶۳، مستدرک الوسائل؛ ج/۹، ص/۸۶، باب/۱۲۰، از ابواب تحریم کذب، حدیث/۱۵

(۲) وسائل؛ ج/۸، ص/۵۷۲، باب/۱۳۸، از ابواب احکام عشرہ، حدیث/۵

امام حسن عسکری نے فرمایا: **"جعلت الخبائث کلها فی بیت واحد و جعل مفتاحها الکذب"**(۱) تمام گناہوں کو ایک گھر میں رکھا گیا ہے اوران سب کی کنجی جھوٹ ہے۔

قارئین کرام! جھوٹ کے موضوع پر مفصل بحث فقہی کتابوں میں موجود ہے مثلاً کس کس مقام پر جھوٹ بولنا جائز ہے۔ آیا تقیہ جھوٹ ہے؟ توریہ کیا ہے؟ یہ تمام باتیں کذب کی بحث میں ہوتی ہیں۔ خاتم المجتہدین شیخ انصاریؒ نے مکاسب محرمہ میں اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے دیگر علماء نے بھی اس موضوع پر بحث کی ہے لیکن اس باب میں فقہی بحثوں کو چھیڑنا ہمارا مقصود نہیں ہے فقط اس بات کو ثابت کرنا مقصود تھا کہ کذب فی ذاتہ قبیح ہے اب اگر کسی مقام پر جائز دکھائی دے تو یا تو وہ جھوٹ نہیں ہے یا ایک اہم ضرورت اس کے اوپر غالب آ گئی ہے۔

آپ نے خود ملاحظہ فرمایا کہ یہ مرض ایسا مہلک ہے کہ اگر کوئی قوم اس کی خوگر ہوگئی تو اس کی ہلاکت کے لئے یہی مرض کافی ہے۔

ان توضیحات کے بعد اگر بی بی مخدرہ کے کلام پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کلمے کے ذریعہ زینب کبریٰ علیہا السلام اہل کوفہ کو کیا ثابت کرنا چاہتی ہیں اور انہیں کیا سمجھانا چاہتی ہیں؟ مقصود فقط یہ تھا کہ اے کوفیو! تم اس مہلک مرض میں مبتلا ہو چکے ہو۔ جھوٹے خط لکھ کر ہمیں بلایا اور پھر ہمیں اسیر بنالیا۔ تم اپنے آپ میں بہت خوش ہو کہ بہت عظیم کارنامہ انجام دیا ہے۔ لیکن قیامت آنے دو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تم نے کیا کیا ہے؟ اب تم ٹسوے بہا رہے ہو جب کہ یہ مگرمچھ کے آنسو ہیں۔ درحقیقت تم اپنے حال زار پر گریہ کر رہے ہو۔ تمہارے جھوٹ کی روشن دلیل تمہارے آنسو ہیں جو تمہاری آنکھوں میں نمایاں ہیں۔

"و ملق الاماء و غمز الاعداء او کمرعی علی دمنة او کفضة علی ملحودة"

ترجمہ

"اسی طرح کنیزوں کی طرح چاپلوسی اور دشمنوں کی طرح عیب جوئی کے علاوہ تمہارے

---

(۱) بحار الانوار؛ ج ۶۷/۲، ص ۲۶۳، حدیث ۴۶/

درمیان کچھ ہے؟ یا تمہاری مثال اس گھاس کی ہے جو گھور پر اگتی ہے یا اس چاندی کی ہے جو قبر پر زینت کے لئے لگائی جاتی ہے''

شرح

یہ کلمات سابق جملوں پر عطف ہیں، عالمۂ قلوب کوفیوں کی باطنی حالتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کی صفتوں میں اضافہ فرمارہی ہیں ان صفتوں کو پچھلی صفتوں سے مدغم کرنے کے بعد کل سات صفتیں بنتی ہیں [۵] ملق الاماء [۶] غمز الاعداء [۷] مرعیٰ علی دمنۃ۔

۵- ملق الاماء

عربی ادب میں علم نحو کی بحث میں مصدر کی کچھ خصوصیات بیان کی گئی ہیں ان میں سے دو خصوصیت یہ ہے کہ مصدر کبھی اپنے فاعل کی طرف اضافہ ہوتا ہے اور اس کا مفعول حذف کر دیا جاتا ہے اور کبھی اپنے مفعول کی طرف اضافہ ہوتا ہے اور فاعل حذف ہو جاتا ہے۔ بنا براین جملۂ مذکورہ ''ملق الاماء'' میں دو احتمال ہے ممکن ہے کہ مصدر اپنے فاعل کی طرف اضافہ ہوا ہو جب کہ دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ مصدر اپنے مفعول کی طرف اضافہ ہوا ہے دونوں احتمال کی بنیاد پر ترجموں میں بھی کافی فرق ہوگا مندرجہ بالا ترجمہ اس بنیاد پر ہے کہ مصدر کی اضافت اپنے فاعل کی طرف ہوئی ہے۔ بنا بریں اس جملے کا مقصود یہ ہے کہ تم کنیزوں کی طرح چاپلوسی کرتے ہو۔ یہ بات واضح ہے کہ کنیز کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کی تمام تر چاپلوسیاں فقط اس لئے ہوتی ہیں کہ مولا کی نظر اپنی طرف جلب کرلے اس کو اس سے کوئی لگاؤ نہیں ہوتا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا۔ تمہارا بھی وہی حال ہے۔ تم فقط عبید اللہ کی چاپلوسی کرنا جانتے ہو تم کو اس سے کوئی مطلب نہیں ہے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا یزیدیت حق کو کس طرح کچل رہی ہے تم کو اس سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔

لیکن ''ملق الاماء'' میں اگر دوسرے احتمال (یعنی مصدر کی اضافت مفعول کی طرف) کو مدنظر رکھا جائے تو اس جملے کا معنی پہلے والے معنی سے جدا اور بدتر ہو جائے گا۔ کیونکہ اس فرض کی بنیاد پر اس کا معنی اس طرح ہوگا ''تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کوئی اپنی کنیز کے لئے تملق اور چاپلوسی کرے۔ واضح ہے کہ اگر آزاد انسان ایک کنیز کی چاپلوسی کرے تو اس سے کم ظرف کوئی نہ ہوگا کیونکہ کنیز کہ جس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اگر

اس کا مولا اپنی کنیز کی چاپلوسی کرے تو اس سے بڑا پست ضمیر کون ہوگا۔ایسی صورت میں مقصود یہ ہوگا کہ عبید اللہ اور یزید کی حیثیت کنیز وغلام جیسی تھی لیکن ان کی چاپلوسی کر کے تم نے فرزند رسول کے خون سے اپنا ہاتھ رنگ لیا اس سے بڑی پلیدی اور کم ظرفی کیا ہوگی۔ بہر حال تملق اور چاپلوسی جیسی صفت دین اسلام میں لائق مذمت وملامت ہے۔

سیاق وسباق عبارت سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ اس جملے میں مصدر کی اضافت فاعل کی طرف زیادہ مناسب ہے۔

ایک عظیم درس

حضرت زینب سلام اللہ علیہا کا یہ جملہ رہتی دنیا کے لئے ایک درس ہے خصوصاً وہ افراد جو حق وباطل کو سمجھے بغیر ہر ثروت مند کی چاپلوسی میں مشغول ہو جاتے ہیں۔بس ایسے لوگوں کی تنبیہ کے لئے شائد ایک جملہ کافی ہو کہ بے جا تملق وچاپلوسی کے نتیجہ میں فرزند رسول کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگنا پڑتا ہے۔

۶-غمز الاعدأ

راغب اصفہانی فرماتے ہیں:''**اصل الغمز الاشارة بالجفن او الید طلبا الی ما فیہ معاب**''(۱) ''یعنی اصل''غمز'' پلکوں یا ہاتھ سے کسی کے عیب بیان کرنے کی خاطر اشارہ کرنا ہے'' بنابراین طعنہ دینا، آنکھوں سے اشارہ کرنا، یہ سب غمز کے معنی ہوں گے۔

ترجمے میں یہاں پر بھی وہی دو احتمال ہیں جو پہلے ذکر ہو چکے ہیں لہٰذا پہلے احتمال (مصدر کی اضافت اپنے فاعل کی طرف) کی بنیاد پر جملۂ مذکور کا ترجمہ یہ ہوگا ''جس طرح ہمارے دشمن ہمیں طعنہ دیتے تھے اسی طرح تم بھی ہمیں طعنہ دے رہے ہو'' یعنی جس طرح اوائل اسلام میں کفار ہمیں برا بھلا کہتے تھے تم بھی ان ہی کی روش پر گامزن ہو جب کہ تم کو دعویٰ ہے کہ تم مسلمان ہو۔ایسی صورت میں تم کو بھی انہی کی طرح عذاب کا انتظار کرنا چاہیئے۔

دوسرے احتمال (مصدر کی اضافت اپنے مفعول کی طرف) کی بنیاد پر معنی یہ ہوگا: تم اس طرح ہم پر طعنہ زن ہو رہے ہو جس طرح ہمارے دشمن ہمیں طعنہ دیا کرتے تھے، تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم تمہارے

---

(۱) مفردات راغب؛ ص/۳۶۵

دشمن ہیں جب کہ ہمیں تم سے کوئی دشمنی نہ تھی۔ ہم تو تمہارے بلانے پر ہی کوفے روانہ ہوئے تھے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اتنے عظیم فاجعہ کے بعد بھی ہم نے بددعا کے لئے ہاتھ نہ اٹھائے۔ یہ آثار جو تم مشاہدہ کررہے ہو یہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے وضعی آثار ہیں۔ اگر ہم بددعا کے لئے ہاتھ اٹھادیتے تو صفحۂ ہستی پر تم میں سے کوئی بھی باقی نہ رہتا۔

لیکن جیسا کہ پہلے ہی عرض کیا گیا کہ سیاق وسباق عبارت کا تقاضا یہی ہے کہ مصدر اپنے فاعل کی طرف اضافہ ہو۔

۷۔ او کمرعی علی دمنة

اس مثال کے ذریعہ صدیقۂ صغریٰ کوفیوں کے باطن کی عکاسی فرمارہی ہیں کہ تمہارا ظاہر بہت ہی دلربا اور خوبصورت ہے۔ اگر دور سے کوئی تمہیں دیکھے تو یہی سمجھے گا کہ اسلام حقیقی تمہارے ہی پاس موجود ہے لیکن جب تم سے نزدیک ہوگا تو اسے معلوم ہوجائے گا کہ دنیا کی بدترین مخلوق تم ہی ہو۔ فقط تم نے اپنے ظاہر کو سجادیا ہے۔ جب کہ تمہارا باطن متعفن اور بدبودار ہے۔

بی بی مخدرہ کا یہ جملہ آئندہ نسلوں کے لئے ایک درس ہے کہ یادرکھو شاہراہ حیات پر بہت سارے مقدس مآب چہرے تمہارے سامنے آئیں گے جن کی ظاہرداری سے تم دھوکہ کھا جاؤ گے۔ لہٰذا کوشش کرو کہ تمہاری نگاہ حقیقت بین ہو، ظاہر بین نہ ہو۔ اس عظیم کمال کو حاصل کرنے کے لئے منبع کمالات آل محمد علیہم السلام سے رابطہ قائم کرنا پڑے گا اور میری سیرت پر عمل کرنا پڑے گا تب تم بکری کے لباس میں بھی بھیڑیئے کی شناخت حاصل کرسکو گے۔ خطیب منبر سلونی کی لخت جگر نے اس حقیقت کو سمجھانے کے لئے ایک ایسی حسین مثال کا سہارا لیا جس نے تمام حقائق سے پردے اٹھادیئے۔

انسان جب دور سے ہریالی دیکھتا ہے تو اس کا دل لہلہانے لگتا ہے کہ کتنا اچھا سبزہ ہے اور کتنی اچھی ہریالی ہے۔ لیکن جب اس سبزے کے نزدیک جاتا ہے تب حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ یہ سبزہ تو گھور پر اُگا ہے۔ لہٰذا اس پر بیٹھنے سے لباس گندہ ہوجائے گا جب کہ گھاس کھانے والے جانور اسے بڑی آسانی سے چَر جاتے ہیں۔ اسی طرح جن لوگوں کی عقل چرنے چلی جاتی ہے انہیں یہ ہریالی بڑی اچھی لگتی ہے۔ کیونکہ وہ حقیقت سے ناآشنا ہوتے ہیں لیکن عقلاء اپنا دامن بچاکر نکل جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بچے وہی کہتے اور

کرتے ہیں جو اپنے بزرگوں کو کرتے اور کہتے دیکھتے ہیں۔ آئینہ اب وجد حضرت زینب کی یہ مثال انسان کو رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کی طرف متوجہ کرتی ہے جو امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے جس میں اس بات کی طرف اشارہ ہوا ہے کہ عورت کے ظاہری جمال پر جان نہ دو بلکہ پہلے یہ دیکھ لو کہ اس میں شرافت نفس اور عفت کا ملکہ ہے یا نہیں۔ اگر عفت وشرافت کا فقدان ہے تو اس کی خوبصورتی ایسی ہے جیسے گھور پر اگا ہوا سبزہ جس کی طرف پہلی نظر انسان کی دلربائی کے لئے کافی ہے۔ لیکن حقیقت بین افراد کبھی اس کے جھانسے میں نہیں آسکتے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''**ایاکم و خضراء الدمن** '' گھور پر اگے ہوئے سبزے یا ہریالی سے بچو۔

لوگوں نے سوال کیا! یا رسول اللہ! گھور کی ہریالی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''**المرأة الحسناء فی منبت السوء**'' وہ حسین وجمیل لڑکی جس میں عفت وشرافت نہ ہو۔(۱)

یہ تمام چیزیں عالم اسلام کے لئے ایک درس ہیں کہ اسلام و ایمان کو پرکھنے میں ظاہر پر قناعت نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اسلام کو جتنے ضرر پہنچے ہیں وہ اسی ظاہرداری کا نتیجہ ہیں۔ یہ ظاہر بینی ہی کا نتیجہ تھا کہ یزید علیہ اللعنہ مسند نشین سریر خلافت ہو گیا۔ اگر مسلمان خال المومنین اور کاتب وحی کے جھانسے میں نہ آتے تو امیر شام حکومت کو ہاتھوں میں لیکر سیاہ وسفید انجام نہ دیتے۔ اگر ابوسفیان کی نسل کو اسلام پر پے در پے حملہ کرنے سے روک دیا جاتا تو ہندہ کے پوتے میں کبھی اتنی ہمت نہ ہوتی کہ وہ مقدسات اسلام کی بے حرمتی کرتا اگر ڈاکوؤں کے اڈے پر حکومت تقسیم نہ ہوتی تو امیر شام کو کبھی بھی شام کی سلطنت نہ ملتی لیکن لوگوں نے ظاہر بینی کو شعار بنا کر دیکھ لیا کہ گھور پر کی ہریالی کیا رنگ لاتی ہے۔

اسی ظاہر بینی کی مذمت ثابت کرنے کے لئے حقیقت بین پدر کی دوررس دختر نے ایک مثال سے لوگوں کو ہوشیار کر دیا کہ لوگوں کو اپنے شیشے میں اتار کر مسند خلافت پر براجمان ہونے والے افراد خوشحال نہ ہوں کہ ہم نے بھولے بھالے افراد کو دھوکا دے دیا بلکہ وہ خود بھولے ہیں۔ وہ خود حقیقت سے ناآشنا ہیں۔ ان کی مثال اسی قبر کی ہے جس پر چاندی لگا دیا جاتا ہے جس کی تزئین کو دیکھ کر لوگ تو خوش ہو لیتے ہیں لیکن

(۱) وسائل الشیعہ ؛ ج ۱۴، ص ۱۹

قبر کا حال تو مردہ ہی جانتا ہے اسی مطلب کو واضح کرنے کے لئے بی بی مخدرہ نے ایک مثال کا اضافہ کیا ''او کفضة علی ملحودة ''یعنی تمہاری مثال اس چاندی کی ہے جو قبر پر تزئین کے لئے لگائی جاتی ہے۔

چاندی خود ایک اچھی چیز ہے اور اسے تمام افراد پسند کرتے ہیں لیکن جب وہ قبر پر لگادی جاتی ہے تو لوگوں کی خواہش ختم ہوجاتی ہے اسی طرح اسلام ایک بہت ہی نایاب گوہر ہے لیکن جب تم نے اسے درہم ودینار کے بدلے میں بیچ دیا تو واقعی مسلمانوں کو تمہیں مسلمان کہنے میں کراہت محسوس ہوتی ہے۔تم دور سے چاندی کی طرح خوب چمک دمک رکھتے ہو لیکن جب کوئی نزدیک ہوتا ہے تو دیکھ لیتا ہے کہ یہ چاندی قبر کا خول ہے اور اسی سے اس کی تمام خواہشات ختم ہوجاتی ہیں۔

اسی طرح حکومت اگر اہل حق کے ہاتھ میں ہو تو اچھی چیز ہے لیکن اگر وہ نااہلوں کے ہاتھوں میں چلی جائے تو اس کی طرف دیکھنے میں بھی کراہت محسوس ہوتی ہے۔اس کے علاوہ یہ احتمال بھی قابل توجہ ہے کہ قبر پر کی چاندی لوگوں کو دیکھنے میں اچھی لگتی ہے لیکن اس قبر میں رہنے والے کا کیا حال ہوگا یہ تو وہی بتا سکتا ہے۔اسی طرح دولت اور کھنکھناتے سکوں کی مدد سے تم نے لوگوں کو اپنی طرف جذب تو ضرور کرلیا ہے لیکن اس کے نتیجے میں تمہیں جو جھیلنا پڑے گا وہ تو وقت ہی بتائے گا۔

اس مقام پر پہنچنے کے بعد یہ بات قابل توجہ ہے کہ اس جملے میں خطبے کے مختلف نسخوں میں اختلاف ہے ''لہوف'' میں سید ابن طاؤسؒ نے ''فضة'' ہی نقل فرمایا ہے۔جس کے معنی چاندی کے ہیں لیکن ''بحار الانوار، مثیر الاحزان، احتجاج'' میں کلمہ ''قصة'' ہے جو ''چونا'' کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اگر لہوف کے نقل کردہ کلمے کو مدنظر رکھا جائے تو اب تک کی توضیحات کے اعتبار سے معنی یہی ہوگا کہ تمہاری مثال اس قبر کی ہے جس پر چاندی مڑھی جاتی ہے لیکن قبر کا حال تو مردہ ہی جانتا ہے۔لیکن اگر دیگر علماء کے نقل کردہ کلمے کو مدنظر رکھا جائے یعنی ''قصة'' تو بی بیٔ دو عالم نے ان لوگوں کو ایسی قبر سے تشبیہ دی ہے جس کی چونا کاری ہوئی ہو جس کے نتیجہ میں قبر دیکھنے میں بھلی معلوم ہوتی ہے البتہ دوسرا احتمال زیادہ مناسب ہے۔کیونکہ اگر چاندی سے مقصود زینت کرنا تھا تو سونا اس کے لئے زیادہ مناسب ہے۔یہی وجہ ہے کہ اکثر وبیشتر لوگوں نے ''قصہ'' ہی ذکر فرمایا ہے۔ابن اثیر بھی اسی معنی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔وہ اس کلمے کا

معنی کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''انه نهى عن تقصيص القبور(١) هو بنائها القصة و هى الجصّ . . . و منه حديث زينب ''يا قصة على ملحودة'' شبهت اجسادهم بالقبور المتخذه من الجص و انفسهم بجيف الموتىٰ التى تشتمل عليها القبور ''(٢) قبور کی تقصیص سے منع کیا گیا ہے تقصیص کا مادہ قصہ ہے اور وہ چونا ہے۔ (آگے بڑھ کر پھر کہتے ہیں) اسی باب سے حدیث زینب ''یا قصة على ملحودة '' ہے۔ انہوں نے ان لوگوں کے جسموں کو ایسی قبروں سے تشبیہ دی جس پر چونا کاری کی گئی ہو اور ان کے نفوس کو مردار سے تشبیہ دی ہے جن پر قبور مشتمل ہے۔

جس طرح قبر کی مصیبتیں مردے ہی کو معلوم ہوتی ہیں اگر چہ ظاہر کو دیکھ کر لوگ خوش ہو لیا کرتے ہیں اسی طرح وہ تمام افراد جن کا باطن پلید ہے وہ مردوں کی طرح متعفن ہیں اگر چہ ان کا ظاہر انیق و خوشنما ہے۔

ان مذکورہ صفات میں سے ایک صفت بھی اگر کسی معاشرے میں رسوخ پیدا کر لے تو اس سماج کی ہلاکت کے لئے وہی صفت کافی ہے چہ جائیکہ یہ صفات خبیثہ بہ تمام معنی کسی میں موجود ہوں۔ ایسے معاشرے کا حال وہی ہوگا جو ۶۱ھ میں ہوا یعنی وجہ ایجاد و بقاء عالم ہستی کو مظلومیت کے ساتھ شہید کیا جائے گا اور ان کے خاندان کو اسیر بنایا جائے گا۔ ان صفات کو بیان کرنے کا مقصد شائد یہی ہو کہ تمہارے ہاتھوں ہمارا اسیر ہونا انہی صفتوں کا نتیجہ ہے۔ واضح ہے کہ یہ بدترین توشہ ہے جو ان لوگوں نے مہیا کیا تھا اب تو اس توشے کو قیامت تک ڈھونا پڑے گا۔

الا بئس ما قدمت لكم انفسكم ان سخط الله عليكم و فى العذاب انتم خالدون

ترجمہ

''آگاہ ہو جاؤ کیا بدترین توشہ تمہارے نفس نے قیامت کے لئے بھیجا ہے۔ جس نے خدا

(١) ابوداود فی الجنائز؛ مسند احمد، ج ر۳، ص ر۲۹۵

(٢) النھایۃ فی غریب الحدیث والاثر؛ امام مجد الدین ابی السعادات المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری، متوفی ۶۰۶ھ الجزء الرابع حرف المیم، حرف القاف، ص ۶۳، ناشر منشورات محمد علی بیضون دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

کے خشم کو تمہاری طرف متوجہ کر دیا ہے اور تم ہمیشہ کے لئے عذاب میں رہو گے''

شرح

ظاہری بات ہے کہ جو شخص ان بری صفتوں کا خوگر ہو گا یقیناً اس نے قیامت کے لئے بہت برا توشہ فراہم کیا ہے۔ ایسے لوگوں کو بے شک جہنم کے دائمی عذاب میں رہنا چاہیئے جو آل محمد علیہم السلام کو کوچہ و بازار میں پھرائے وہ ایسے ہی عذاب کا مستحق ہے۔

تفسیر قرآن

اگر ہم اس خطبے کا بغور مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ علیا مقدسہ نے اس خطبے میں مختلف مواقع پر مصداقی تفسیر فرمائی ہے اور آپ کے کلام کا اصلی منبع، اسلام کا اصلی منبع، قرآن ہے خود یہی جملۂ مذکور قرآن مجید کی ایک آیت کی تفسیر ہے۔ خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے:

﴿تَرىٰ كَثِيراً مِّنهُم يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَبِئسَ مَاقَدَّمَتْ لَهُمْ أَنفُسُهُمْ أَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيهِمْ وَ فِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ﴾(۱)

''(اے رسول) تم ان (یہودیوں) میں سے بہتیروں کو دیکھو گے کہ کفار سے دوستی رکھتے ہیں (تو) جو سامان پہلے سے ان لوگوں نے خود اپنے واسطے درست کیا ہے، کس قدر برا ہے (جس کا نتیجہ یہ ہے) کہ خدا ان پر خشمناک ہوا اور (آخرت میں بھی) ہمیشہ عذاب میں رہیں گے''

علامہ طباطبائی تفسیر المیزان میں فرماتے ہیں:

یہ آیت انہی آیتوں میں سے ہے جس میں وجدان سے گواہی طلب کی گئی ہے۔ اس طرح سے کہ اگر وہ اپنے دین کی قدر و منزلت سے آگاہ ہوتے تو کبھی اس سے ہاتھ نہ کھینچتے اور اسے پیروں تلے نہ کچلتے، بلکہ اپنے دین پر باقی رہتے جیسے تمام اہل توحید پسند کرتے ہیں نیز اہل کفر سے بیزار رہتے کیونکہ ضمیر کی آواز یہ ہوتی ہے کہ ہر انسان اپنے دین کے دشمن کو دشمن سمجھتا ہے۔ اب اگر ہم دیکھ لیں کہ لوگوں نے دشمنان دین سے دوستی کر لی ہے تو ہم بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ ان لوگوں اپنے دین سے چشم پوشی اختیار کر لی ہے۔ جیسے ہی

(۱) سورۂ مائدہ: آیت ۸۰

ہم یہ حال دیکھیں گے تو ہم بے درنگ انہیں دشمن دین تصور کریں گے۔ کیونکہ دشمن کا دوست دشمن ہے اسی لئے خداوند عالم نے فرمایا﴿لبئس ما قدمت...﴾ یعنی اپنے گناہوں کا نتیجہ انہوں نے پہلے ہی سے بھیج دیا ہے جو وہی کفار کی ولایت تھی جسے انہیں نے خوشی خوشی قبول کرلیا۔ اسی وجہ سے خدا ان سے غضبناک ہے اور ان کا عذاب ابدی ہے۔(۱)

اس بیان سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اپنے دینی مقدسات کو پاؤں تلے کچلنے والا بے دین ہے نیز جو ایسے لوگوں سے دوستی کرتا ہے وہ بھی دین سے بیگانہ ہے۔ اگر ہم اس آیت شریفہ کے سیاق وسباق پر نگاہ ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ یہ آیت اہل کتاب یہودیوں کے لئے نازل ہوئی ہے جو خود کو اہل توحید بھی کہتے تھے لیکن اسلام کے خلاف ان سے رابطہ قائم کرتے تھے جو اسلام کے علاوہ یہودیت کے بھی مخالف تھے۔ لیکن اللہ تو اپنے نور کو کامل کرنے والا ہے خواہ کافر اور مشرکین کو نا گوار گذرے۔

اس آیت شریفہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ بی بی مخدرہ کا مقصود یہ تھا کہ جس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں یہودیوں نے اسلام کے خلاف کفار مکہ سے دوستی کر لی تھی اور رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شکست دینے کے لئے ان کے ہمقدم ہو گئے تھے۔ اسی طرح تم بھی انہی کی نسلوں سے ہم پیمان ہوئے ہو کہ اولاد رسولؐ کو ان کے راستے سے ہٹادو۔ لیکن جس طرح کل وہ رسولؐ اور اسلام کا بال بیکا نہ کر سکے بلکہ خود مشمول عذاب ہوئے اسی طرح تم بھی ہمارا کچھ بگاڑ نہیں سکتے ہو بلکہ تم بھی انہی کی طرح مشمول عذاب ہوگے اور ہمیشہ وہیں رہو گے تم نے آل ابوسفیان سے دوستی کا ہاتھ نہیں بڑھایا ہے بلکہ مقدسات دینی کو پیروں تلے کچل دیا ہے اور یہی وہ بدترین توشہ ہے جو تم نے قیامت کے لئے بھیجا ہے تمہارے اسی توشے نے غضب الٰہی کو برانگیختہ کیا ہے۔ اب تم آنسو بہاؤ یا نالہ وشیون کرو کوئی فائدہ نہیں ہے

”أ تبکون و تنتحبون ای (اجل) و اللہ فابکوا فانکم احریا بالبکاء فابکوا کثیرا و اضحکوا قلیلا“

---

(۱) ترجمہ تفسیر المیزان؛ مترجم، موسوی ہمدانی، ج ۶ / ص ۱۱۳

ترجمہ

''تم رو رہے ہواور نالہ وشیون کرر ہے ہو؟ ہاں خدا کی قسم تم آنسو بہاؤ کیونکہ رونے کے سب سے زیادہ سزاوارتم ہی ہو پس خوب روؤاور کم ہنسو''

اثر وضعی

جوشخص ایسی بری صفتوں کا حامل ہو جس کے نتیجے میں ملکوت اعلیٰ میں لرزش پیدا ہو جائے۔ آسمان وزمین خون کے آنسو رونے لگیں، جولوگ دشمنان خدا کے ساتھ سانٹھ گانٹھ کرر ہے ہیں اگر وہ آنسو بہائیں تو کیا تعجب ہے۔ بلکہ وہ نہ روئیں تو تعجب ہے۔ پشیمانی تو ایسے لوگوں کا مقدر ہے۔ یہ آنسو تو اثر وضعی ہیں عذاب الٰہی تو اس سے کہیں زیادہ دردناک ہے۔ بے چینی، بے خوابی، پریشانی یہ تمام حالات اسی کا نتیجہ ہیں یہ گریہ فقط اسی جہاں تک محدود نہیں ہے بلکہ بعداز مرگ بھی ایسوں کا مقدر آنسو ہی ہے۔ جو علیؑ و بتولؑ کو آہ و زاری پر مجبور کردے، پیغمبر اسلام کو رلا دے، ملاء اعلاء میں ملائکہ کو اشکبار کردے اس کے لئے یہی سزاوار ہے کہ وہ الی الابد آنسو بہاتا رہے اور کم ہنسے بلکہ کبھی نہ ہنسے۔

وحی آمیز کلام

اس جملے میں بھی ہم ملاحظہ کرتے ہیں کہ مفسرۂ قرآن نے قرآنی آیت کی تفسیر فرمائی ہے خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلاً وَ لْيَبْكُوا كَثِيراً جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾(۱) ''اگر وہ سمجھیں جو کچھ وہ کیا کرتے تھے اس کے بدلے انہیں چاہیئے کہ بہت کم ہنسیں اور بہت روئیں''

یہ آیت ان افراد کے لئے نازل ہوئی ہے کہ جو جنگ پر نہ جانے کی وجہ سے خوشحال تھے جیسا کہ اس سورہ کی آیت [۸۱] اسی مطلب کو بیان کرتی ہے کہ جولوگ رسول خدا کے ساتھ جنگ پر نہیں گئے اور خوشحال ہو گئے کیونکہ ان لوگوں کو خدا کی راہ میں اپنی جان و مال قربان کرنا پسند نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں گرمی ہے باہر نہ نکلو لیکن اگر وہ لوگ سمجھ سکتے ہیں تو سمجھ لیں، جہنم کی آگ اس سے بھی زیادہ گرم ہے۔

اس آیت کریمہ سے استفادہ ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے جنگوں سے منہ چرایا انہیں خوشحال نہیں ہونا چاہیئے بلکہ اگر صاحب عقل ہیں تو آنسو بہانا چاہیئے کیونکہ ان کی مصیبت کے ایام یہیں سے شروع ہو جاتے ہیں

(۱) سورۂ توبہ؛ آیت/۸۲

مفسرین قائل ہیں کہ یہ آیت جنگ تبوک کے موقع پر نازل ہوئی ہے۔جس میں منافقین نے ایک چال چلی تھی اور گرمی کا بہانہ بنا کر مسلمانوں کو کمزور کرنے کی کوشش کی تھی لیکن باری تعالیٰ نے ان کے تمام حربوں کو بیکار کردیا اور کہہ دیا کہ اپنی سازش پر شادماں نہ ہو بلکہ آنسو بہاؤ کیونکہ دنیا کی خوشی بہت کم ہے آخرت کے عذاب بہت زیادہ ہیں۔دنیا کی آسانیوں پر ہنسنا عقلمندی نہیں ہے بلکہ آخرت کے عذاب کی فکر کرو۔تم اس زعم ناقص میں خوش ہورہے ہو کہ ہم نے مسلمانوں کو کمزور کردیا جب کہ تمہارا یہی قصد تمہارے لئے جان لیوا ہے۔

اس آیت شریفہ سے استفادہ کرتے ہوئے بی بی مخدرہ فرمارہی ہیں کہ اس فکر ناقص میں خوشحال نہ ہو کہ ہم نے آل اللہ کو اسیر کرلیا ہے اور ان کے جوانوں کو تہ تیغ کردیا ہے کیونکہ تمہاری مصیبتوں کی ابتدا یہیں سے ہوتی ہے ہماری مدد و نصرت کے بجائے یزید کی مدد کرکے خوشحال نہ ہو کیونکہ تمہارا یہ فعل تمہاری ہلاکت کا ضامن ہے۔دنیا کی چندروزہ آسائش پر خوشحال نہ ہو بلکہ قیامت کے آئینے میں عذاب دیکھ کر آنسو بہاؤ۔

فلسفۂ تقدم وتاخر

آیت شریفہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ ''ضحک''یعنی ہنسی کا ذکر پہلے اور''بکاء''یعنی گریہ کا ذکر بعد میں ہے جبکہ مفسرۂ قرآن کے کلام میں معاملہ برعکس ہے یعنی بکاء مقدم ہے اور ضحک مؤخر۔

اگر اس تقدم وتأخر کے فلسفے پر غور کیا جائے تو فصاحت و بلاغت کا سرچشمہ پھوٹ پڑے گا آیت شریفہ سے ثابت ہوتا ہے کہ منافقین اس موقع پر خوشحال تھے لہٰذا طریقۂ تنبیہ و آگاہی یہ بتاتا ہے کہ پہلے ان کی ہنسی کو نابود کرو پھر ان کی خوشیوں پر پانی پھیرتے ہوئے بتاؤ کہ ہنسی تمہارے لئے نہیں ہے بلکہ رونا تمہارا مقدر ہے۔لیکن اہل کوفہ کے سامنے قرآن مجید کی یہ ترتیب خلاف فصاحت تھی کیونکہ وہ تو خود ہی رو رہے تھے لہٰذا کم ہنسو پہلے کہنا خلاف فصاحت تھا۔بنابرین بکاء کا ذکر پہلے فرمایا۔مقصود یہ تھا کہ یہ نہ سمجھو کہ ہم تمہارے آنسوؤں کے فریب میں آکر تمہیں دعائیں دینے لگیں گے بلکہ رونا ہی تمہارے لئے بہتر ہے لہٰذا خوب روؤ۔ضحک کا ذکر بعد میں کرکے بتایا کہ ہمارے جانے کے بعد خوشیاں مت منانا کیونکہ اب تمہاری خوشیوں کے دن چلے گئے ہیں۔اب الی الابد گریہ تمہارا مقدر ہے۔

''فلقد ابلیتم (فلقد ذھبتم)بعارھا و منیتم بشنارھا و لن ترحضوھابغسل بعدھا ابدا''

ترجمہ

''درحقیقت تم نے ننگ وعار کو اپنا شعار بنا کر اپنے دامن کردار کو داغ دار بنا لیا ہے لہٰذا ہرگز اس ذلت ورسوائی کے داغ کو مٹا نہیں سکتے''

خون کا دھبّا

حضرت زینب سلام اللہ علیھا اپنے خطبے کو جاری رکھتے ہوئے فرما رہی ہیں کہ یہ نہ سمجھو کہ امام حسین علیہ السلام کو قتل کر کے تم نے بہت اچھا کام انجام دیا ہے۔ بلکہ تم اس عظیم حادثہ کے نتیجہ میں ننگ وعار میں مبتلا ہو گئے ہو۔ کیونکہ جس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں قعر مذلت اور بدبودار فضا سے نکال کر اسلام کے معطر ماحول میں جگہ دی، جس نے تم جیسے اونٹوں کے چرواہوں کے ہاتھوں میں زمام حکومت پکڑنے کا سلیقہ سکھا دیا اور تمہیں طرز زندگی عطا کیا۔ تم نے اسی کی آل پاک کو ذبح کر دیا اور ان کی عورتوں کو اسیر بنا لیا ہے۔ درحقیقت کوفیوں کے وجود پر خون امام حسین علیہ السلام کا ایسا دھبہ لگا کہ اس کے بعد اس داغ کو کوئی بھی نہیں مٹا سکا۔

انسان کے کپڑے پر جب کوئی دھبہ لگتا ہے تو وہ کوشش کرتا ہے کہ اسے دھو ڈالے اگر خود سے دھونے کے بعد بھی نہیں چھوٹتا تو دھوبی کو دیدیتا ہے تاکہ وہ بھٹی میں ڈال کر اس دھبے کو چھڑا دے لیکن بعض دھبے ایسے ہوتے ہیں جسے بڑے سے بڑا دھوبی بھی نہیں چھڑا سکتا۔ حال کے آئینہ میں آئندہ نگر خاتون اسی مطلب کی طرف اشارہ فرما رہی ہیں کہ تم نے قتل حسین علیہ السلام سے دامن انسانیت کو اس طرح داغدار کیا ہے کہ کوئی پانی بھی اسے صاف نہیں کر سکتا۔ تاریخ کا بڑے سے بڑا دھوبی درہم ودینار کی بھٹی میں ڈالنے کے بعد بھی اس دھبہ کو نہیں مٹا سکتا ہے بلکہ وہ جتنا اس داغ کو دور کرنے کی کوشش کرے گا اتنا ہی اس کا دھبہ گہرا ہوتا جائے گا اور پکار پکار کر آواز دے گا۔

جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

حقیقت تو یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد تاریخ کے فنکار وماہر دھوبیوں نے مختلف کیمیکل کے ذریعہ اس دھبے کو مٹانے کی بھرپور کوشش کی، لیکن جس نے جتنا اچھا کیمیکل صرف کیا یہ داغ اور

نمایاں ہوتا چلا گیا، کسی نے کہا: اصلاً یہ واقعہ ہی رونما نہیں ہوا۔ کسی نے کہا: یزید پر لعنت حرام ہے۔ لیکن جب مدینے کی تاراجی ، ہزاروں دوشیزاؤں کا بغیر شوہر کے ماں بننا، مسجد نبوی کا اصطبل قرار پانا، خانۂ کعبہ کی آتشزدگی، اصحاب پیغمبر کا قتل، حاملین قرآن کا خون، یہ سب کے سب جب تاریخ کے صفحات پر بجّو کے ایال کی طرح منڈلانے لگے تو اب ان دھوبی صفت مورخین و محدثین کو راہ فرار نہ ملی اور اپنے عقائد کی شیشہ گری کو تاریخ و تحقیق کے سنگ محکم سے محفوظ نہ رکھ سکے اور سارا بنا بنایا گھروندہ زمیں بوس ہو گیا۔

واقعۂ حرہ ہو یا احراق کعبہ کا قصہ، سب کے سب اسی عظیم فاجعہ کا نتیجہ ہیں ۔فرزند رسول کا گھر یزیدیت کی طغیانیت میں بہہ جائے گا اور ہم محفوظ رہ جائیں گے یہی سوچ کر سب نے یہ کہا تھا کہ یہ خود کو فتنے میں ڈال رہے ہیں لیکن جب کنواری لڑکیاں مائیں بن گئیں تب سمجھ میں آیا کہ نمائندۂ وحی کسی عظیم خطرے سے آگاہ کر رہا تھا۔ لیکن اب پانی سر سے اونچا ہو چکا تھا اب تو اس خون ناحق کے دھبہ کا زمانہ آ گیا تھا جسے سب کو رسوا کرنا تھا۔ زینب کبریٰ علیہا السلام نے یہی فرمایا تھا کہ اب کسی دھوبی کی بھٹی میں اتنا دم خم نہ ہوگا کہ وہ اس خون کے دھبے کو چھڑا دے۔

مسدود راہیں

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ یہ داغ چھڑایا نہیں جا سکتا ہے اور تمام راہیں کیوں مسدود ہوگئی ہیں؟ ممکن ہے کہ کوئی یہ کہے کہ توبہ کا پانی تو اچھے اچھے گناہوں کے داغ کو معدوم کر دیتا ہے۔ اگر یزید اور یزیدی صدق دل سے توبہ کر لیں تو ممکن ہے کہ خدا اس گناہ و عار کے دھبے کو ختم کر دے، صدیقۂ صغریٰ اس سوال اور اس جیسے ہزاروں سوالات کی طرف متوجہ تھیں، وہ بخوبی جانتی تھیں کہ آئندہ یزید کے وکلاء پیدا ہونگے اور اس بات کی ہر ممکن کوشش کریں گے کہ اس داغ کو دور کر دیں۔ انہی تمام وجوہات کو مدنظر رکھتے ہوئے نیز مستقبل کو حال کے آئینے میں دیکھتے ہوئے دختر علی علیہ السلام نے علت بھی بیان فرما دی کہ کیا وجہ ہے جو تم اس داغ کو چھڑانے سے معذور ہو۔ خطبے کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

”و انی ترحضون قتل سلیل خاتم النبوۃ و معدن الرسالۃ و سید شباب اھل الجنۃ و ملاذ حربکم و مقر سلمکم و اسی کلمکم و مفزع نازلتکم و المرجع الیکم عند مقاتلتکم و مدرۃ حججکم و منار محجتکم“

ترجمہ

''کس طرح تم اس ننگ و عار کو دھو سکتے ہو۔ جب کہ تم نے خاتم الانبیاء کے فرزند اور معدن رسالت کو قتل کر دیا؟ وہ تو جوانان جنت کا سردار تھا، جنگوں میں تمہاری تکیہ گاہ اور تمہارے گروہ کی پناہ گاہ تھا، وہ تمہاری صلح و مسالمت کی قرار گاہ اور تمہارے زخموں کا طبیب تھا، وہ تمہاری زندگی کے حوادث میں نقطۂ پناہ اور تمہاری جنگ و جدال میں تمہارا امام تھا، وہ تمہاری دلیلوں کا بیانگر اور تمہاری راہوں کا چراغ تھا''

تلاطم فصاحت و بلاغت

یہ جملے نہیں بلکہ دختر خطیب منبر سلونی کے کلام فصاحت و بلاغت کے سمندر میں طغیانی ہے جو ان الفاظ کی صورت میں روشن ہے۔ یہ وہی علت و وجوہ ہیں جو بیان فرما رہی ہیں کہ تم انہی اسباب و علل کی بنیاد پر اس داغ کو نہیں مٹا سکتے ہو۔ جو ذات ان صفات حمیدہ کا مجسمہ ہو اسے قتل کرنے کے بعد کیا توبہ کا پانی اس سرخی کو مٹا سکتا ہے؟ نہیں! ہرگز نہیں! جس کے وسیلے سے آدمؑ سے لے کر آج تک سب کی دعائیں قبول ہو رہی ہوں اسے قتل کر کے توبہ کیسے قبول ہوگی۔ توبہ کی تمام راہوں کو مسدود کر کے توبہ کیسے قبول کراؤ گے۔

اس مرحلے میں شریکۃ الحسین گویا فرما رہی ہیں کہ تم محسن کش اور احسان فراموش ہو کیونکہ جو ہر رنج و مصیبت میں تمہارا مددگار تھا تم نے اسی کو تہہ تیغ کر دیا۔ اس مطلب کو واضح کرنے کے لئے حضرتؑ نے قتیل عبرۃ امام حسین علیہ السلام کے فضائل و مناقب بیان فرمائے جس میں کل گیارہ فضائل ہیں۔ ان صفتوں میں سے ایک حسی ہے اور دوسری فضیلت زبان وحی کی برکتوں کا نتیجہ ہے۔ اس کے علاوہ بقیہ فضائل اہل کوفہ سے مربوط تھے اور اگر وسعت دی جائے تو یہ فضائل تمام بشریت بلکہ تمام خلائق سے مربوط ہیں کیونکہ امام حسین علیہ السلام کی ذات والا صفات وہ ذات تھی جو خلق خدا کے ہر غم والم میں ان کی مونس و غمخوار تھی۔

گیارہ فضائل

ا۔فرزند خاتم نبوت ۲۔معدن رسالت ۳۔جوانان جنت کے سردار ۴۔جنگوں میں پناہ گاہ ۵۔گروہ کی تکیہ گاہ ۶۔صلح و آشتی کی قرارگاہ ۷۔زخموں کا طبیب ۸۔مصیبتوں کی پناہ گاہ ۹۔وقت نبرد مرجع خلائق ۱۰۔بیان گر براہین ۱۱۔چراغ راہ۔

ا۔فرزند خاتم نبوت

واضح ہے کہ یہ صفت حسی ہے۔ کیونکہ سب جانتے تھے کہ حسین فرزند رسولؐ ہیں۔لیکن اگر بلاغت کلام کی طرف غور کریں تو معلوم ہوگا کہ بی بیؑ مرضیہ نے خاتم النبیین نہیں فرمایا اور نہ ہی فرزند محمد کہا بلکہ ''خاتم النبوۃ'' فرمایا مقصود یہ تھا کہ امام حسین علیہ السلام کسی شخص کے فرزند نہیں ہیں کیونکہ پیغمبر اسلام شخص کا نام نہیں ہے بلکہ منصب دار الٰہی کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں۔ بنابرایں امام حسینؑ کسی فرد کا نام نہیں ہے بلکہ حامل منصب الٰہی کو حسین علیہ السلام کہتے ہیں۔اب تم یہ نہ سمجھنا کہ ہم نے حسینؑ کو قتل کیا ہے تم نے درحقیقت منصب الٰہی کے حامل کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کیا ہے۔گویا تم نے نبوت کو قتل کیا ہے۔اس سے بڑا گناہ کوئی فرض کیا جاسکتا ہے؟ اور کیا اس عظیم گناہ کے بعد بھی کوئی تاریخ کا دھوبی یزید کے گناہ کو دھوسکتا ہے؟ اگر کوئی نبوت کا چراغ بجھانا چاہتا ہے تو وہ درحقیقت دنیا سے نام خدا کو مٹانا چاہتا ہے اور جو خدا کے سامنے جری ہوجائے تو اس کے لئے توبہ بے معنی ہے۔

۲۔معدن رسالت

زینب کبریٰ صلوٰۃ اللہ علیھا نے امام حسین علیہ السلام کی دوسری صفت یہ بیان فرمائی کہ آپ رسالت کی کان اور معدن ہیں۔ یہاں بھی ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ امامت شناس بی بی نے رسول نہیں فرمایا بلکہ معدن رسالت فرمایا یعنی رسالت کے تمام فضائل وکمالات اسی ذات سے ہویدا ہوتے تھے۔اس کے علاوہ دوسری دقت طلب بات جو اس ٹکڑے میں ہے وہ یہ ہے کہ بی بیؑ مرضیہ نے یہاں ''مخزن الرسالۃ'' نہیں فرمایا ہے بلکہ ''معدن الرسالۃ'' ارشاد فرمایا ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اپنے ہر لفظ کو ادا کرنے میں دقیق تھیں کیونکہ ''مخزن'' اس مفہوم کی نمائندگی کرنے سے عاجز ہے جو مفہوم کلمہ ''معدن'' ادا کرتا ہے اس لئے کہ مخزن اور معدن کے درمیان جوہری فرق یہ ہے کہ مخزن اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں سونا چاندی اور دیگر

جواہرات دوسری جگہ سے لاکر وہاں جمع کئے جاتے ہیں لیکن معدن اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں طبیعی اور قدرتی طور پر جواہرات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

شاہکار بلاغت سمجھانا چاہتی ہیں کہ اہل کوفہ! جہاں قدرتی طور پر اور حکم الٰہی سے رسالت کے تمام فضائل ومناقب وکمالات وجود میں آتے ہیں اسی مرکز کا نام حسین بن علی علیہما السلام ہے۔اب تم خود تصور کرو کہ تم نے کس کے خون سے اپنا ہاتھ رنگین کیا ہے۔آیا اس فاجعہ کے بعد اپنے داغ کو مٹا سکتے ہو؟ دنیا ختم ہو جائے گی لیکن تمہارا دامن وجود ہمیشہ داغ دار رہے گا۔

۳۔جوانان جنت کے سردار

یہ وہ صفت ہے جو پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لسان وحی سے جاری ہوئی ہے۔شیعہ اور سنی (۱) دونوں علماء نے اسے نقل فرمایا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ''**الحسن و الحسین سید ا شباب اھل الجنة**'' '' حسن وحسین جوانان جنت کے دو سردار ہیں''یعنی اگر جنت چاہیئے تو حسنین علیہما السلام سے حاصل کرو۔ان دونوں فرزندوں کو حق حاصل ہے کہ جسے چاہیں جنت دیں اور جسے چاہیں دوزخ میں بھیج دیں۔

درحقیقت حضرتؑ یہاں حدیث مذکور کا مفہوم بیان فرما رہی ہیں کہ اہل کوفہ تم تو یہ چاہتے ہو کہ جنت حاصل کرو ذرا سوچو! جنت کے سردار کو قتل کر کے تم جنت حاصل کر سکتے ہو؟

أ ترجوامة قتلة الحسين　　　شفاعة جده يوم الحساب

''کیا حسین کو قتل کرنے والی امت روز حساب ان کے نانا سے شفاعت کی امید رکھتی ہے''؟

تم نے تو یہ حدیث رسالت کی زبان سے سنی تھی لیکن اس کے باوجود ہوا وہوس تم پر اس قدر غالب ہوگئی کہ تم نے اسی درخت کو کاٹ دیا جس کے سایہ میں سکون واطمینان سے زندگی بسر کر رہے تھے۔آیا یہ دھبہ مٹا سکتے ہو اور اس داغ کو دھو سکتے ہو۔کیا توبہ کا پانی اس ننگ وعار کی گندگی کو صاف کر سکتا ہے۔توبہ تو اسی لئے ہوتی ہے کہ انسان جنت تک پہنچ جائے لیکن جب تم نے جنت کے سردار ہی کو قتل کر دیا تو اب توبہ کا کیا فائدہ ہے بلکہ توبہ کا محل اور اس کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔

(۱) مسند احمد بن حنبل؛ ج ۳/ص ۸۲/، سطر ۱۹/

ان تین صفتوں کے بعد حضرتؑ نے ان مہربانیوں کا تذکرہ کیا جو خلائق پر عام تھی۔اگر کوئی محسن شناس ہوگا تو ایسے افراد کے سامنے سر بھی نہیں اٹھائے گا چہ جائیکہ قتل کر دے۔

۴۔جنگوں میں پناہ گاہ

جنگ وجدال میں ایسی وحشت زدہ حالت ہوتی ہے کہ انسان اس فکر میں رہتا ہے کہ دشمن کو رسوا کر دے لیکن جو شخص جنگوں میں کوئی پناہ گاہ نہیں رکھتا ہے وہ بہت جلدی ہار جاتا ہے کیونکہ اس کے پاس کوئی ایسا شخص نہیں ہوتا کہ وہ اس سے مشورہ کر سکے تا کہ وہ سپاہی کو راہ صواب دکھا سکے اس کے برخلاف اگر سپاہی جنگ میں محکم پناہ گاہ کا حامل ہو تو وہ کبھی بھی شکست نہیں کھا سکتا ہے بلکہ ہمیشہ دشمن پر غالب رہے گا۔یہ بات بھی واضح ہے کہ دشمن کی دو قسمیں ہیں۔۱)دشمن خارجی۔۲)دشمن داخلی۔دونوں دشمنوں سے جنگ کو عربی میں ''حرب'' کہتے ہیں۔جہاں امام جماعت اقامۂ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے اسے محراب کہتے ہیں۔کیونکہ وہ شیطان سے جنگ کا مقام ہے۔لہٰذا ہر جنگ کے لئے ایک پناہ گاہ کی ضرورت ہے۔ممکن ہے کہ بی بیؑ مخدرہ کا جملہ دونوں جنگوں کو شامل ہو کیونکہ کلام مطلق ہے۔دونوں جنگیں ایک سے بڑھ کر ایک ہیں بلکہ داخلی دشمن یعنی ہوائے نفس سے جنگ و جہاد بہت مشکل ہے یہی وجہ ہے کہ جہاد بالنفس کو جہاد اکبر کہا گیا ہے۔امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ نبی نے ایک گروہ کو جنگ کے لئے روانہ کیا جب وہ پلٹے تو فرمایا: مرحبا اس قوم پر جس نے جہاد اصغر انجام دیا درحالیکہ جہاد اکبر ابھی ان پر باقی ہے۔سوال کیا گیا! یا رسول اللہ جہاد اکبر کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: '' **جهاد النفس** '' یہ جہاد نفس ہے۔(۱) اس بنیاد پر لازم ہے کہ دونوں جنگوں کے لئے پناہ گاہ ہو خصوصا دشمن داخلی سے نبرد کے لئے محکم پناہ گاہ ہونی چاہیئے۔وہ افراد کہ جو جنگوں میں محکم پناہ گاہ رکھتے ہیں وہ بے حد مطمئن ہوتے ہیں کہ ہمیں کوئی شکست نہیں دے سکتا۔حضرت زینب سلام اللہ علیہا اسی مطلب کو واضح کرنا چاہتی ہیں کہ اہل کوفہ تم کس فکر میں ہو حسین بن علی علیہما السلام تمہاری جنگوں کے لئے پناہ گاہ تھے اور کوئی پناہ گاہ اس پناہ گاہ سے محکم نہ تھی۔دشمن خارجی کے لئے بھی وہ ذات ایک زبردست اور محکم پناہ گاہ تھی اور دشمن داخلی کے لئے بھی ایک مضبوط و محکم قلعہ تھی۔انہوں نے تمہاری اس طرح حفاظت کی کہ دشمن کو تمہارے نزدیک پھٹکنے نہ دیا۔داخلی دشمنوں سے اس طرح محافظت کی کہ ان تمام دشمنوں کی

(۱) وسائل الشیعہ ؛ ج ۱۵/ص ۱۶۱/، ح ۱/، باب ۱/، باب وجوب جہاد، مطبوعہ، موسسۂ آل البیت لاحیاء التراث۔

معرفت کرادی تا کہ تم دشمن داخلی سے بھی نبرد آزما ہوسکو اور ایسا نہ ہو کہ ان کے دام فریب میں پھنس جاؤ لیکن وائے ہو تم پر کہ تم نے اسی پناہ گاہ کو توڑ دیا اب تم ہمیشہ شکست کے منتظر رہو۔اس محکم پناہ گاہ کی طرح اب کوئی بھی تمہاری محافظت نہیں کر سکتا اب دشمن تم پر بے دریغ حملہ کرے گا۔

۵۔تکیہ گاہ جمعیت

ہر حزب اور پارٹی کا ایک مرکز ہوتا ہے جس کے تحت وہ پارٹی اپنے امور انجام دیتی ہے۔جس قدر وہ مرکز محکم ہوتا ہے۔اتنا ہی وہ پارٹی بیشتر استحکام کی حامل ہوتی ہے۔ جتنا ہی کسی پارٹی کا سربراہ ناکارہ ہوتا ہے اتنا ہی وہ حزب پیچھے ہٹتا چلا جاتا ہے اور وہ گروہ آگے نہیں بڑھ پاتا کیونکہ ان کی تکیہ گاہ کمزور ہوتی ہے۔ اگر کسی پارٹی کا مرکز من جمیع الجہات محکم ہو تو کوئی دوسرا حزب اسے نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے۔لیکن اگر ایسی جمعیت اپنی تکیہ گاہ اور مرکز کو منہدم کر کے دوسرے گروہ سے ملحق ہو جائے تو ایسے افراد یقیناً لائق ملامت ہیں وہ بھی ایسا سربراہ جس کو سب اپنی جمعیت کا سربراہ بنانا چاہتے ہوں تا کہ ان کی پارٹی محکم ہو جائے۔لیکن افسوس کہ اس گروہ نے اپنے سربراہ کی قدر نہ کی حضرت زینب سلام اللہ علیہا اسی مطلب کی طرف اشارہ فرمارہی ہیں کہ اے کوفیو! تم نے اپنی جمعیت کی تکیہ گاہ کو توڑ دیا جس نے تمہارے حزب کو محکم کر دیا تھا تم نے اسی کے خون سے اپنا ہاتھ رنگین کر لیا۔اس کے بعد بھی اس امید میں ہو کہ اس داغ کو اپنے وجود سے مٹا دو گے؟۔

٦۔صلح وآشتی کی قرارگاہ

انسانی معاشرے میں بعض ایسے افراد بھی ہوتے ہیں جن کی سب لوگ عزت کرتے ہیں۔ پورا سماج اپنی جنگ ودشمنی میں ایسے ہی لوگوں سے صلح وآشتی کی درخواست کرتا ہے۔

اسلام نے بھی اس کی کافی تاکید فرمائی ہے کہ دو مومن بھائیوں کے درمیان صلح وآشتی برقرار کراؤ کیونکہ مومنین آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں (۱) کیونکہ تقاضائے برادری یہی ہے کہ آپس میں امن وسلامتی پیدا کی جائے۔اس جملے میں ''مقر سلمکم'' سے مراد ظاہراًیہ ہے کہ انسان سکون واطمینان، نیز صلح آمیز زندگی سے ہمکنار ہو اور کسی قسم کا اضطراب نہ ہو۔انہی مسالمت آمیز زندگی کے مصادیق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دو مومن بھائیوں کے درمیان صلح وصفائی کرائی جائے۔

(۱) سورۂ حجرات؛ آیت/۱۰

خداوند عالم کے نمائندوں کی خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت یہی تھی کہ دو گروہ کے درمیان آشتی برقرار فرماتے تھے اور لوگوں کو ایک پر سکون زندگی عطا فرماتے تھے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مدینہ پہنچتے ہی دو قبیلوں کے درمیان صلح و آشتی کا ماحول پیدا کر دیا جنہیں اوس وخزرج کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جن کی دشمنی صدیوں سے چلی آرہی تھی۔ اس کے بعد مہاجرین و انصار کے درمیان برادرانہ روابط برقرار کئے۔

حضرت مخدومہ اسی مطلب کی طرف اشارہ کر رہی ہیں کہ حسین بن علی علیہما السلام تمہاری جنگ و جدال میں صلح و آشتی برقرار فرماتے تھے اور تم اپنی مخاصمت میں اسی ذات کی طرف مراجعہ کرتے تھے لیکن اسی مقر صلح کو تم نے تاراج کر دیا۔ جس سے تمہاری زندگی میں سکون واطمینان برقرار تھا اسی مسالمت آمیز قرارگاہ کو تم نے منہدم کر دیا اب اس کائنات میں کوئی ایسا پیدا نہ ہوگا جو تمہارے امور میں دلچسپی سے قدم اٹھائے۔ جو ذات تمہارے اضطراب کو اطمینان، اور بے چینی کو سکون میں تبدیل کر دیتی تھی تم نے اسی کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگ لیا۔ اس کے بعد امید رکھتے ہو کہ اس ننگ و عار کو دھو ڈالو گے۔ ابدا ابداتم جتنا اسے مٹانا چاہو گے یہ داغ اتنا ہی نمایاں ہوگا۔

۷۔ زخموں کا طبیب

آسی یعنی طبیب الجرح (۱) (زخموں کا طبیب) کلم؛ از باب قتل بمعنائے زخم ہے (۲) اضافت کے بعد ترجمہ ''زخموں کا طبیب'' ہوا۔ یہ جملہ کنایہ ہے جس کا مقصود یہ ہے کہ تمہاری تمام مشکلیں چاہے دنیوی ہوں یا اخروی، روحی ہوں یا جسمی ...سب کا علاج امام حسین علیہ السلام تھے۔ انسان مختلف اسباب کی بنیاد پر مجروح ہوتا ہے ایسے میں اگر کوئی مونس و مددگار ہوتا ہے تو اہل خانہ کے بعد وہ طبیب ہے۔ طبیب حاذق حالات کی نزاکت کو مدنظر رکھتے ہوئے علاج کرتا ہے اور اگر کوئی طبیب دنیا و آخرت کا طبیب ہو تو وہ تمام مصیبتوں کا حل بخوبی جانتا ہے۔ اگر کوئی مالی مشکلات میں گرفتار ہوتا ہے تو اس کی مالی مشکلات کو حل کرتا ہے وہ بھی اس طرح کہ پھر سائل کو دوبارہ دوسرے در پر

(۱) مفردات راغب؛ ص/۱۸

(۲) المصباح المنیر؛ ص/۵۲۰

جانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ شب کا سناٹا ہوتا ہے اور پشت اقدس پر روٹیوں کا بار ہوتا ہے شہر کے بے کس ونادار شکم سیر بھی ہو جاتے ہیں اور ان کی عزت بھی محفوظ رہ جاتی ہے۔ اگر جسم مجروح ہو جاتا ہے تو اس جراحت کا علاج اپنے ہاتھوں سے کرتا ہے پیشانی کا خون زہرائے مرضیہ کے رومال سے خشک کر کے ابدی آزادی عنایت کر دیتا ہے۔ اگر روح مجروح ہوتی ہے تو اس کا روحانی علاج اس طرح کیا جاتا ہے کہ آخرت کی زندگی کامیاب ہو جاتی ہے۔ امام حسین کی دعائے عرفہ (جو دعا امام علیہ السلام نے نہم ذی الحجہ کو عرفات کے میدان میں کی تھی یہ دعا مفاتیح الجنان میں موجود ہے) اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ روحانی علاج کس طرح کیا جاتا ہے۔ امام علیہ السلام کی یہ دعا یقیناً امراض روحانی کا کامل علاج ہے روایتوں میں ہے کہ اس مفصل دعا کو امام علیہ السلام نے کھڑے ہو کر پڑھا وہ بھی اس طرح کہ جیسے کوئی مسکین کسی سے کھانا مانگ رہا ہو(۱) یقیناً روحانی مریضوں کے لئے اکسیر یہی تمام چیزیں ہیں جو انسان کو منزل کمال تک پہنچاتی ہیں۔ لیکن افسوس ہمارا معاشرہ فرہنگ وثقافت دعا سے نا آشنا ہے۔ ہم طرز میں نوحہ وقصیدہ پڑھنا تو خوب جانتے ہیں لیکن تضرع وزاری کے ساتھ دعائیں پڑھنا تو شائد ہم جانتے ہی نہیں بارگاہ الٰہی میں خضوع وخشوع کی اصطلاح سے کوسوں دور ہیں۔ اس وقت ہمارے معاشرے کو فرہنگ دعا کی ضرورت ہے تا کہ روحانی امراض دور ہو سکیں اور ہم راہ کمال میں منزل کمال تک پہنچ سکیں۔

انہی تمام امور کی طرف حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے اشارہ فرمایا ہے کہ امام حسین علیہ السلام تمہارے روحی وجسمی زخموں کے طبیب تھے لیکن تم نے ایسے طبیب کو اس قدر زخمی کیا کہ اس کے زخموں کو فقط اس پر گریہ کرنے والوں کے آنسو ہی مندمل کر سکتے ہیں۔ تم نے کبھی ان کے سینے کو زخمی کیا تو کبھی بازو پر تیر چلایا اور کبھی پیشانی زخمی کی خلاصہ یہ کہ ۔

اُنّیس سو ہیں زخم تن چاک چاک پر ۔۔۔ زینب نکل حسین تڑپتا ہے خاک پر

علاوہ ازین تم نے فقط جسمانی طور پر زخمی نہیں کیا بلکہ تم نے ایسے انسان کی روح کو بھی مجروح کر دیا جس کی ماں کا جنازہ شب کی تاریکی میں اٹھا ہو تم نے اسی کی بیٹیوں کو اسیر بنا کر دیار بہ دیار پھرایا۔ کیا تم سے بڑا بھی کوئی احسان فراموش اور محسن کش ہوگا۔ اس کے بعد بھی یہ تمنا رکھتے ہو کہ تمہارے گناہ توبہ کے پانی سے دھل جائیں گے۔

---

(۱) مفاتیح الجنان؛ شیخ عباس قمی، اعمال روز عرفہ۔

۸۔ مصیبتوں کی پناہ گاہ

دنیاوی زندگی بلاء و مصیبت سے گھری ہوئی ہے۔ انسان زندگی کے مختلف موڑ پر مصیبتوں کا سامنا کرتا ہے۔ ایسے وقت میں ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ کوئی اس کا مونس و مددگار ہو۔ اگر کسی قوم میں ایسے افراد ہوں تو وہ اس معاشرے میں محور کی حیثیت رکھتے ہیں جن کی جانب بوقت ضرورت رجوع کیا جاتا ہے۔

امام حسین علیہ السلام مصیبتوں کی پناہ گاہ تھے تمام مصیبتیں آپ کے وسیلے سے دور ہوتی ہیں لیکن کوفیوں نے اپنے مشکل کشا کی قدر نہ کی۔

تاریخ شاہد ہے کہ ائمہ معصومین علیہم السلام لوگوں پر آنے والی مصیبتوں میں ان کی پناہ گاہ تھے۔ لوگوں نے قحط میں حضرت علی علیہ السلام کی طرف رجوع کیا کہ مولا ہم قحط سے جاں بہ لب ہیں لہٰذا آپ دعا فرمائیے حضرت علی علیہ السلام نے قرۃ عین المصطفیٰ حضرت حسین شہید کربلا کو دعا کے لئے بھیجا جب کہ آپ اس وقت کمسن تھے لیکن نماز استسقاء کے لئے شہر کے باہر تشریف لے گئے اور بارگاہ ایزدی میں دست سوال پھیلا دیئے ابھی دعا تمام بھی نہ ہوئی تھی کہ موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔ اتنی بارش ہوئی کہ درہ کوہ سے بھی پانی جاری ہونے لگے۔ لوگوں نے سمجھا کہ سیلاب آ گیا۔ لیکن یہ فرزند رسول کی دعا تھی کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے۔

کیا تاریخ کا طالب علم راہب کے واقعے کو فراموش کرسکتا ہے جسے آپ نے چند فرزند عنایت فرمائے جب کہ علی الظاہر اس کے مقدر میں اولاد نہ تھی۔ کیا فطرس کے واقعہ کو کوئی منصف مزاج انسان فراموش کرسکتا ہے جو عذاب الٰہی کی مصیبت میں گرفتار تھا لیکن امام حسین علیہ السلام نے اسے عذاب سے نجات دلائی اور اسے دوبارہ بال و پر عنایت فرمائے۔ یہ واقعات جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یہ ادنیٰ نمونہ ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے تمام مخلوقات الٰہی چاہے وہ انسان ہوں یا فرشتے سب کو مصیبت سے نجات دلائی ہے۔ کیا امت کے ایسے غمخوار انسان کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا جاتا ہے جیسا اہل کوفہ نے امام حسین علیہ السلام کے ساتھ انجام دیا۔ ایسا ظلم کہ آسمان و زمین، صدیقین و صالحین، ملائکہ و علیین خون کے آنسو بہانے لگے۔ یقیناً کوفی اس ننگ و عار کے داغ کو اپنے دامن کردار سے دھو نہیں سکتے کیونکہ جو اپنی مصیبتوں کی پناہ گاہ کو مصیبتوں میں مبتلا کردے اس سے بڑا خبیث اور لائق ملامت کون ہوگا۔

۹۔ وقت نبرد مرجع خلائق

ہنگام جنگ ایک سپاہی کی تمنا یہی ہوتی ہے کہ کوئی ایسا ہو کہ جو اس کی راہنمائی کر سکے۔ شہزادیٔ کوفہ اسی مطلب کی طرف اشارہ فرمارہی ہیں کہ امام حسین علیہ السلام جنگوں میں مرجع خلائق تھے لیکن تم نے اپنے اسی پشت پناہ کو قتل کر دیا اور اس کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کرلیا۔

۱۰۔ بیان گر براہین

''مدرۃ'' کے معنی ابن اثیر نے یوں ذکر فرمایا ہے''**زعیم القوم و خطیبھم و المتکلم عنه**''(۱) قوم کا سربراہ ان کے ادلہ و براہین کا آشکار کرنے والا اور ان کی طرف سے بولنے والا۔

''**حجج**''جمع حجۃ بمعنائے دلیل ہے۔

ہر قوم کا شرف اس کے عقائد میں پوشیدہ ہے آج دور حاضر میں جو ہر قوم اپنے اپنے عقائد کو آشکار کر رہی ہے اس کا واحد مقصد یہی ہے کہ وہ ذہنوں میں اس بات کو ڈالنا چاہتی ہے کہ ہماری آئیڈیالوجی سب سے اچھی، ہمارا نظریہ سب سے بہتر اور ہمارے عقائد سب سے عمدہ ہیں۔ اس کی علت یہی ہے کہ دنیا کو معلوم ہے کہ ہر قوم کا شرف اس کے عقائد ہیں اور جو شخص اس قوم کے عقائد کا بیان گر اور ان کی دلیلوں کو دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے، مسلّم ہے کہ وہ اس قوم کے درمیان شریف ترین انسان ہوتا ہے بلکہ اس قوم کا شرف ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ دوسری قوموں کو متوجہ کرتا ہے کہ ہمارے عقائد کی مختلف خصوصیات کیا ہیں۔

اس جملے کا مقصود یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام تمہارے لئے شرف تھے بلکہ تمہاری قوم کے اکلیل تھے کیونکہ وہ تمہاری دلیلوں اور عقائد کو بیان کرنے والے تھے۔ لیکن تم نے اپنی شرافت کا اپنے ہی ہاتھوں خون کر دیا۔ جو اس درجہ پست ہو کہ اپنی شرافت کو ذلت و رسوائی کے ہاتھوں وہ بھی معمولی قیمت کے مقابل فروخت کر دے تو معلوم ہے کہ وہ کس درجہ پست اور بد بخت ہوگا۔ پھر ان سارے کرتوت اور بداعمالیوں کے بعد دامن کردار سے داغ کو مٹانا جنون و دیوانگی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

نکتہ

واضح رہے کہ یہ جملہ دوسرے نسخوں میں دوسری طرح استعمال ہوا ہے مثلاً''لہوف''میں''حجج''

---

(۱) نہایہ؛ ج ۴، ص ۳۱۰

کے بجائے سنن ہے۔ امالیٔ مفید میں ''مدرۃ'' کے بجائے ''مدرجۃ'' ہے نیز امالیٔ شیخ طوسی میں بھی ''مدرجۃ'' ہے جس کے معنی راستہ بزرگی اور سنت ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام سنتوں کے بیان گر اور دلیلوں کے راہبر ہیں یعنی آپ معدن سنن اور رہبر راہ ہیں تمہیں تو چاہیئے تھا کہ اپنی گمشدہ راہیں ان کے ذریعہ تلاش کرتے، اسلامی سنتوں کو ان سے حاصل کرتے لیکن تم نے ایسی ہی ذات کو مصیبت میں گرفتار کر دیا اور پھر اس کے متمنی ہو کہ تمہارے گناہ مٹ جائیں گے۔ یہ فکر ہے یا تمہارے ذہن کا دیوالیہ پن۔

۱۱۔ چراغ راہ

''منار محجتکم'' جہاں نورانی شی رکھی جاتی ہے اسے منار کہتے ہیں پرانے زمانے میں ایک شہر کو دور سے آشکار کرنے کے لئے آگ روشن کر کے اسے شہر کے کنارہ پر رکھ دیتے تھے تاکہ آنے والا مسافر سمجھ لے کہ یہاں آبادی ہے اسی کو عرب منار کہتے ہیں۔ قہرمان کربلا اسی طرف اشارہ فرما رہی ہیں کہ جس طرح مسافر منارہ کو دیکھ کر سمجھ لیتا ہے کہ یہاں کوئی آبادی ہے اسی طرح تمہاری شناخت رہین ذات امام حسین علیہ السلام تھی، تمہاری روش کے علمبر دار فرزند رسول الثقلین تھے لیکن تم نے اسی شاخص اور علامت کو اکھاڑ پھینکا جس پر تمہاری شخصیت کا تشخص موقوف تھا۔

امالیٔ شیخ طوسی اور امالیٔ شیخ مفید میں ''منار'' کے بجائے ''امارۃ'' ہے جس کے معنی علامت ہیں یعنی امام حسین علیہ السلام تمہاری روش کی علامت تھے۔

اگر ہم غور کریں تو معلوم ہوگا کہ شروع کی تین صفتوں کے علاوہ عالمۂ ظواہر و بواطن حضرت عقیلۂ بنی ہاشم نے جتنی صفتیں بیان فرمائی ہیں وہ سب کی سب انسانی ضمیر کو لہولہان کرنے کے لئے کافی ہیں، ان صفات کو بیان کرنے کا واحد مقصد یہی تھا کہ لوگوں کا سویا ہوا ضمیر بیدار ہو اور ان کی فطرت اور ضمیر پر ایک کاری ضرب لگے تب معلوم ہوگا کہ انہوں نے کیا کیا ہے۔ انسان کا ضمیر ایک ایسا وجود ہے جو اسے برائی پر ملامت کرتا ہے جس نے تمہارا ہر وقت ساتھ دیا تم نے اسے بے دردی سے کیوں قتل کر دیا؟ درحقیقت عذاب اخروی سے پہلے بی بی مخدرہ نے اہل کوفہ کو وجدانی عذاب میں مبتلا کر دیا۔ واضح ہے کہ جو ایسی فطرت وصفات کا حامل ہو اس کے لئے لعنت ونفرین سزاوار و مناسب ہے کیونکہ اس نے قیامت کے لئے بدترین توشہ فراہم کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دختر علی علیہ السلام نے کلام جاری رکھتے ہوئے نفرین اور بددعا کی ہے۔

”ألا ساء ما قدمت لکم انفسکم (بل ساء ما قدمتم لأنفسکم)
و ساء ما تزرون لیوم بعثکم فتعسا تعسا و نکسا نکسا “

ترجمہ

آ گاہ ہوجاؤ کہ جو سامان پہلے سے تم لوگوں نے اپنے لئے مہیا کیا ہے وہ بہت برا ہے (بلکہ بہت بری چیز تم نے پہلے سے اپنے لئے مہیا کی ہے)اور بدترین بار تم نے قیامت کے دن کے لئے اپنے دوش پر اٹھا رکھا ہے پس تم تہس نہس اور برباد ہو جاؤ نیز سرنگوں ہو جاؤ اور دور ہی سے جہنم میں ڈال دیئے جاؤ۔

بدترین حالت

قیامت وہ دن ہے جس سے خاصان خدا کا وجود کانپتا ہے۔قرآن مجید کا تیسواں جز تقریبا قیامت کے حالات ہی کا بیان کر رہا ہے۔جس میں مختلف سوروں میں قیامت کے مختلف حالات بیان کئے گئے ہیں۔سورۂ زلزال میں زمین کو زلزلہ(۱) آنے کی کیفیت اور اس کے بعد کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔سورۂ انشقاق میں آسمان کے(۲) شق ہونے کی کیفیت بتائی گئی۔سورۂ انفطار(۳) میں آسمان، ستارے، سمندر، قبریں ان تمام چیزوں کی حالتیں بیان کی گئی ہیں۔سورۂ عبس (۴) میں انسانوں کی حالت بیان کی گئی ہے کہ کوئی کسی کو پوچھنے والا نہ ہوگا حتی مائیں اپنے بچوں سے دور بھاگیں گی ایسی مصیبت کی گھڑی میں جہاں راز آشکار ہوجائیں گے(۵) جہاں گناہ روشن ہوجائیں گے، برائیاں کھل کر سامنے آجائیں گی بڑے سے بڑے عابد وزاہد کو پسینے آنے لگیں گے، انبیاء واوصیاء حیران و پریشان ہوں گے ایسے ماحول میں اگر کوئی مونس و مددگار ہوسکتا ہے تو وہ محمد وآل محمد علیہم السلام کی ذات ہے جو اس وقت ہماری رہنمائی کرسکتے ہیں اور ہمیں نجات دے سکتے ہیں۔عقیلۂ بنی ہاشم اس جملے کے ذریعہ اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرما رہی ہیں کہ تم نے وہاں کے لئے بہت برا توشہ فراہم کیا ہے۔اس فکر میں نہ رہو کہ تم نے جو کچھ انجام دیا ہے وہ اسی دنیا میں رہ جائے گا۔نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَرَهُ وَ مَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرّاً يَرَهُ﴾ ”جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ

(۱) سورۂ زلزال؛ آیت ۱/ (۲) سورۂ انشقاق؛ آیت ۱/ (۳) سورۂ انفطار؛ آیت ۴/۔۳۔۲۔۱

(۴) سورۂ عبس؛ آیت ۳۴/ تا ۴۲ (۵) سورۂ طارق؛ آیت ۹/ (۶) سورۂ زلزال؛ آخری دو آیت ۷/۔۸

برابر بھی برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا'' کیونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے جو یہاں بوؤگے وہی وہاں کاٹو گے یہ تمام بداعمالیاں تمہارے وہاں پہنچنے سے پہلے تمہاری منتظر ہیں۔

قرآنی آئینہ

اس موقع پر بھی آپ نے قرآن مجید کو آئینہ قرار دیا ہے اور اسی کے عکس میں گفتگو کی ہے کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿وَ قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِلِقَاءِ اللّٰهِ حَتّٰیٓ اِذَا جَاءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا یٰحَسْرَتَنَا عَلٰی مَا فَرَّطْنَا فِیْهَا وَ هُمْ یَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰی ظُهُوْرِهِمْ اَلَا سَاءَ مَا یَزِرُوْنَ﴾(۱)

بے شک جن لوگوں نے قیامت کے دن خدا کی حضوری کو جھٹلایا وہ بڑے گھاٹے میں ہیں یہاں تک کہ جب ان کے سر پر قیامت ناگہاں پہنچے گی تو کہنے لگیں گے اے ہے! افسوس ہم نے تو اس میں بڑی کوتاہی کی (یہ کہتے جائیں گے) اور اپنے گناہوں کا پشتارہ اپنی پیٹھ پر لادتے جائیں گے دیکھو تو (یہ) کیا برا بوجھ ہے جس کو یہ لادے (پھر رہے) ہیں۔

اس آیت شریفہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قیامت کو جھٹلانے والے خسارے میں ہیں اور وہ گناہوں کا انبار لے کر وہاں حاضر ہوں گے۔ جو فرزند رسول الثقلین کو قتل کر دے اس سے بڑا منکر قیامت کون ہوگا۔ ایسے ہی لوگ قیامت کے دن بری حالتوں میں ہوں گے لیکن ان کی حالتوں پر کسی کو رحم نہ آئے گا کیونکہ دنیا میں انہوں نے کسی پر رحم نہیں کیا تھا۔

نیز خداوند عالم دوسرے مقام پر فرماتا ہے:

﴿وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ مَاذَا اَنْزَلَ رَبُّکُمْ قَالُوْا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ لِیَحْمِلُوْا اَوْزَارَهُمْ کَامِلَةً یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَ مِنْ اَوْزَارِ الَّذِیْنَ یُضِلُّوْنَهُمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ اَلَا سَاءَ مَا یَزِرُوْنَ﴾

''جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے کیا نازل کیا ہے تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ (اجی کچھ بھی نہیں) بس اگلوں کے قصے ہیں (ان کو بکنے دو) تاکہ قیامت کے دن اپنے (گناہوں کے) پورے

---

(۱) سورۂ انعام؛ آیت/۳۲

بوجھ اور جن لوگوں کو انھوں نے بے سمجھے بوجھے گمراہ کیا ہے ان کے (گناہوں کے) بوجھ بھی انہی کو اٹھانا پڑیں گے ذرا دیکھو تو کہ یہ لوگ کیسا برا بوجھ اپنے اوپر لادے چلے جارہے ہیں''(۱)

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ بدعت گذار اور برائیوں کا موجد مسری اور چھوت کے مرض کی طرح اپنے علاوہ دوسروں کو بھی ضرر پہنچاتا ہے۔لہٰذا عقلمندی کا تقاضا ہے کہ ایسے شخص سے بچا جائے تاکہ ان کا مرض دوسروں میں سرایت نہ کر سکے۔بی بیٔ دو عالم اس امر کی طرف اشارہ فرما رہی ہیں کہ بنی امیہ نے تو ہم سے دشمنی مول لے کر اپنا برا کیا لیکن تمہاری عقلمندی کا تقاضا یہ تھا کہ تم ان سے کنارہ کشی اختیار کرتے۔ لیکن جان بوجھ کر مجذوم شخص کے پاس گئے تو اب جب کہ جذام کا کیڑا تمہارے اندر سرایت کر چکا ہے تو تمہارے بدن کے حصے کٹ کٹ کر گریں گے اور کوئی علاج کرنے والا نہ ہوگا کیونکہ تم نے اپنے زخموں کے طبیب کا خون بہا دیا ہے۔

اس جملے کا آخری ٹکڑا تعسا تعسا ہے، یہ ٹکڑا بھی قرآنی لہجہ میں ہے۔خداوند عالم فرماتا ہے کہ کفار تہس نہس ہونے والے ہیں۔﴿وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْساً لَهُمْ وَ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ﴾(۲)''جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ تہس نہس ہو جائیں گے اور خدا ان کے اعمال کو برباد کر دے گا''

یہ تمام باتیں اس امر کا بین ثبوت ہیں کہ حضرت کی یہ تقریر نہ تھی بلکہ ایک معجزہ تھا جو تقریری لہجہ میں آشکار ہو رہا تھا۔

لقد خاب السعی و تبت الایدی و خسرت الصفقة

ترجمہ

''درحقیقت تمہاری کوشش ناکام اور تمہارے ہاتھ کٹ گئے اور معاملے میں تم نے نقصان اٹھایا ہے''

(۱) سورۂ نحل؛ آیت/۲۵-۲۴

(۲) سورۂ محمد؛ آیت/۸

ناکام کوشش

لاریب دشمنوں کی کوشش ناکام ہوگئی وہ چاہتے تھے کہ نور خدا کو خاموش کردیں اور اپنی تعبیر میں ''دفنا دفنا''یعنی نابود کرنا چاہتے تھے، آل محمد علیہم السلام کو زیر خاک پنہان اور محو کرنا چاہتے تھے، دشمن اس فکر میں تھا کہ اہل بیت اطہارؑ کا پاک خون کربلا کی زمین میں محو ہوجائے گا اور ان کا نام ونشان ہمیشہ کے لئے صفحۂ ہستی سے مٹ جائیگا۔لیکن خدا اپنے نور کی حفاظت کرنے والا ہے چاہے مشرکین و کافرین کو یہ پسند نہ ہو(۱) خداوند عالم نے دشمن کی ساری پالیسیوں کو خاک میں ملادیا اور سمجھا دیا کہ تمہاری تمام کوششیں ناکام ہوگئیں حق تک دست درازی کرنے کی فکر میں ہاتھ وہاں پہنچنے سے پہلے ہی کٹ گئے اور سارے خواب تشنۂ تعبیر رہ گئے حق کے خلاف تم نے جو معاملہ انجام دیا تھا اور اس فکر میں تھے کہ اس میں فائدہ بھی اٹھاؤ گے لیکن معاملہ تمہارے ضرر پر تمام ہوا چونکہ تم نے دنیا کی متاع قلیل کو آخرت کی لامتناہی نعمتوں کے بدلے میں خرید لیا۔ جب کہ اس متاع دنیا کو بھی حاصل نہ کرسکے یعنی نہ تو مال دنیا ملا نہ ہی آخرت۔پس تم سے زیادہ گھاٹے میں کون رہا؟۔

ان تین جملوں میں پہلا جملہ ''لقد خاب السعی''اس امر کی خبر ہے کہ تمہاری محنت رائگاں ہوئی اور دوسرے دو جملے تبت الایدی و...ممکن ہے کہ جملۂ خبریہ ہوں نیز ممکن ہے کہ نفرین ہو کیونکہ اس قسم کے جملوں میں دو احتمال ہوتے ہیں۔اگر جملۂ خبریہ ہے تو آئندہ کی پیشین گوئی ہوگی کہ تم اس گمان میں نہ رہو کہ تم نے بہت فائدہ اٹھایا اور اپنے عمل میں صحیح ہو بلکہ تم نقصان اور گھاٹے کے خریدار ہو۔اگر نفرین کے معنی ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ثانی زہراؑ نے بددعا کی ہے کہ تمہارے ہاتھ ٹوٹ جائیں تمہاری ہمت کیسے ہوئی کہ تم اتنے بڑے جرم کے مرتکب ہوگئے۔

ممکن ہے کوئی یہ اعتراض کردے کہ یہ تو عورتوں کا کوسنا ہے جو ہر غمزدہ وستمدیدہ خاتون کی زبان پر جاری ہوتا ہے اس میں کسی فصاحت و بلاغت کا دخل نہیں ہے اس اعتراض کا جواب قرآن مجید کا مطالعہ کرنے والوں پر بخوبی واضح ہے کہ یہ جملہ فقط نسوانیت کے جذبات کا غماز نہیں ہے بلکہ یہ خاکی بشر کبھی کبھی

---

(۱) سورۂ صف؛ آیت/۹۔۸

اس درجہ پست ہو جاتا ہے کہ اس کے لئے ایسے الفاظ کا استعمال عین فصاحت و بلاغت ہے یہی وجہ ہے کہ خالق فصاحت و بلاغت خداوند عالم نے اپنی معجزاتی کتاب میں بھی ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جو انسان کی پستی و دنایت پر گواہ ہیں خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿تَبَّتْ يَدَا اَبِىْ لَهَبٍ وَ تَبَّ﴾(۱) ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ خود ستیاناس ہو جائے یہ آیۂ شریفہ صاف بیان کر رہی ہے کہ انسان کی پستی جب حد سے تجاوز کر جاتی ہے تو اس کے لئے ایسے ہی الفاظ مناسب ہیں احتمال ہے کہ مفسرۂ قرآن نے اسی آیت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ جملہ ارشاد فرمایا ہو اور مقصود یہی ہو کہ ابولہب کی طرح تمہارے ہاتھ ٹوٹ جائیں کیونکہ اس ملعون نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف سازش رچی تھی لیکن خداوند عالم نے اس کی ساری سازشوں پر پانی پھیر دیا تم بھی اسی ملعون کی طرح فرزند رسول الثقلینؐ کو قتل کر کے اسلام کو مٹانا چاہتے تھے لیکن تمہاری یہ تمنا پوری نہ ہوئی تم برباد ہو جاؤ گے تمہاری ساری محنتیں خاک میں مل جائیں گی تمہارے لئے صرف گھاٹا ہی گھاٹا ہے۔

و بوئتم بغضب من الله

ترجمہ

''تم غضب خدا کی طرف پلٹ گئے''

وحی آمیز جملہ

اس جملہ سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہی ہے کہ یہ جملہ بھی قرآن مجید کے آہنگ میں ہے اور آپ کے کلام کا یہ حصہ بھی قرآن مجید کی آیتوں سے اقتباس ہے خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفاً فَلاَ تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ وَ مَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ اِلَّا مُتَحَرِّفاً لِقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزاً اِلَى فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللّٰهِ وَ مَاوَاهُ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾(۲)

(۱) سورۂ مسد؛ آیت/۱

(۲) سورۂ انفال؛ آیت/۱۶-۱۵

''اے ایمان والو جب تم سے کفار سے میدان جنگ میں مقابلہ ہوتو (خبردار) ان کی طرف پیٹھ نہ کرنا اور (یاد رہے کہ) اس شخص کے سوا جو لڑائی کے واسطے کترائے یا کسی جماعت کے پاس (جا کر) موقع پائے (اور) جو شخص بھی اس دن کفار کی طرف پیٹھ پھیرے گا وہ یقیناً (ہر پھر کے) خدا کے غضب میں آ گیا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہی ہے اور وہ کیا برا ٹھکانا ہے''

اس کے علاوہ سورۂ آل عمران میں خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْ بَاءَ بِسَخَطٍ مِنَ اللّٰهِ وَ مَاوَاهُ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾(۱)

''بھلا جو شخص خدا کی خوشنودی کا پابند ہو گیا اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو خدا کے غضب میں گرفتار ہو اور جس کا ٹھکانا جہنم ہو اور وہ کیا برا ٹھکانا ہے''

ان دونوں آیتوں کا مشترک فیصلہ ہے کہ جو غضب خدا کے دائرہ میں آ جائے گا اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

مفسرہ قرآن کے کلام کو آیات قرآنی سے ارتباط دیتے ہوئے یہ کہنا ممکن ہے کہ حضرت یہ سمجھانا چاہ رہی ہیں کہ تم نے امام حسین علیہ السلام کو شہید کر کے غضب الٰہی کو خرید لیا ہے تو اب تمہارا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

و ضربت علیکم الذلۃو المسکنۃ

ترجمہ

''ذلت وخواری تم پر مسلط اور محیط کر دی گئی ہے''

رسوا مقدر

جب کسی اہم کام کے تمام مراحل گذر جاتے ہیں تو آخر میں کاغذ پر مہر لگائی جاتی ہے تو ایسے موقع پر عرب کہتے ہیں ''ضربت الامر'' یعنی کام ہو گیا۔ پروردگار فصاحت و بلاغت اسی مطلب کو واضح فرما

(۱) سورۂ آل عمران؛ آیت/۱۶۲

رہی ہیں کہ تمہاری ذلت وخواری حتمی ہوچکی ہے۔تم نے آل محمد علیھم السلام پر اب تک جتنے ظلم ڈھائے وہ سب اپنی جگہ پر ثابت ہیں لیکن فرزند رسول الثقلینؑ کواس بے دردی سے قتل کر کے گویا تم نے اپنے مقدر کی رسوائی پر مہر ثبت کردی ہے۔اب اس رسوائی کوتم سے کوئی دورنہیں کرسکتا ہے۔اس دن کے بعد سے آج تک تاریخ شاہد ہے کہ اہل کوفہ خود سے رسوائی دور نہ کر سکے اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ان لوگوں نے اپنے ہاتھوں کوایسی ذات کے خون سے رنگین کیا ہے جوان کی عزت وشرف کا مرکز تھا۔

نورقرآنی

اگر بغور دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ پورا جملہ قرآن مجید کے سایہ میں ہے جوایک تاریخی حقیقت کی طرف اشارہ کررہا ہے۔خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿وَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ وَ بَاءُوْا بِغَضَبٍ مِنَ اللّٰهِ ذَالِکَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيِّيْنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذَالِکَ بِمَا عَصَوا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ﴾(۱)

''اوران (بنی اسرائیل) پر رسوائی اورمحتاجی کی مار پڑی اوران لوگوں نے قہر خدا کی طرف پلٹا کھایا یہ سب اس سبب سے ہوا کہ وہ لوگ خدا کی نشانیوں سے انکار کرتے تھے اور پیغمبروں کوناحق شہید کرتے تھے اوراس وجہ سے (بھی) کہ وہ نافرمانی اورسرکشی کیا کرتے تھے''

تفسیر المیزان کے بیان کے مطابق تفسیر عیاشی میں ہے کہ وہ لوگ انبیاء کوخود قتل نہیں کرتے تھے لیکن ان کے کلام کونااہلوں کے نزدیک فاش کرتے تھے جس کے نتیجے میں دشمن ان کوگرفتار کرکے شہید کرڈالتے تھے، پس ان لوگوں نے ایسا کام کیا کہ انبیاء قتل بھی کردیئے گئے اورمصائب میں گرفتار بھی ہوئے(۲)

دوسری جگہ خداوند قدوس یہودیوں کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْا اِلَّا بِحَبْلٍ مِنَ اللّٰهِ وَ حَبْل مِنَ النَّاسِ فَبَاءُوْا بِغَضَبٍ مِنَ اللّٰهِ وَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ذَالِکَ

(۱)سورۂ بقرہ؛ آیت/۶۱

(۲)تفسیر عیاشی؛ج/۱ص/۴۵، بحوالہ تفسیر المیزان؛ج/۱ص/۲۹۱۔۲۹۰مطبوعہ،انتشارات اسلامی قم

بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذَالِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ﴾ (۱)

''اور جہاں کہیں ہتھے چڑھے ان پر رسوائی کی مار پڑی مگر خدا کے عہد یا اور لوگوں کے عہد کے ذریعہ سے (ان کو کہیں پناہ مل گئی) اور ہیر پھیر کے خدا کے غضب میں پڑ گئے، اور ان پر محتاجی کی مار (الگ) پڑی یہ (کیوں) اس سبب سے کہ وہ خدا کی آیتوں سے انکار کرتے تھے اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے تھے یہ سزا اس کی ہے انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے گذر گئے''

ان دونوں آیتوں میں یہودیوں کی رسوائی کا راز خداوند عالم نے قتل انبیاء بیان فرمایا ہے۔ نیز تفسیر عیاشی کی بنیاد پر یہ لوگ نااہلوں کے سامنے راز فاش کیا کرتے تھے۔ قابل غور وفکر مرحلہ اس آیت شریفہ میں یہی ہے کہ اگر یہودی سبب قتل بن جائیں تو خدا ان کے مقدر میں رسوائی مرقوم فرمادیتا ہے اور ان کو جہنم کے بدترین عذاب میں مبتلا کرتا ہے تو اگر کسی کی بدبختی اس حد تک پہنچ جائے کہ وہ ایسے افراد کے خون سے خود کو آلودہ کرے جن کی ولایت کو قبول کرنے کی وجہ سے انبیاء کے سر پر تاج نبوت آراستہ کیا گیا ہو تو ایسے شخص کا حال کیا ہوگا؟ یقیناً رسوائی کی مار اس کے وجود کو خاکستر کردے گی۔

قربان جائیں عقیلۂ بنی ہاشم کی دوررس نگاہوں پر جنہوں نے ایک جملے کے ذریعہ اہل کوفہ کو یہودیوں کی صف میں لاکر کھڑا کردیا اور سمجھادیا کہ تم میں اسلامی صفات مفقود ہے تم اسی نسل کے پروردہ ہو جس نے اسلام کو نیست ونابود کرنا چاہا لیکن خداوند عالم نے ان لوگوں کا پردہ فاش کردیا۔

تم نے بھی امام حسین علیہ السلام کے قتل اور ان کی ذریت کو اسیر کر کے اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کی لیکن تمہاری ساری فکر غلط ثابت ہوئی کیونکہ یہی خون اور یہی اسیری اسلام کی سربلندی کی علمبردار ہے، اسی خون نے تم کو رسوا کردیا وہ بھی اس طرح کہ اب اس رسوا مقدر پر کوئی قلم غلط نہیں کھینچ سکتا ہے۔

أتدرون ويلكم اى كبد (لمحمد) لرسول الله فرثتم (فريتم)
و اى عهد نكثتم و اى كريمة له ابرزتم و اى حرمة له هتكتم
واى دمة له سفكتم''

(۱) سورۂ آل عمران؛ آیت/۱۱۲

ترجمہ

''وائے ہوتم پر، تم کو کچھ خبر بھی ہے کہ تم نے رسول خداؐ کے جگر کو کس طرح پارہ پارہ کیا ہے؟ اور کس عہد و پیمان کو توڑا ہے؟ اور کیسی پردہ نشین مخدرات کو کوچہ و بازار میں پھرایا ہے؟ اور کس کی ہتک حرمت کی ہے؟ اور کس کا خون بہایا ہے؟''

دفتر مصائب

یہ چند جملے مصائب کا دفتر ہیں، آپ نے تمام مصائب کو رسول اسلامؐ کی طرف پلٹا کر یہ ثابت کر دیا کہ امام حسین علیہ السلام کا قتل در حقیقت اسی نبی کا جگر ٹکڑے ٹکڑے کرنا ہے جس کے تم امتی ہونے کا دم بھرتے ہو در حقیقت اس جملے نے لوگوں کو ماضی کی یاد دلانے پر مجبور کر دیا کیونکہ سب کی نظریں پیغمبر اسلامؐ کی زندگی پر تھیں کہ آپ کس طرح امام حسین علیہ السلام سے پیش آتے تھے۔ آپ کے اقوال ''**حسین منی و انا من الحسین ، هذا حسین فاعرفوه ، الحسن و الحسین سیدا شباب اهل الجنة** '' زباں زد خاص و عام تھے۔ لہٰذا عقیلۂ بنی ہاشم کے جملہ ''**ای کبد لرسول الله فریتم** '' نے لوگوں کو تمام حقائق سے آگاہ کر دیا، مقصود یہ تھا کہ اہل کوفہ! تم مسلمان ہونے کا دم بھرتے ہو؟ جب کہ تم نے قلب رسولؐ کو پاش پاش کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ اس جملہ سے آپ کی سیاسی بصیرت کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے ''**ای کبد لعلی علیه السلام** '' کہنے کے بجائے ''**ای کبد لرسول الله** '' فرمایا یعنی جگر گوشہ علی مرتضیٰؑ نہیں فرمایا، وجہ یہ تھی کہ کوفہ مرکز حکومت مولا الموحدین ہونے کے باوجود بنی امیہ کی پالیسیوں کے نتیجہ میں اس قدر مسموم ہو چکا تھا کہ لوگ اولین مظلوم گیتی پر سب و شتم کیا کرتے تھے۔ نمائندۂ سیاست الٰہی نے حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے بلا واسطہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت دی تا کہ ان کے اسلام کی حقیقت آشکار ہو جائے کہ تم مسلمانوں کے نام پر داغ ہو کیونکہ تم نے قلب رسولؐ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

بے پردگی سب سے بڑی مصیبت

پردہ ضرورت دین ہے۔ قرآن و احادیث سے اس کا وجوب ثابت ہے۔ اس کا منکر دائرۂ اسلام سے خارج اور مرتد ہے۔ ایک معاشرے کی حفاظت کے لئے حجاب اسی طرح ضروری ہے جس طرح جسم کے لئے سر، پردہ کی اہمیت کریم النفس اور نیک طبیعت افراد پر آشکار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کربلا کی مصیبتوں

میں سب سے بڑی مصیبت آل محمد علیھم السلام کی بے پردگی محسوب کی گئی ہے۔خود امام زین العابدین علیہ السلام نے بھی منہال سے بے پردگی ہی کا شکوہ کیا تھا کسی پردہ نشین خاتون کو بے پردہ کر دینا ایسا ہی ہے جیسے مچھلی کو پانی سے باہر نکال دیا جائے۔یہی وجہ ہے کہ علماء نے فرمایا کہ حضرت زینبؑ بھی شہید ہوئی ہیں۔بعضوں نے تو اس کی دلیل میں شام کا واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دشمن اسلام کے حملے کی وجہ سے آپ اس دار فانی سے کوچ کر گئیں۔لیکن محققین نے فرمایا ہے کہ ذبیحہ کی تین قسمیں ہیں۔

۱)ایک وہ ذبیحہ جو گردن پر چھری پھیرنے اور چار رگوں کے کٹنے سے واقع ہوتا ہے جیسے گائے، بکری وغیرہ کا ذبیحہ۔۲)دوسرا طریقۂ کا نحر ہے جو اونٹ سے مخصوص ہے جس میں نیزہ یا دوسری آہنی چیز کو اس کی گردن کی طرف (دور سے) پھینکا جاتا ہے۔اس وقت بہتر یہ ہے کہ اونٹ کھڑا ہو۔۳) تیسرا ذبیحہ مچھلی کا ہے جس میں نہ چھری کی ضرورت ہوتی ہے نہ خنجر کی بلکہ اس کا ذبیحہ یہی ہے کہ اسے پانی سے باہر نکال دیا جائے اور وہ تڑپ تڑپ کر جان دیدے۔ذبیحہ کے دو طریقہ کربلا میں رونما ہوئے۔فرزند رسولخداؐ کو شمر ملعون نے پس گردن سے ذبح کیا اور رباب کی آغوش کو حرملہ کے تیر سہ شعبہ نے ویران کر دیا اسی بنیاد پر اپنے بین میں ماں نے کہا تھا ''یا بنی أ مثلک ینحر '' یعنی اے مرے لال کیا تمہارے سن کے بچے بھی نحر کئے جاتے ہیں۔تیسرا طریقہ شریکۃ الحسینؑ کے ساتھ استعمال ہوا۔دختر زہرا سلام اللہ علیھا کی بے پردگی ایسی ہی ہے جیسے مچھلی کو پانی سے نکال دیا جائے۔بنا برین عقیلۂ بنی ہاشم بھی کربلا ہی میں شہید ہو گئیں بس فرق یہ تھا کہ کربلا کے ہر شہید کی مصیبت شہادت کے بعد تمام ہو گئی لیکن دختر علی علیہ السلام کربلا سے شام تک قسطوں میں شہید ہوتی رہیں۔شائد یہی وجہ تھی کہ حضرت زینب سلام اللہ علیھا نے اپنی مصیبتوں میں بے پردگی کا ذکر فرمایا کہ تمہیں معلوم ہو کن پردہ نشین خواتین کو کوچہ و بازار میں بے پردہ گھمایا ہے اس جملے کا درد وہی سمجھ سکتا ہے جس کی نگاہ تاریخی حوادث پر ہو۔آپ نے حضرت کی حیات طیبہ میں ملاحظہ فرمایا کہ جب حضرت زینب سلام اللہ علیھا رسول خداؐ کی زیارت کے لئے مسجد النبیؐ تشریف لے جاتی تھیں تو مسجد النبیؐ کے چراغ گل کر دیئے جاتے تھے۔حسنین علیھما السلام چپ و راست نگہبانی فرمایا کرتے تھے۔ورود کوفہ کی داستان معلوم ہے کہ شب کے سناٹے میں شہزادیؑ کوفہ داخل شہر ہوئی تھیں۔یحییٰ مازنی کہتے ہیں کہ میں ایک مدت تک حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں رہا میرا گھر بھی حضرت زینبؑ کے گھر سے نزدیک تھا لیکن خدا کی قسم کبھی بھی میری نگاہ ان پر نہ

پڑی اور نہ ہی ان کی صدا میرے کانوں تک پہنچی۔(۱)

مقام انصاف اور جائے تأمل ہے کہ اگر ایسی پردہ نشیں خاتون اسی شہر میں اسیر بن کر آئے جہاں وہ شہزادی تھی تو یہی منظر اس کی موت کے لئے کافی ہوگا وہ ایک حرف بھی زبان سے جاری کرنے کے قابل نہ ہوگی۔لیکن یہ خون مولا الموحدین اور شیر سیدہ نساء العالمین کا اثر تھا کہ اسلام کی خاطر ان تمام حالات کا سامنا صبر وحوصلہ کے ساتھ کیا اور یہی اسیری اسلام کی سر بلندی اور کفر ونفاق کی ذلت کا سبب ہوئی۔وقت تکلم وہ معجزہ دکھایا جس کے سامنے شہنشاہ ہفت اقلیم بھی گھٹنے ٹیک دے۔لا ریب ایسے افراد جنہوں نے اس خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کیا درحقیقت انہوں نے رسول خدا کا خون بہایا۔ان لوگوں نے یہ سمجھا تھا کہ حسین ابن علی علیھما السلام کا قتل ان کی ذات سے محدود ہے لیکن مبلغۂ قیام عاشورہ نے اس راز کو فاش کر دیا کہ مظلوم کربلا کا قتل درحقیقت رسول خداؐ کا قتل ہے کیونکہ مظلوم نینوا کا گوشت و پوست رسول کبریاءؐ ہی کا گوشت و پوست ہے اب اس کے بعد اگر کسی کے منہ میں زبان ہوتو وہ تمہیں مسلمان کہے؟معترف خود ہی دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔اس واقعہ سے اگر آسماں گر پڑے اور زمین شق ہو جائے تو جائے تعجب نہیں ہے۔

لقد جئتم شیاء ادا تکاد السماوات یتفطرن منه و تنشق الارض و تخر الجبال هدا

ترجمہ

’’تم نے اتنا بڑا سخت کام کیا ہے کہ قریب ہے آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شگافتہ ہو جائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑیں‘‘

قاتلان امام حسین علیہ السلام کا شرک

’’اد‘‘یعنی،منکر،سخت،شنیع۔’’تفطر‘‘یعنی دونیم ہونا۔’’خرور‘‘یعنی سقوط۔’’ھد‘‘ویرانی،ہدم۔

ثانی زہراؑ اس جملے کے ذریعہ ان کے ظلم کی شدت کو بیان فرما رہی ہیں کہ آسمان کا اس مصیبت پر گر پڑنا جائے تعجب نہیں۔اس جملے کو بغور دیکھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ مفسرۂ قرآن نے بعینہ آیت

(۱)فاطمہ شادمانیٔ قلب مصطفیٰؐ؛ص ۸۶۲

قرآنی کو اپنے دعوے کی دلیل میں پیش فرمایا ہے کہ جب تم نے ایسے ایسے ظلم ڈھائے تو اگر اس کے نتیجے میں بلائیں نازل ہوں تو تعجب کیا ہے۔ خداوند عالم قرآن مجید میں مشرکین کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَداً لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئاً اِدّاً تَكَادُ السَّمٰوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدّاً﴾(۱)

''(یہودی) لوگ کہتے ہیں کہ خدا نے (عزیر کو) بیٹا بنالیا (اے رسول کہدو کہ) تم نے اتنی بڑی سخت بات (اپنی طرف سے گڑھ کے) کہی ہے کہ قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شگافتہ ہو جائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑیں''

یہودیوں کی اس بے جا و بیہودہ باتوں کا نتیجہ خداوند عالم نے یہ بتایا کہ آسمان اس کی شدت سے پھٹ پڑنے والا ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ مشرکین کی ایک بری صفت یہ ہے کہ وہ دوسروں کو خدا کا شریک بناتے ہیں۔ اور شرک ایک عظیم ظلم ہے یہ بھی واضح ہے کہ شرک کے علاوہ تمام گناہوں کے بخشے جانے کا امکان ہے۔ لیکن شرک کہ جو ظلم عظیم ہے (۲) وہ کبھی بھی بخشا نہیں جا سکتا۔ مفسرۂ قرآن کا مصیبتوں کو بیان فرما کر اس آیت شریفہ کی تلاوت فرمانا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ بی بی مخدرہ کے پیش نظر قاتلان امام حسین علیہ السلام مشرک ہیں اور ان کے افعال سے آسمان میں شگاف پیدا ہونے والا ہے۔ اس اعمال شنیع سے دنیا تہہ و بالا ہونے والی ہے اور وہ عذاب میں مبتلا ہونے والے ہیں۔ علاوہ ازین ان کی بخشش کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

لقد جئتم صلعا عنقا سوء اء (سوداء) فقما شوھاء خرقاء طلاع (کطلاع) الارض و ملاء السماء

ترجمہ

''بہت دشوار و عظیم، بد اور کج، تفرقہ انداز اور سنگین و ننگین مصیبت ہے وہ بھی ایسی مصیبت جس نے آسمان و زمین کو گھیر لیا ہے''

(۱) سورۂ مریم؛ آیت/۹۰۔۸۹۔۸۸ (۲) سورۂ لقمان؛ آیت/۱۳

معراج فصاحت

علامہ ابوالحسن شعرانی ''دمع السجوذ''(ترجمۂ نفس المہموم)میں ان الفاظ کا ترجمہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ کلمہ ''صلعا''اور''عنقاء''اوراس کے بعدوالے الفاظ کاتقریبی ترجمہ ہےاوراس بلیغ خطبہ میں یہ میری انتہائی کوشش ہےاورجن لوگوں کواسلوب کلام سے تھوڑاسابھی لگاؤہےوہ بخوبی جانتے ہیں کہ ایک پردہ نشین خاتون بلکہ مردوں سے بھی بدون تائیدالٰہی ایسا کلام پیش کرناممکن نہیں ہے۔(۱)

ایسے بزرگ عالم دین جن کی محنتوں کاثمرہ اس وقت بہت سارے علماءوفقہاء ہیں ان کااظہار عجز اس بات کاواضح ثبوت ہے کہ جن ماحول میں دختر علیؑ مرتضیٰ نے ان الفاظ کواستعمال کیا ہے یقیناً وہ فصاحت و بلاغت کی معراج ہیں جن کاواقعی وحقیقی ترجمہ ناممکن ہے۔

اس ایک جملے میں فصاحت و بلاغت کا متلاطم سمندر موجزن ہے برائی اور مصیبت کو بیان کرنے کے لئے مختلف الفاظ جومختلف موارد میں استعمال کئے جاتے ہیں دختر خطیب منبر سلونی نے سب کوایک جملے میں استعمال کر کے مصیبت کی انتہا کو بیان فرمایا ہے۔لغت میں مذکورہ الفاظ کے معنی اہل لغت نے بیان فرمائے ہیں جومندرجہ ذیل ہیں۔

''صلعا''امرعظیم،فیومی نے''المصباح المنیر''میں لکھاہے:''**صلع من باب تعب انحسر الشعر عن مقدمه** ''(۲)یعنی بال کاآگے سے اڑجانا۔واضح ہے کہ جس کابال آگے سے اڑجائے اور باقی تمام سر پر بال رہےتو یہ اس کے لئے یقیناً ایک مشکل امر ہے۔لہٰذاامرعظیم کہنابہتر ہے۔

''عنقا ''عظیم سانحہ،ایک بڑی مصیبت، برائی۔

''فقماء''امرعظیم،نااستوار،قبیح۔لسان العرب میں اس کلمہ کامعنی اس طرح کیا گیا ہے ''**المائلة الحنک و قیل هو تقدم الثنایا السفلی حتی لا تقع علیها العلیا** ''(۳)یعنی جس کی ٹھڈی نیچے جھکی ہو،بعضوں نے یہ بھی کہاہے کہ جس کے نچلے دانت اتنے آگے ہوں کہ اوپروالا دانت اس پر بیٹھ نہ پارہاہوخلاصہ یہ کہ نااستواراورقبیح کہناصحیح ہے۔

''خرقاء''،احمقانہ،ٹکڑےٹکڑےکرنا،جھوٹ وغیرہ کے معنی میں استعمال ہواہے۔

---

(۱)دمع السجوم؛ص/۴۳۹(۲)المصباح المنیر ؛ص/۳۴۶-۳۴۵(۳)لسان العرب؛ج/۱۲،ص/۴۵۵

''شوھاء''فیومی نے''المصباح المنیر''میں لکھا ہے:''الشوہ قبیح الخلقة و رجل اشوہ قبیح المنظر و امرأة شوھاء ''(۱)یعنی جس میں پیدائشی خرابی ہو''رجل اشوہ ''یعنی قبیح المنظر مرد ''امرأة شوھاء''یعنی کریھة المنظر عورت۔

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ تمام الفاظ کسی نہ کسی برائی کی طرف اشارہ کرر ہے ہیں۔ان تمام الفاظ کو یکجا بیان فرمانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ برائی اور قباحت کی ساری قسمیں اہل کوفہ میں موجود ہیں۔علاوہ ازیں برائی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ الفاظ کا لشکر بھی اس کے بیان وافہام سے قاصر ہے ان الفاظ نے تو تقریبی مفاہیم کو ذہنوں میں منتقل کیا ہے،آخر اس سے بڑی برائی کیا ہوگی کہ جن کے وجود کے صدقے میں آسمان وزمین کا قوام ہو وہی زمین گرم پر بے گوروکفن پڑے ہیں اور تمہارے نجس لاشے دفن کر دیئے گئے۔اس سے قبیح اور نا استوار امر کیا ہوگا کہ تم نے خدا کی حرمت کو ہتک کر دیا،اس سے بڑی بیوقوفی کیا ہوگی کہ تم خشم وغضب الٰہی میں مبتلا ہو گئے آخر میں اس امر کی بھی وضاحت کر دی کہ یہ نہ سمجھنا کہ یہ خون زمین کربلا میں دفن ہو گیا بلکہ اس خون نے کائنات کے ذرہ ذرہ پر انقلاب کا پرچم لہرا دیا ہے اور زمین وآسمان خلاصہ،عالم امکان کو اپنے اندر سمیٹ لیا ہے۔اب تم جہاں کہیں بھی جاؤ گے وہاں اس خون کی سرخی تمہارے وجود کو تہس نہس کر دے گی۔

أ فعجبتم ان تمطر السماء دما و لعذاب الآخرة اخزی و ھم لا ینصرون و انتم لا تنصرون

ترجمہ

''تمہارے دلسوز اور دردناک فعل پر آسمان سے خون کی بارش پر تم کو تعجب ہے آخرت کا عذاب تو اور زیادہ رسوا کرنے والا ہوگا اور ان کو کہیں سے مدد بھی نہ ملے گی اور تمہاری بھی مدد نہیں کی جائے گی''

آسمان کا گریہ

اس جملے سے بخوبی واضح ہے کہ آسمان نے امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر خون کے آنسو بہائے ہیں۔بی بی کے اس جملے کی تائید مختلف روایات سے ہوتی ہے بعض روایتوں میں علامتیں بھی ذکر ہوئی ہیں۔

(۱)المصباح المنیر؛ص/۳۲۸

ابن قولویہ علیہ الرحمہ (جن کی وفات ۳۶۷ھ میں ہوئی اور قم المقدسہ میں سپرد خاک کیے گئے) فرماتے ہیں کہ عبد خالق بن عبدربہ کہتے ہیں کہ میں نے جعفر صادق علیہ السلام سے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''امام حسین علیہ السلام سے پہلے کوئی بھی اس نام (حسین) سے موسوم نہ تھا جس طرح جناب یحییٰؑ سے قبل کسی کا نام یحییٰ نہ تھا اور آسمان نے کسی پر گریہ نہیں کیا مگر انہیں دو افراد پر چالیس شب و روز آنسو بہایا۔ میں نے عرض کیا! آسمان کس طرح رویا؟ تو فرمایا! جب طلوع ہوتا تھا تو سرخی کے ساتھ اور جب غروب ہوتا تھا تو سرخی کے ساتھ'' (۱)

نیز بیان فرماتے ہیں کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: آسمان نے اول خلقت سے کبھی بھی آنسو نہیں بہایا مگر یحییٰ بن زکریا اور حسین بن علی علیہما السلام پر، راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا، آسمان کس طرح رویا؟ جواب دیا کہ جب لباس زیر آسمان ڈالا جاتا تھا تو اس پر خون کے دھبے دکھائی دیتے تھے۔ (۲)

ینابیع المودۃ میں قندوزی، ابوسعید خدری سے نقل فرماتے ہیں کہ کوئی پتھر ایسا نہ تھا مگر یہ کہ جب اسے اٹھایا جاتا تھا تو اس کے نیچے تازہ خون دکھائی دیتا تھا۔ اسی طرح آسمان سے خون کی بارش ہوئی اور اس کا دھبا کپڑوں سے آخری دم تک بھی نہ مٹتا تھا۔ (۳)

زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کوفہ نے جب آسمان سے خون کی بارش کا منظر دیکھا تو انہیں تعجب ہوا۔

حضرت اسی مطلب کی طرف اشارہ فرمارہی ہیں کہ خون برسنے پر تم تعجب کررہے ہو؟ جب کہ تمہارے افعال پر تمام آسمان و زمین بلکہ تمام خلائق کا گریہ مورد تعجب نہیں ہے۔ آخر میں یہ بھی کہہ دیا کہ عذاب آخرت اس سے بھی بدتر ہے اور وہاں کوئی تمہارا مددگار نہ ہوگا۔ علاوہ ازیں یہ جملہ بھی قرآن مجید ہی سے مأخوذ ہے کیونکہ خداوند عالم نے قوم عاد کے بارے میں اس طرح فرمایا ہے کہ جب ان کے پاس پیغمبران الٰہی آئے اور ان سے فرمایا کہ خدا کے علاوہ کسی کی پرستش نہ کرو تو وہ کہنے لگے کہ اگر ہمارا پروردگار چاہتا تو فرشتے نازل کرتا تم جو کچھ لے کر آئے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔ پھر وہ لوگ زمین پر ناحق غرور و تکبر کرنے لگے اور کہنے لگے ہم سے زیادہ قوی کون ہے؟ لیکن وہ بھول گئے تھے کہ جس خدا نے انہیں

(۱) و (۲) کامل الزیارات؛ ص/۹۰ (۳) ینابیع المودۃ؛ ص/۳۲۲

پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ قوی ہے آخر کار وہ لوگ خدا کی آیتوں سے انکار کرنے لگے۔ جب خداوند عالم نے ان کی طغیانی اور غرور وتکبر کو بغور ملاحظہ کرلیا اور دیکھ لیا کہ یہ راہ راست پر آنے والے نہیں ہیں تو ان پر عذاب نازل کردیا اور یہ بھی بتا دیا کہ آخرت کا عذاب اس سے زیادہ رسوا کنندہ ہے جہاں ان کی کوئی مدد کرنے والا نہ ہوگا اسی مطلب کی طرف قرآن مجید نے یوں اشارہ کیا:

﴿فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحاً صَرصَراً فِيْ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنيَا وَ لَعَذَابُ الْأٰخِرَةِ اَخزیٰ وَ هُمْ لَا يُنصَرُوْنَ﴾(۱)

''تو ہم نے بھی (توانکے) نحوست کے دنوں میں ان پر بڑی زوروں کی آندھی چلائی تا کہ دنیا کی زندگی میں بھی ان کو رسوائی کے عذاب چکھادیں اور آخرت کا عذاب تو اور رسوا کرنے والا ہو ہی گا اور (پھر) ان کو کہیں سے مدد بھی نہ ملے گی''

اس پوری آیۂ شریفہ کی تفسیر مفسرہ قرآن نے فقط ایک جملہ''و انتم لا تنصرون ''کے ذریعہ کردی۔ مقصود یہ تھا کہ اے اہل کوفہ تمہاری مثال قوم عاد کی ہے جنہون نے خدا کی آیتوں اور نشانیوں کو پاؤں تلے کچل دیا اور اس کے نتیجے میں عذاب کے مستحق ہوئے تو اب تم بھی عذاب الٰہی کا مزہ چکھنے کے لئے آمادہ رہو جہاں تمہاری کوئی مدد کرنے والا نہ ہوگا۔

فلا يستخفنكم المهل فانه عزو جل لا يخضره البدار و لا يخشىٰ يخاف عليه فوت الثار

ترجمہ

''مہلتیں تم کو مغرور نہ کریں کیونکہ خداوند عالم کو جلد بازی حرکت میں نہیں لاتی ہے (یعنی خدا عقاب میں جلد بازی نہیں کرتا ہے) اور اسے زمان انتقام کے فوت ہونے کا خوف (بھی) نہیں ہے''

مہلتوں کا مغالطہ

غرور وتکبر کے عوامل میں سے ایک اہم عامل یہ ہے کہ خداوند عالم انسان کو مہلت دیتا ہے۔ لیکن

(۱) سورۂ حم سجدہ: آیت/۱۶

برے اعمال انجام دینے والے یا تو یہ سمجھتے ہیں کہ خدا ان سے راضی ہے کیونکہ اگر خدا ان سے غضبناک ہوتا تو ان پر عذاب نازل کرتا جب کہ وہ بھول چکے ہیں کہ خدا کا اس طرح آزاد چھوڑ دینا ہی سب سے بڑا عذاب ہے، یا تو یہ سمجھتے ہیں کہ خدا کو اس کے عمل کی خبر ہی نہیں ہے اور وہ ہمارا کچھ بگاڑ ہی نہیں سکتا جب کہ وہ اس سے بے خبر ہیں کہ خدا کی مہلتوں میں مصلحتیں پوشیدہ ہیں جو اس نادان شخص کو مغالطہ میں ڈالے ہوئی ہیں۔

آج دنیا والے ہم سے یہی سوال کرتے ہیں کہ اگر فلاں گناہ گار شخص خدا کے نزدیک برا ہے تو خدا اس پر کیوں نہیں عذاب نازل کرتا ہے؟ ہم تو یہی دیکھتے ہیں کہ دشمنان خدا چین وسکون سے ہیں اور خاصان خدا مصیبتوں میں گرفتار ہیں۔ صدام نے نہ معلوم کتنوں کو تہہ تیغ کر دیا لیکن اس کا کچھ نہ بگڑا امریکا اور اسرائیل کتنے مظالم ڈھا رہے ہیں لیکن آزاد ہیں، درحقیقت یہی مہلت خداوندی ہے جو انسان کو دھوکہ میں ڈال دیتی ہے اور ایک عام انسان کو سوال پر مجبور کر دیتی ہے لیکن اگر انسان غور کرے تو اس کو بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ مہلت خداوند عالم کی طرف سے عذاب ہے اس پر خوش ہونا بیوقوفی ہے کیونکہ مہلت گناہ گار کے گناہوں میں اضافہ کرتی ہے۔ جس طرح ایک باپ اپنے شریر بچے کو آزمانے کے لئے آزاد چھوڑ دیتا ہے کہ اسے جتنی بدمعاشی کرنا ہے کر لے آخر میں اسے سزا دوں گا۔ لیکن بچہ تو سمجھتا ہے کہ باپ مجھے دیکھ ہی نہیں رہا ہے۔ اسی طرح انسان اس دھوکے میں رہتا ہے کہ خدا اس سے راضی ہے۔

عقیلۂ بنی ہاشم اسی ناقص فکر کی طرف متوجہ فرما رہی ہیں کہ تم یہ نہ سمجھو کہ میں نے جو یہ کہا کہ تم پر قوم عاد کی طرح عذاب نازل ہوگا لیکن تم پر تو کوئی عذاب نہیں آیا۔ اگر تم نے برا کام کیا ہوتا تو ضرور عذاب نازل ہوتا اور اس میں مغرور ہو کر بھول جاؤ کہ تم نے اچھا کام انجام دیا ہے۔ نہیں نہیں یہی مہلت تمہارے لئے دردناک عذاب کی علت ہے۔

عدم مہلت کا راز

یہاں پر پہنچ کر ماہر نفسیات بلکہ عالمۂ غیر معلّمہ نے ایک نفسیاتی راز کو بھی فاش کر دیا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ انسان انتقام لینے میں جلد بازی کرتا ہے اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ انسان یہ سمجھتا ہے کہ مجرم ہاتھ سے نکل جائے گا لہٰذا وہ جلد بازی کرتا ہے لیکن خداوند عالم کو ایسا کوئی خوف نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے قبضۂ قدرت سے نکل کر کون کہاں جا سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ خدا عقاب میں جلد بازی نہیں کرتا ہے۔ بی بی مخدرہ

کا یہ جملہ بھی قرآن مجید کی آیت شریفہ سے اقتباس ہے۔

﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنَّمَا نُمْلِىْ لَهُمْ خَيْرٌ لِاَنْفُسِهِمْ اِنَّمَا نُمْلِىْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْا اِثْماً وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِيْنٌ﴾(۱)

''اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ ہم نے جوان کو مہلت و فارغ البالی دے رکھی ہے وہ ان کے حق میں بہتر ہے (حالانکہ) ہم نے مہلت (فارغ البالی) صرف اس وجہ سے دی ہے تاکہ وہ اور گناہ کرلیں اور (آخرتو) ان کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے''

اسی آیت شریفہ کی تلاوت بی بیؑ مرضیہ نے خطبۂ شام میں کی ہے لہٰذا ہم انشاء اللہ اس کی توضیح مناسب موقع پر دیں گے۔

آپ کا یہ جملہ آئندہ نسلوں کے لئے ایک عظیم درس ہے کہ انسان کو مہلت کے وقت یہ فکر نہیں کرنی چاہیئے کہ خدا ہمارے افعال سے راضی ہے بلکہ مہلت ایک وبال جان ہے اور اگر ایسا ہوتا تو دنیا کا بہترین وجود شیطانی وجود ہوتا، اس حقیقت کو فقط وہ افراد درک کرسکتے ہیں جو دنیا کی حقیقت سے واقف ہیں یہی وجہ ہے کہ ہمیں دعاؤں میں بھی اس قسم کے مضامین ملتے ہیں کیونکہ ائمہ معصومین علیہم السلام دنیا کے تمام حقائق سے کما حقہ آگاہ ہیں لہٰذا زبور آل محمد صحیفۂ سجادیہ میں امام زین العابدین علیہ السلام خداوند عالم کے سامنے دست سوال بلند کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''**و قد علمت انه ليس فى حكمك ظلم و لا فى نقمتك عجلة و انما يعجل من يخاف الفوت**''(۲)

''خدایا مجھے معلوم ہے کہ تیرے حکم میں ظلم نہیں، اور تیرے عذاب میں جلد بازی نہیں جلد بازی تو وہ کرتا ہے جسے (مجرم کے فرار ہونے کے) فوت کا خوف ہوتا ہے''

کلا ان ربک لنا و لھم بالمرصاد

ترجمہ

''ہرگز ایسا نہیں ہے جیسا تم تصور کر رہے ہو بیشک تمہارا پروردگار ہماری اور تمہاری کمین میں ہے''

(۱) سورۂ آل عمران؛ آیت/۱۷۸ (۲) صحیفۂ سجادیہ؛ دعائے روز عید قربان و جمعہ، دعا شمارہ/۴۸

خدا کی سلطنت

یہ آخری تازیانہ، تہدید تھا جس نے اہل کوفہ کو ہلا دیا اور وہ ہمیشہ کے لئے وحشت زدہ ہو گئے، ان کے سکون چھن گئے یعنی اہل کوفہ یہ نہ سمجھو کہ خدا بے خبر ہے بلکہ وہ ہمارے افعال سے بھی بخوبی واقف ہے اور تمہاری بداعمالیوں کو بھی خوب دیکھ رہا ہے۔

حسن ختام

اگر آپ اور ہم غور کریں تو معلوم ہوگا کہ یہ خطبہ قرآن مجید کی ایک آگاہ کرنے والی آیت پر تمام ہو رہا ہے جو ایک خطیب کے لئے مقام درس ہے کہ وہ اپنی تقریر کو اس طرح سجا کر پیش کرے کہ اس کا خاتمہ قرآن مجید کی آیت پر ہو۔ احتجاج طبرسی کی نقل کے مطابق تو جملہ وہی ملتا ہے جو اوپر مذکور ہے۔ لیکن امالیٔ شیخ مفید اور شیخ طوسی کی امالی کے مطابق بی بی مخدرہ نے عین آیت قرآن مجید سے استفادہ فرمایا ہے۔ خداوند عالم سورۂ فجر میں فرماتا ہے: ﴿اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَاد﴾(۱) ''بیشک تمہارا پروردگار تاک میں ہے''

احتجاج طبرسیؒ کے نسخہ کی بنیاد پر مذکورہ جملہ آیت کی تفسیر قرار پاتا ہے کہ خدا کی سلطنت سب پر ہے اس کی نگاہ قدرت سے بچ کر کوئی بھی نہیں نکل سکتا ہے بلکہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ بعینہ یہی مطلب مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کے بیانات میں بھی ملتا ہے آپ اپنے ایک خطبہ میں فرماتے ہیں۔

''و لئن امهل الظالم فلن يفوت اخذه و هوله بالمرصاد على مجاز طريقه و بموضع الشجى من مساغ ريقه''(۲)

''اگر اللہ نے ظالم کو مہلت دے رکھی ہے تو اس کی گرفت سے وہ ہرگز نہیں نکل سکتا اور وہ اس کی گذرگاہ اور گلے میں ہڈی پھنسنے کی جگہ پر موقع کا منتظر ہے'' بے شک زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا خطیب منبر سلونی علی مرتضیٰ علیہ السلام کی آغوش کی تربیت یافتہ ہیں لہٰذا آپ کے کلام میں امام الاوصیاء کے کلام کا جلوہ ہے۔ آپ پروردۂ آغوش وحی ہیں لہٰذا آپ کی گفتار قرآن مجید کا آئینہ ہے۔

شور انگیز اشعار

جب مبلغۂ قیام عاشورہ، مفسرۂ قرآن مجید کی ہیجان آور تقریر ختم ہوگئی تو آپ نے وہیں پر فی

(۱) سورۂ فجر؛ آیت/۱۴ (۲) نہج البلاغہ؛ خطبہ/۹۵، ترجمہ مفتی جعفر صاحب

البدیہہ چند اشعار انشاء فرمائے جس نے فکروں کو جھنجھوڑ دیا اور ضمیروں کو بیدار کر دیا۔

ماذا تقول اذ قال النبی لکم — ماذا فعلتم و انتم آخر الامم
باھل بیتی و اولادی و تکرمتی — منھم اساری و منھم ضرجوا بدم
ماذاک جزائی اذ نصحت لکم — ان تخلفونی بسوء فی ذوی رحم
انی لاخشی ان یحل بکم — مثل العذاب الذی اودی علی الارم

ترجمہ

۱۔اس وقت کیا کہو گے جب نبیؐ تم سے پوچھیں گے کہ تم نے کیا کر دیا جب کہ تم آخری امت تھے۔

۲۔میرے اہل بیتؑ، میری اولاد اور میرے عزیزوں کے ساتھ، ان میں سے بعض کو اسیر کر دیا اور بعض کو خون میں غلطاں کر دیا۔

۳۔میری خیر خواہی کی کیا یہی جزا تھی کہ میرے بعد تم لوگ میرے خاندان کے ساتھ ایسا سلوک کرو۔

۴۔مجھے خوف ہے کہ تم پر ویسے ہی عذاب نازل ہو جیسے عذاب نے قوم ارم (قوم ہود) کو نابود کر دیا۔

قیامت کی یاد آوری

ان چند اشعار میں بی بیؑ مرضیہ نے اہل کوفہ کو قیامت کی یاد دلائی ہے۔ دنیا کی حقیقت سمجھنے اور اس کے فریب سے بچنے کے لئے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ انسان قیامت کو نہ بھلائے بلکہ ہمیشہ اسے نظر کے سامنے رکھے کیونکہ جب انسان خود کو بے نیاز سمجھنے لگتا ہے تو سرکشی کرتا ہے(۱) لہٰذا خداوند عالم نے مغرور انسانوں کو بار بار قرآن مجید میں قیامت کی یاد دلائی ہے نیز حدیثوں میں بھی انسان کو قیامت کی طرف متوجہ کیا گیا ہے تاکہ دنیا کی رنگینیاں اس کو فریب نہ دے سکیں خصوصاً ایسے افراد جو غرور کے نشہ میں اس قدر مست ہوں کہ انہیں اپنی غلطی کا احساس ہی نہ ہو تو ان لوگوں کو بتانا ضروری ہے کہ تمہارا سامنا رسول اکرمؐ سے ہوگا جہاں تمہارے پاس کوئی جواب نہ ہوگا۔ علاوہ ازیں اگر ہم غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ان اشعار میں بھی آپ نے بڑی دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے ''اولاد'' اور ''تکرمۃ'' جیسے الفاظ کو استعمال کیا ہے تاکہ خارجی کہنے والوں کے منہ پر تالا لگ جائے کہ ہم جگر گوشۂ رسول ہیں تم نے رسول خدا کا خون بہایا ہے اور ان کی اولاد کو

(۱) سورۂ علق؛ آیت ۷-۶

اسیر بنایا اب تم ہی بتاؤ کہ تمہارے پاس اس کا کیا جواب ہے۔

قوم ارم

اشعار کے آخری مصرع میں مفسرۂ قرآن نے ایک قوم کی طرف اشارہ کیا ہے جس پر خدا کا عذاب نازل ہوا تھا۔ درواقع یہ جناب ہود کی قوم تھی جسے قرآن مجید میں قوم عاد کے نام سے یاد کیا گیا ہے ارم کے ذریعہ خداوند عالم نے اس قوم کا تعارف فقط ایک مقام پر کرایا ہے نیز یہ کلمہ پورے قرآن مجید میں فقط ایک مرتبہ استعمال ہوا ہے خداوند عالم سورۂ فجر میں فرماتا ہے: ﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِیْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ﴾(۱) ''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے عاد کے ساتھ کیا کیا؟ یعنی ارم والے دراز قد جن کا مثل تمام (دنیا کے) شہروں میں کوئی پیدا ہی نہیں کیا گیا''

مفسر ومترجم قرآن مجید حافظ مولانا فرمان علی صاحب قبلہ عطر اللہ مرقدہ الشریف اس آیت کے سلسلے میں حاشیہ پر بیان فرماتے ہیں کہ حضرت نوحؑ کی پانچویں پشت میں ایک شخص کا نام عاد تھا جس کا سلسلہ نسب یوں ہے عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح، عاد کے دو بیٹے تھے شداد اور شدید دونوں بادشاہ تھے جب شدید مر گیا تو تمام ملکوں کا بادشاہ شداد ہی ہوا اس نے اتنی ترقی کی کہ تمام دنیا کا بادشاہ ہو گیا اور چارسو بادشاہ اس کے ماتحت اور خراج گزار تھے آخر کار اس نے خدائی کا دعویٰ کیا اس وقت کے پیغمبر جب اس کی ہدایت کے لئے آئے تو اس نے کہا ایمان لانے کا فائدہ؟ پیغمبر نے کہا خدا تجھے بہشت دے گا اس نے پوچھا بہشت میں کیا ہے؟ جب پیغمبر نے اس کی کیفیت بیان کی تو اس نے کہا ایسا تو میں خود بنا سکتا ہوں۔ الغرض اس نے انہی کیفیات پر ایک باغ بنوایا اور جب وہ باغ بن گیا تو اس نے اس باغ کا نام اپنے دادا کے نام پر ارم رکھا۔(۲)

خلاصۂ کلام یہ کہ ارم سے مراد قوم عاد جناب ہود علیہ السلام کی امت ہے، علاوہ ازین قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اس قوم کا تذکرہ موجود ہے مثلاً سورۂ اعراف، ہود، ابراہیم، شعراء، فرقان، عنکبوت، حم سجدہ۔ مختصر یہ کہ اس قوم نے انبیاء الٰہی کی نافرمانی کی اور ان کا انکار کیا جس کے نتیجے میں آندھی جیسے عذاب میں خدا نے ان کو مبتلا کر دیا حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے ان تمام مطالب کو ایک مصرع میں اس طرح سمیٹ دیا جیسے کوزہ میں سمندر اور نقطۂ باء میں قرآن سمٹ آیا ہو۔ یعنی تمہارا انجام وہی ہوگا جو قوم عاد کا ہوا۔

(۱) سورۂ فجر: ۸۔۷۔۶ (۲) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ترجمۂ قرآن مولانا فرمان علی صاحب

ایک عظیم درس

قارئین کرام! شروع سے لے کر آخر تک آپ نے اس خطبے کو ملاحظہ فرمایا پوری تقریر آیات قرآنی کی آئینہ دار تھی تمام خطبہ کا ہر ہر لفظ قرآن مجید کی آیتوں سے مأخوذ تھا یہ اس بات کی کامل دلیل ہے کہ قرآن مجید پر آپ کو کامل تسلط حاصل تھا۔ علاوہ ازین یہ خطبہ آئندہ کے تمام خطباء کے لئے ایک عظیم درس ہے کہ ان کی خطابت کا مأخذ و منبع قرآن مجید اور احادیث معصومینؑ ہو نہ کہ وہ بے پر کی اڑائیں۔

خطبہ کی جاذبیت

راوی کہتا ہے: ''**فو اللہ لقد رأیت الناس یومئذ حیاری یبکون و قد وضعوا ایدیھم فی افواھم** ''(۱) خدا کی قسم میں نے اس دن لوگوں کو حیران و پریشان اس حال میں روتے ہوئے دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھوں کو اپنے دہنوں میں ڈالے تھے یعنی فرط حیرت و تعجب سے اپنے ہی دانتوں سے اپنی ہی انگلیاں کاٹ رہے تھے اور انگشت بدنداں تھے۔

راوی کا یہ جملہ اس بات کی دلیل ہے کہ دختر علی مرتضیٰ علیہ السلام کے خطبہ نے شہر کوفہ میں حشر برپا کر دیا تھا اور لوگوں کو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر ہو کیا گیا۔

ضعیف العمر کا گریہ

راوی خذیم اسدی ناقل ہے کہ میں نے اپنے نزدیک ایک بوڑھے شخص کو روتے ہوئے دیکھا جس نے اتنا گریہ کیا تھا کہ اس کی محاسن تر ہو گئی تھی اور وہ کہے جا رہا تھا ''**بابی انتم و امی کھولکم خیر الکھول و نسائکم خیر النساء و شبابکم خیر الشباب و نسلکم نسل کریم و فضلکم فضل عظیم** ''

''ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں، آپ کے بزرگان بہترین بزرگان، آپ کی خواتین بہترین خواتین آپ کے جوانان بہترین جوان، آپ کی نسل سخی اور آپ کا فضل فضلِ عظیم ہے پھر اس نے یہ اشعار پڑھے''

کھولھم خیر الکھول و نسلھم کنسل الملوک لایبور و لایخزی(۲)

''ان کے بزرگان بہترین بزرگ اور ان کی نسل بادشاہوں کی نسل کی طرح کبھی بھی ذلیل و رسوا اور مغلوب نہیں ہو سکتی''

---

(۱) لہوف/۱۶۶، بلاغات النساء؛ ص/۲۴، امالیٔ شیخ مفید، مجلس ۳۸/ ۳۲۳۔ امالیٔ شیخ طوسی، مجلس/۳، ص ۹۳ (۱) مدرک سابق۔

محدث قمیؒ نے سفینۃ البحار میں ایک واقعہ نقل کیا ہے جس کا ذکر یہاں مناسب ہے تاکہ اس ضعیف العمر کے گریہ اور اس کے تاریخی جملے کی حقانیت آشکار ہو جائے نیز لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ وہ خاندان ہے جس نے ہمیشہ لوگوں کو مصیبتوں سے نجات دلائی ہے لیکن یہ وقت کی بات ہے کہ آج وہی پابند رسن ہیں۔

ابن ابی الحدید(۱) شرح نہج البلاغہ میں ناقل ہے کہ جزام سے ایک قافلہ حج کی انجام دہی کے بعد مکہ سے لوٹ رہا تھا اس قافلہ نے مکہ میں اپنے ایک آدمی کو گم کر دیا اسی اثناء میں ان لوگوں نے حذافہ عبدی کو دیکھ لیا اور اسے پکڑ کر قید کر لیا اور اپنے ساتھ اس کو لے جانے لگے، راستہ میں ان لوگوں کی ملاقات جناب عبد المطلبؑ سے ہوگئی جو اپنے بیٹے کے ساتھ طائف سے لوٹ رہے تھے چونکہ آپ نابینا تھے اس لئے آپ کا بیٹا آپ کے ساتھ رہتا تھا جیسے ہی حذافہ کی نگاہ جناب عبد المطلبؑ پر پڑی ویسے ہی وہ فریاد کرنے لگا۔ جناب عبد المطلبؑ نے بیٹے سے کہا: وائے ہو تجھ پر! یہ کون چلا رہا ہے؟ ابولہب نے جواب دیا؛ یہ حذافہ بن غانم ہے جو اس قافلہ کے ہاتھوں اسیر ہے۔ جناب عبد المطلبؑ نے فرمایا اس قافلہ کے پاس جاؤ اور معلوم کرو کہ ماجرا کیا ہے؟ ابولہب گیا اور تحقیق کے بعد سارا واقعہ جناب عبد المطلبؑ کے گوش گذار کر دیا۔ جناب عبد المطلبؑ نے پوچھا: تمہارے پاس ابھی کیا ہے؟ ابولہب نے جواب دیا ہمارے پاس ابھی کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: پھر ان کے پاس جاؤ اور ان سے وعدہ کر کے اس شخص کو آزاد کرا لو۔ ابولہب ان لوگوں کے پاس آیا اور کہا: تم لوگ ہماری تجارت اور ہمارے مال سے بخوبی واقف ہو۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ تم لوگوں کو بیس اوقیہ (ہر اوقیہ چالیس درہم کا وزن، انگریزی اونس کے برابر ہے)(۲) طلا، دس اونٹ اور گھوڑے دوں گا، میری یہ ردا بعنوان رہن و گرو رکھ لو۔ ان لوگوں نے اسے قبول کر لیا اور حذافہ کو آزاد کر دیا۔ جب وہ لوگ جناب عبد المطلبؑ کے پاس آئے اور ان کے نزدیکتر ہوئے تو آپ نے ابولہب کی آواز تو سنی لیکن حذافہ کی صدا کانوں سے نہ ٹکرائی تو آپ نے ابولہب سے کہا: تو نے گناہ کیا ہے یہاں سے بھاگ جا۔ تو بن ماں کے ہو جا۔ جب ابولہب نے یہ سنا تو آواز دی وہ ہمارے ساتھ ہے جناب عبد المطلبؑ نے حذافہ کو مخاطب کر کے فرمایا: تم اپنی آواز میرے کانوں تک پہنچاؤ حذافہ نے کہا: اے ساقی حجاج میں خود ہوں میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے اپنے ساتھ سوار کر لیجیئے۔ جناب عبد المطلبؑ نے اسے اپنے ساتھ سوار کر لیا

(۱) شرح نہج البلاغہ؛ ابن ابی الحدید معتزلی، ج/۱۵، ص/۲۱۴، مطبوعہ، مصر (۲) فیروز اللغات؛ ص/۱۳۸، مطبوعہ، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور

یہاں تک کہ وہ مکہ پہنچ گئے اس وقت حذافہ نے بہت سارے اشعار پڑھے جس کا ایک شعر یہ ہے۔

کھولھم خیرا لکھول و نسلھم کنسل الملوک لایبور و لا یخزی

محدث قمی اس داستان کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ وہ ضعیف العمر کوفی جو اہل بیت کے ورود کوفہ کا بغور مشاہدہ کر رہا تھا اور حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے معروف خطبے کو وہاں سن رہا تھا اسی شعر کے پہلے مصرع سے تمثیل کی ہے اور اس خطبے کو سن کر اتنا رویا کہ محاسن تر ہوگئی۔ اس نے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کر کے کہا:

''**بابی و امی کھولھم خیر الکھول و شبابھم خیر الشباب و نساء ھم خیر النساء و نسلھم نسل کریم و فضلھم فضل عمیم**'''' میرے ماں باپ قربان ہوجائیں ان کے بزرگان بہترین بزرگان، ان کے جوانان بہترین جوانان، ان کی خواتین بہترین خواتین، ان کی نسل کریم اور ان کا فضل کریم ہے'' پھر اس نے یہ شعر پڑھا:

کھولھم خیر الکھول و نسلھم کنسل الملوک لایبور و لا یخزی(۱)

اس پورے واقعہ سے بخوبی نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ اس ضعیف العمر شخص کا مقصود یہ تھا کہ یہ خاندان وہ ہے کہ جو بھی ان سے متوسل ہوا وہ اپنی مراد لے کر گیا لیکن مقام افسوس یہ ہے کہ لوگوں نے ایسے بزرگوں کے ساتھ ایسا سلوک کیا۔

تابع امامت

ایک متدین انسان کی زندگی کا کمال یہی ہے کہ وہ اپنی حیات میں اپنے زمانے کے امام کا تابع ہو کیونکہ بڑے سے بڑا عابد و زاہد اگر امام زمانؑ کی مخالفت کرے گا تو اس کے سارے اعمال خاک میں مل جائیں گے اولین پاسبان و محافظ امامت و ولایت لنگر عصمت حضرت فاطمہ الزہراء صلوات اللہ علیھا نے جب امامت کی پاسبانی میں اپنے محسن کو قربان کر دیا اور اس کے باوجود بھی دشمن حضرت علی علیہ السلام کو زبردستی لے گئے تو امامت کی حفاظت کے لئے دختر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا زخم بھول کر باہر نکلیں اور ''خلوا

(۱) سفینۃ البحار؛ ج ۱/ ص ۲۰۸، باب الحاء بعدہ التا؛ مطبوعہ کتابخانہ سنائی

ابالحسن ''کا نعرہ لگایا۔لیکن ایسے ماحول میں جب حضرت علی علیہ السلام نے جناب سلمان رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کو بھیجا کہ اے سلمان! سیدہؑ سے کہو صبر کریں تو اس وقت امام زمان کا پیغام سن کر فقط آپ نے یہ کہا ''سمعا وطاعۃ'' (یعنی میں اطاعت گذار ہوں) اور گھر کی طرف روانہ ہو گئیں۔

کربلا میں جناب عباس علیہ السلام اپنی تمام تر بہادری وشجاعت کے باوجود اپنے امام کے تابع تھے لہٰذا باوجودیکہ ہدف خلقت، کربلا میں امام علیہ السلام کی مدد ونصرت تھی لیکن امام وقت کے حکم پر دفاع کو اختیار کیا اور سقائی میں شہید ہو گئے۔

اللہ رے جوش شجاعت پہ تصرف شہ کا　　　اف وہ سیلاب جسے اذن روانی نہ ملا

بعینہ ثانی زہراؑ بھی اسی طرح امام وقت کی تابع تھیں، باوجود اسکے کہ آپ محافظ امامت وولایت اور سرپرست امام وقت تھیں لیکن پھر بھی ہمیشہ اپنے امام کی اطاعت گذار رہیں وہ موقع تاریخ کے سینے پر ثبت ہے کہ جب خیموں میں آگ لگ رہی تھی تو ایسے مرحلہ میں بھی آپ نے حکم امام کو اولویت دی تھی۔ دوسرا موقع تاریخ نے بازار کوفہ میں اپنے سینے پر نقش کرلیا۔ جب آپ کی خطابت معراجی مراحل طے کررہی تھی اور کوفہ میں حشر بپا ہو چکا تھا لوگ انگشت بدندان تھے نالہ وشیون، آہ وزاری سے کوفے کی فضا گونج رہی تھی اس وقت امام وقت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام مصلحت کو درک کرتے ہوئے اپنی پھوپھی سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:

''یاعمۃ اسکتی ففی الباقی من الماضی اعتبار و انت بحمد الله عالمة غير معلمة فهمة غير مفهمة ان البكاء و الحنين لايرد ان من قد اباده الدهر''

''اے پھوپھی! خاموش ہو جائیے کیونکہ بچنے والے گذر جانے والوں سے عبرت حاصل کرتے ہیں اور آپ تو از لطف وحمد خداوندی عالمۂ غیر معلّمہ، ایسی فہمیدہ ہیں جو محتاج فہمائش نہیں، بیشک نالہ وشیون اسے نہیں لوٹا سکتا جسے روزگار نے چھین لیا ہے''

راوی کہتا ہے ''فسکتت'' اتنا سنتے ہی حضرتؑ بلا فاصلہ خاموش ہو گئیں۔ ان جملوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام وقت کی تابعیت میں دختر زہراؑ نے سکوت اختیار کیا ورنہ کسی میں دم نہ تھا جو آپ کو خاموش کرا دیتا آپ کی یہ خاموشی دنیا کے لئے ایک درس ہے کہ امام وقت کی پیروی کا طریقہ آل محمدؐ کے گھرانے سے سیکھو کہ خطابت کے تمام جوش وخروش کے باوجود حجت خدا کی اطاعت اس طرح کی جاتی ہے گویا امام نے فصاحت و

بلاغت کے متلاطم طوفان پر اطاعت کا باندھ، باندھ دیا اور وظیفہ شناس خاتون نے فوراً اطاعت کو فرض اولی سمجھ کر سکوت اختیار کرلیا۔ یہاں سے سمجھ میں آتا ہے کہ کون کتنا خدا کے لئے کام کرتا ہے اگر ہوا و ہوس کو ذرا سا بھی دخل ہوتا تو کبھی بھی یہ متلاطم طوفان نہ رکتا لیکن چونکہ تقریر خالصتاً لوجہ اللہ تھی اس لئے نمائندۂ الٰہی کے فرمان پر سر نیاز خم کر دیا اور اس امر کی فہمائش کردی کہ امام وقت اور ولی امر کی اطاعت اس طرح کی جاتی ہے نہ کہ جو چیز اپنے مقصد سے ہم آہنگ نظر آئے اس میں اطاعت، اور اختلاف مقاصد میں وہی کرو جو دل چاہے۔

فرمان سکوت کیوں؟

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے سکوت اختیار کرنے کا حکم کیوں صادر فرمایا؟ ممکن ہے اس کا جواب یہ ہو کہ شائد امام علیہ السلام نے خطر کو محسوس کرلیا تھا اور بی بی مخدرہ کے خطبے سے بپا محشر اس خطرے کی طرف اشارہ کر رہا تھا کہ لوگ ابھی ابن زیاد کے محل پر حملہ کردیں گے اور حکومت کا زرخرید مورخ لکھ دے گا کہ آل محمد علیہم السلام نے لوگوں کو حکومت کے خلاف بھڑکایا اور فساد برپا کردیا اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مقصد خون حسینی بے ہدف ہو جائے گا اور دشمن اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔ دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ خود قہرمان کوفہ و شام، مبلغ قیام عاشورہ حضرت زینب کبریٰ کے لئے خطرہ ہو گیا تھا۔ امام علیہ السلام نے نظر امامت سے پرکھ لیا تھا کہ پھوپھی کی جان خطرے میں ہے لہٰذا اس مقصد کی حفاظت کی خاطر سکوت کا حکم صادر فرمایا تاکہ مقصد حسینی کی سرخی جہان کے ذرہ ذرہ میں اپنا پیغام پہنچا دے۔

امامت مدح خواں

یہ بات تو مسلم ہے کہ جتنی اعلیٰ شخصیت کسی کی تعریف و تمجید میں اپنی زبان کو حرکت دے گی اتنا ہی اس شخص کا کمال نکھرے گا۔ یہ بات عرف میں بھی ثابت ہے یہی وجہ ہے کہ کسی کی شناخت کے لئے دیکھا جاتا ہے کہ بزرگوں نے اس کے بارے میں کیا کہا ہے۔

حقیر نے شروع میں عرض کیا تھا کہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی شناخت عقل بشری کی رفتار سے بہت دور ہے۔ لہٰذا شناخت فخر مریم و آسیہ ثانی زہرا علیہا السلام کے لئے زبان امام مناسب ترین زبان ہے۔ جس کی مدح خواں امامت ہو اس کی شناخت یقیناً عقل سے کوسوں دور ہے۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے اس معجزاتی بیان میں فرمایا کہ آپ عالمۂ غیر معلّمہ ہیں۔ آیا اس کلمے کے بعد کسی میں جرأت ہے کہ وہ آپ کی علمی

لیاقت کا اندازہ لگا سکے جس کے پاس علم ''ما کان و ما یکون وما ھو کاین'' موجود ہو وہ فرمارہا ہے کہ آپ کسی کے پڑھائے بغیر صاحب علم ہیں۔اس سے بخوبی اندازہ لگتا ہے کہ جو علم بی بی مخدرہ کا طواف کررہا تھا وہ علم وہبی ولدنی تھا جو فہم بشری سے قاصر ہے۔خلاصہ یہ کہ نہ تو آپ نے کسی کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا اور نہ ہی کسی سے فہم وادراک کا درس حاصل کیا،آپ کا علم عالم اعلا سے متصل اور آپ کا استاد خالق عقل وفہم ہے۔

یہ دو جملے ''عالمة غير معلمة، فهمة غير مفهمة'' دوایسے فضائل ہیں کہ اگر اس کے علاوہ کوئی فضیلت نہ ہوتی تو بھی آپ کی ذات کے لئے کافی تھا بلکہ آپ کی یہ دو فضیلتیں دیگر تمام فضیلتوں پر بھاری ہیں شاید یہ ان کلموں کی جلالت وعظمت کا اثر اور دبدبہ تھا کہ امامؑ نے اسے زبان سے جاری کرنے سے قبل خدا کی حمد و ثنا فرمائی۔جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ دونوں فضیلتیں لطف وکرم الٰہی کا نتیجہ ہیں۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امامؑ نے یہ دو کلمہ یہاں پر کس مناسبت سے ذکر فرمائے؟اس کا جواب واضح ہے کہ ایسے ماحول میں بی بیؑ مخدرہ کا خطبہ جس نے حکومت وقت کی چولیں ہلادیں، بے خبری اور جہالت کے طلسم کو توڑ دیا،لوگ اپنی انگلیوں کو دانتوں تلے دبائے تھے۔مصائب کی حالت یہ تھی کہ پیر مرد اور اس بوڑھے کی محاسن آنسوؤں سے تر تھی یہ تمام خصوصیات ایسی تھیں جس سے انسان متحیر ہو جاتا ہے۔امامؑ نے اسی مناسبت کو مدنظر رکھتے ہوئے فرمایا کہ پھوپھی!یقیناً یہ آپ کے علمی کمالات کا ایک ادنیٰ سا نمونہ ہے اگر آپ چاہیں تو اسی وقت اپنی خطابت کے طوفان میں تخت عبیداللہ بن زیاد ملعون کو غرق کر دیں لیکن تقاضائے مصلحت یہ ہے کہ آپ سکوت اختیار کر لیں۔

امام علیہ السلام کے جملہ ''ففي الباقي'' کا مقصود شائد یہ ہو کہ پھوپھی جان!ایسوں سے وفا کی کیا امید کی جا سکتی ہے جنہوں نے پیغمبر اسلامؐ کی وفات کے بعد سے آج تک ہمیں اذیت پہنچانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی ہے ان میں اصلاً بوئے وفاداری نہیں ہے،ممکن ہے مقصود یہ ہو کہ پھوپھی جان!یہ مقام عبرت ہے جس طرح کل ہمارے دشمن ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکے اسی طرح آج یہ اپنی تمام کوششوں کے باوجود ہمارا کچھ نہیں بگاڑ پائے بلکہ خود ہی رسوا ہو گئے اور عنقریب یہ اس کا مزہ چکھ لیں گے ان کے ٹسوے بہانے اور آہ وفریاد کرنے سے وہ نہیں لوٹ سکتے جن کو دادی نے چکیاں پیس کر بڑی محنتوں سے پالا تھا اس کا عذاب تو خدا ہی دے گا۔

﴿سَيَعۡلَمُ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ يَنۡقَلِبُوۡنَ﴾

دربار ابن زیاد (لعنۃ اللہ علیہ)

زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کی تقریر نے کوفہ کی فضا کو متحول کر دیا انہی باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ابن زیاد نے دربار میں پسماندگان حسین علیہ السلام کی حاضری کا حکم دیا۔ چنانچہ خاندان رسالت کو قیدیوں کی حیثیت سے لاکر ابن زیاد کے سامنے کھڑا کر دیا گیا۔ دربار کی کیفیت ایسی تھی کہ جس کو دیکھ کر تاریخ کا طالب علم لرز اٹھتا ہے۔ شیخ مفیدؒ نے اپنی کتاب ''ارشاد'' میں نقل فرمایا ہے:

''دخلت زینب علی بن زیاد و علیها ارزل ثیابها و هی منکرة''

''زینبؑ دربار ابن زیاد میں بطور ناشناس وارد ہوئیں جب کہ وہ بہت پست اور بہت معمولی درجہ کا لباس پہنے ہوئے تھیں''(۱)

''و کانت تخفی بین النساء و هی تستر وجهها بکمها لان قناعها اخذ منها''

''کنیزوں نے آپ کے گرد حلقہ باندھ لیا تھا اور آپ اپنے چہرے کو اپنی آستینوں سے چھپائے ہوئے تھیں کیونکہ ان کا مقنعہ ان سے چھین لیا گیا تھا''(۲)

لیکن خلقی عظمت وجلالت چھپانے سے نہیں چھپتی چنانچہ ابن زیاد نے شہزادیٔ کوفہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا وہ عورت کون ہے؟ لیکن کسی نے اس کا جواب نہ دیا، دوسری اور تیسری مرتبہ بھی اس نے یہی سوال کیا اس وقت ایک کنیز نے جواب دیا: ''هذه زینب بنت فاطمه بنت رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم''

---

(۱) ارشاد؛ ص ۲/۲۷

(۲) منتخب طریحی، تاریخ طبری، ج ۵/ ص ۴۵۷، سال ۶۱ھ تھوڑے سے فرق کے ساتھ۔

''یہ زینب دختر فاطمہ، دختر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں'' یہ سن کے ابن زیاد جو فتح وظفر کے نشہ میں چور تھا آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''**الحمد لله الذی فضحکم وقتلکم و اکذب احدوثتکم**''(۱) ''خدا کا شکر ہے کہ اس نے تم لوگوں کو رسوا کیا، تمہیں قتل کیا اور تمہارا جھوٹ ظاہر کردیا (تمہارے افسانے کو جھوٹا ثابت کردیا)''

''تم لوگوں'' کے خطاب کے ساتھ اس فقرہ میں کہ ''تمہارا جھوٹ ظاہر کردیا'' بڑی وسعت تھی۔ اس میں قرآن، حدیث رسالت اور وحی سب کا انکار مضمر تھا، اب اسلامی اصول پر حملہ ہورہا تھا۔ اس نے یہ سمجھ لیا تھا کہ ہم اس مکروفریب سے اپنے مقصد میں کامیاب ہوجائیں گے۔ لیکن پاسبان شریعت نے جب اپنی دوررس نگاہوں سے دیکھ لیا کہ اس جملہ میں اسلام کی بیخ کنی ہورہی ہے تو بڑی ہی شہامت اور شجاعت کے ساتھ گویا ہوئیں: ''**الحمد لله**(۲) **الذی اکرمنا بنبیّه محمد و طهرنا من الرجس انما یفتضح الفاسق و یکذب الفاجر و هو غیرنا و الحمد لله**'' ''حمد ہے اس خدا کے لئے جس نے ہم کو اپنے نبی محمد مصطفیٰ کے ساتھ عزت دی، اور ہمیں رجس وپلیدی سے پاک وپاکیزہ قرار دیا (نہ کہ وہ جو تو کہتا ہے) رسوا تو فاسق ہوتا ہے جھوٹ تو فاجر کا کھلتا ہے اور وہ ہم نہیں ہیں، بلکہ ہمارا غیر ہے۔ الحمدللہ''

ابن زیاد کو امید نہ تھی کہ وہ ایسے جواب کا سامنا کریگا۔ اگر اسے غیرت ہوتی تو وہیں منفعل ہوجاتا مگر وہاں تو اقتدار کا نشہ اور سلطنت کا غرور تھا۔ اسے خواہ مخواہ حضرت زینب کا دل دکھانے کا خیال پیدا ہوا اور ایسے جواب کے بعد اس نے فوراً اپنی بات کو پلٹا اور کہنے لگا: ''**کیف رأیت صنع الله باخیک و اهل بیتک**'' ''تم نے اللہ کی صنعت گری کو اپنے بھائی اور دیگر عزیزوں کے ساتھ کیسا پایا''

یہ طنزیہ فقرہ ایک عورت کے دل پر جو اثر کرسکتا ہے وہ ظاہر ہے لیکن حضرت زینب نے متانت کے ساتھ جواب دیا: ''**ما رأیت الا جمیلا هٰولاء قوم کتب علیهم القتل فبرزوا الی مضاجعهم و سیجمع الله بینک و بینهم فتحاج و تخاصم فانظر لمن یکون الفلج ؟ یومئذ هبلتک امک یابن مرجانة**''(۳) ''میں نے تو اچھا ہی اچھا دیکھا، وہ خاصان خدا وہ تھے جن کے لئے شہادت کا

(۱) تاریخ طبری؛ ج/۵، ص/۴۵۷، ارشاد؛ ص/۲/۴۷۲ (۲) ارشاد؛ ص/۲/۴۷۲ (۳) لہوف؛ ص/۱۷۸

درجہ خط تقدیر میں لکھ دیا گیا تھا اور وہ اپنے پیروں سے چل کر قربانگاہ کی طرف گئے اور وہ دن بھی دور نہیں کہ جب پیش خدا تیرا اور ان کا مقابلہ ہوگا اور تجھ کو اپنے کرتوت پر جواب دہی کرنا ہوگی۔ اس وقت تجھ کو معلوم ہوگا کہ کون مفلوج ہے؟ (اور کون کامیاب ہے) تیری ماں تجھ پر آنسو بہائے اے پسر مرجانہ''

سلام بر شجاعت

دنیا آئے اور اس بے نیاز بادشاہ کو دیکھے جو قید و بند میں بھی شیر دل ہے بڑی جوانمردی کے ساتھ ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ کافر مبہوت ہوگیا، اس کے اوسان خطا ہوگئے۔ اقتدار و غرور کا نشہ کافور ہوگیا فتح و ظفر کا بنا بنایا گھرونده زمیں بوس ہوگیا۔ کچھ اس طرح دکھتی ہوئی رگ پر مبلغ قیام عاشورہ نے ہاتھ رکھا کہ ابن زیاد بلبلا اٹھا۔ راوی کے بیان کے مطابق'' **فغضب ابن زیاد و کانہ ھم بھا** ''(۱)'' یہ سنتے ہی ابن زیاد بے حد غصہ ہوگیا گویا اس نے زینب کو قتل کرنے کا ارادہ کرلیا'' لیکن عمرو بن حرث کے سمجھانے سے اپنے ارادہ سے بدل گیا۔ لیکن اس کے بعد بھی آپ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: ''**لقد شفی اللہ قلبی من طاغیتک الحسین و العصاۃ المردۃ من اھل بیتک** ''(۲)'' خدا نے میرے دل کی مراد پوری کردی، تمہارے سرکش بھائی اور گھرانے کے دوسرے نافرمان اور باغی اشخاص کو قتل کرکے'' اس کے اس طرز کلام سے زینب کبریٰ کے دل پر چوٹ لگی، آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے لیکن آپ نے صبر و ضبط سے کام لیتے ہوئے اس کے جواب میں کہا: ''**لعمری لقد قتلت کھلی و قطعت فرعی و اجتثثت اصلی فان کان ھٰذا شفائک فقد اشتفیت** ''''مجھے میری جان کی قسم بیشک تو نے میرے بزرگوں کو قتل کردیا، میری شاخوں کو کاٹ ڈالا اور میری جڑ کو اکھاڑ پھینکا ہے اگر تیری مراد اس سے بر آئی تو خوش ہولے''

اس کے جواب میں جب ابن زیاد کو کچھ بن نہ پڑا تو کہنے لگا'' **ھذہ سجاعۃ و لعمری لقد کان ابوک شاعرا و سجاعا** ''(۳)'' یہ تو بڑی قفیہ باز عورت ہے اس کے باپ بھی تو شاعر اور قافیہ

---

(۱) لہوف؛ ص/۸۱ (۲) مدرک سابق (۳) مدرک سابق، تاریخ طبری؛ ج/۵، ص/۴۵۷، سال ۶۱ھ

باز تھے' 'حضرت زینب نے پھر سکوت مناسب نہ سمجھتے ہوئے فرمایا:
''ما للمرأة و السجاعة؟ ''(۱) ''بھلا ایک عورت کو قافیہ بندی اور شاعری سے کیا تعلق؟ ''اور میں تو اس عالم میں ہوں کہ مجھے قافیہ بندی کا ہوش کہاں، لیکن دل کی آواز تھی جو میرے دہن سے نکل گئی۔(۲)

جب وہ دشمن خدا، ولیۃ اللہ کے دنداں شکن جواب سے مبہوت ہو گیا تو اس کے بعد وہ امام زین العابدین علیہ السلام کی طرف مخاطب ہوا آپ کا نام دریافت کیا۔ جواب دیا گیا ''علی بن حسینؑ'' وہ کہنے لگا کیا علی بن حسین کو اللہ نے قتل نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا کہ میرے ایک اور بھائی کا نام بھی علی تھا جن کو لوگوں نے قتل کر دیا۔ اس نے کہا: ''نہیں بلکہ خدا نے قتل کیا'' اس وقت آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی ﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا﴾(۳) ''اللہ ہی موت کے وقت قبض روح کرتا ہے'' اتنا سننا تھا کہ اس ملعون نے کہا: ''أ لک جرأة علی جوابی'' ''تیری اتنی ہمت ہوگئی کہ میرا جواب دے، اسے لے جاؤ اور قتل کر دو!(۴)
اتنا سننا تھا کہ حضرت زینب کبریٰ دوڑ کر بھتیجے سے لپٹ گئیں اور فرمایا: ''یا بن زیاد حسبک من دمائنا و الله لا افارقه فان قتلته فاقتلنی معه'' ''ابن زیاد تو نے اتنا خون بہایا یہی کافی ہے، خدا کی قسم میں ان سے جدا نہ ہوں گی تا کہ اگر انہیں قتل کرو تو میں بھی قتل ہو جاؤں' 'اس بیان میں اتنا درد تھا کہ وہ ملعون بھی متاثر ہو گیا اور کہا: رہنے دو، ان عورتوں کو لے کر یہی جائے گا۔(۵)

''لہوف'' میں سید بن طاؤسؒ نے نقل فرمایا ہے کہ حضرت زینب نے فرمایا: ''یابن زیاد انک لم تبق منا احدا فان کنت عزمت علی قتله فاقتلنی معه ''(۶) ''اے ابن زیاد تو نے ہم میں سے کسی کو بھی باقی نہ رہنے دیا اب اگر تیرا ارادہ یہ ہے کہ انہیں بھی قتل کر دے تو مجھے بھی ان کے ساتھ قتل کر دے''

لیکن موت پر فتح پاتے ہوئے بیمار نے اپنی پھوپھی کو خاموش کراتے ہوئے نہایت جرأت و استقلال کے ساتھ فرمایا: ''أبا لقتل تهددنی یابن زیاد ؟'' ابن زیاد! تو مجھے موت سے ڈراتا ہے' 'اما علمت القتل لنا عادة و کرامتنا الشهادة ؟ ''کیا تو نہیں جانتا کہ قتل ہونا ہماری عادت اور شہادت ہماری فضیلت ہے؟(۷)

---

(۱) لہوف؛ ص ۱۸۰ (۲) تاریخ طبری؛ ج ۵، ص ۴۵۷، ارشاد؛ ص ۴۷۳ (۳) سورۂ زمر؛ آیت ۴۲ (۴) لہوف؛ ص ۱۸۰
(۵) طبری؛ ج ۵، ص ۴۵۸، ارشاد؛ ص ۴۷۴ تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ (۶) و (۷) لہوف؛ ص ۱۸۰

یہ وہ پرشکوہ آواز تھی جو دربار ابن زیاد میں گونجی اور ہر شخص نے سہم کر اس کو سنا۔ ابن زیاد عرق انفعال میں ڈوب گیا۔ اس نے دربار برخاست کردیا لیکن قیدیوں کو اس وقت تک کے لئے قید خانے میں رکھے جانے کا حکم دیا جب تک کہ دمشق سے ابن زیاد کا قاصد اس کے تہنیت نامہ کا جواب لے کر واپس نہ آجائے۔ حضرت زینب نے اس قید خانے میں جاتے ہوئے جو مسجد اعظم کے پہلو میں تھا، فرمایا کہ کوئی بھی زن عربی ہمارے پاس نہ آئے۔ مگر کنیزیں کیونکہ وہ بھی ہماری ہی طرح اسیر ہیں۔(۱) اس کے بعد ابن زیاد نے تمام اہل کوفہ کو مسجد جامع میں جمع ہونے کا حکم دیا جب لوگ جمع ہو گئے تو عبید اللہ بن زیاد نے منبر پر جا کر بطریق اعلان عام یہ ناروا کلمات اپنی زبان پر جاری کئے "**الحمد لله الذی اظهر الحق و اهله و نصر امیر المومنین یزید بن معاویه و اشیاعه و قتل الکذاب بن الکذاب** "(۲) "خدا کا شکر جس نے حق اور اس کے اہل کو ظاہر کردیا اور امیر المومنین یزید بن معاویہ اور ان کے دوستوں کی مدد فرمائی اور کذاب بن کذاب کو قتل کردیا"

عبداللہ بن عفیف کا جہاد (۳)

یہ جملہ سنتے ہی عبداللہ بن عفیف ازدی کھڑے ہو گئے یہ شیعیان علیؑ میں سے ایک تھے جن کی بائیں آنکھ جنگ جمل میں جناب امیر کی نصرت میں کام آئی تھی اور پھر صفین میں سر پر ایک تلوار پڑی اور دوسری ضرب ابرو پر پڑی جس سے داہنی آنکھ بھی جاتی رہی۔ اب ان کا دستور یہ ہو گیا تھا کہ یہ صبح کو مسجد جامع میں آجایا کرتے تھے اور رات تک نمازوں میں مشغول رہتے تھے۔ پھر واپس جاتے تھے۔ انہوں نے ابن زیاد کے ان الفاظ کی تردید کرتے ہوئے کہا: او پسر مرجانہ! تو جھوٹا اور تیرا باپ جھوٹا اور وہ جھوٹا جس نے تجھ کو حاکم بنایا اور اس کا باپ۔ او مرجانہ کے جائے، او دشمن خدا! پیغمبر کی اولاد کو قتل کرنے کے بعد راستبازوں کی طرح کلام کرنا چاہتا ہے۔ یہ سنتے ہی ابن زیاد غضبناک ہو گیا اور کہا یہ کون بول رہا ہے؟ عبداللہ بن عفیف پکارے! میں بول رہا ہوں اے دشمن خدا! ارے ان ذریت طاہرہ کو قتل کرتا ہے جن سے خدا نے رجس و پلیدی کو دور رکھا ہے اور گمان کرتا ہے کہ دین اسلام پر باقی ہے؟ "**و اغوثاه** " کہاں ہیں مہاجرین و

(۱) لہوف؛ ص ر ۱۸۲ (۲) لہوف؛ ص ر ۱۸۲، تاریخ طبری؛ ج ر ۵، ص ب ۴۵۸، سال ۶۱ھ، ارشاد؛ ص ر ۴۷۴

(۳) ارشاد؛ ص ر ۴۷۴۔ ۴۷۵

انصار کے فرزند؟ اس ناپاک اور بزبان رسول خدا ملعون بن ملعون سے انتقام کیوں نہیں لیتے؟ ابن زیاد کا غصہ اور بڑھ گیا اور اس کی رگیں پھول گئیں۔ کہنے لگا اسے میرے پاس لاؤ پس سپاہی چاروں طرف سے انہیں گرفتار کرنے کے لئے بڑھے۔ لیکن قبیلۂ ازد کے سات سو جنگی جوان جو کوفے میں موجود تھے، کچھ بہادر اس میں سے ان کی مدد کو دوڑ پڑے۔ اس کے بعد گھمسان کی لڑائی ہوئی، آخر کار دشمنوں نے انہیں گرفتار کرلیا اور ابن زیاد کے حکم سے ان کی گردن کاٹ دی گئی اور انہیں کوفے کے کوچے میں دار پر لٹکا دیا گیا۔ (۱)

جس زمانے میں اہل بیت اطہار کوفے میں اسیر تھے عام خیال یہ تھا کہ یزید تمام قیدیوں کے قتل کردیئے جانے کا حکم دے گا۔ اسی دوران کہ جب اسرائے آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کوفے میں قید تھے، ایک دن کسی نے قید خانہ میں ایک پتھر پھینکا جس میں اس مضمون کی ایک تحریر بندھی ہوئی تھی کہ آپ کے معاملات کے لئے ایک خط یزید کے پاس بھیجا گیا ہے۔ قاصد اس تاریخ کو جا رہا ہے اور اس تاریخ تک پلٹے گا اگر ناوقت تکبیر کی آواز سنائی دے تو اپنے متعلق حکم قتل کا یقین کرلیجیئے گا اور اگر تکبیر کی آواز نہ سنائی دے تو سمجھ لیجیئے گا کہ انشاء اللہ امان ہے۔ لیکن قاصد کے آنے پر تکبیر کی آواز بلند نہیں کی گئی کیونکہ یزید نے حکم دیا تھا کہ قیدیوں کو دمشق روانہ کردو۔ (۲) ابن زیاد نے حکم دیا کہ امام حسین علیہ السلام کے سر کو نوک نیزہ پر بلند کرکے تمام شہر میں گردش دی جائے پھر تمام شہداء کے سروں کو زحر بن قیس وغیرہ چند آدمیوں کے سپرد کیا اور انہیں دمشق کی طرف روانہ کیا اور ان کے پیچھے بیمار و ناتواں علی بن الحسینؑ کی گردن میں طوق ڈال کر اور اہل حرم کو اونٹوں پر سوار کرکے مخضر بن ثعلبہ عائذی اور شمر بن ذی الجوشن کی نگرانی میں روانہ کیا۔ (۳)

شام کی طرف حرکت

خاندان رسولؐ کی تاراجی اور اپنی کامیابی کو نمایاں کرنے کے لئے عراق سے دمشق جانے کا وہ راستہ اختیار کیا گیا جس میں آبادیاں زیادہ پڑتی تھیں۔ راستے بھر امام زین العابدین علیہ السلام کا عالم یہ

(۱) لہوف؛ ص/۱۸۸۔ طبری؛ ج/۵، ص ۴۵۹، سال ۶۱ھ

(۲) تاریخ طبری؛ ج/۵، ص/۴۶۳، سال ۶۱ھ

(۳) الاخبار الطوال؛ ص/۳۰۶، طبری؛ ج/۵، ص/۴۶۰، ارشاد؛ ص ۴۷۷، لہوف میں محضر بن ثعلبہ عائذی ہے

تھا کہ کسی سے کلام نہیں کرتے تھے، بالکل خاموش چلے جا رہے تھے(۱) لیکن پسماندگان امام حسین علیہ السلام کے اس طرح تشہیر کئے جانے سے عام طور پر اموی حکومت کے خلاف غم وغصہ کا اظہار کیا جانے لگا اور بہت سے مقامات پر بے چینی کے آثار نمایاں ہوئے۔

لیکن اہل حرم کوفہ سے شام کی طرف کب روانہ ہوئے اس میں اختلاف ہے بعضوں کا خیال ہے کہ اہل حرم ۱۸؍صفر کو کوفہ سے شام کی طرف روانہ ہوئے اور اسی دن شام کو وارد شام ہو گئے دوسرا قول یہ ہے کہ ۲۰؍صفر کو دمشق کے لئے روانہ ہوئے۔(۲)

اہل بیت دمشق میں کب داخل ہوئے اس میں بھی اختلافات ہیں۔ کامل بہائی کی نقل کے مطابق اہل حرم ۱۶؍ربیع الاول بروز چہار شنبہ دمشق پہنچے جبکہ بعضوں نے ۲۷؍محرم لکھا ہے امین الاسلام طبرسی کی روایت کے مطابق یکم ربیع الاول کو یہ کاروان دمشق پہنچا۔

بہر حال اختلاف تاریخ سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ہے۔ جب عالم اسلام رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تاریخ ولادت وشہادت میں حیران و پریشان ہے تو اگر دشمنوں کے چشم وابرو پر لکھی جانے والی تاریخ میں اختلاف ہے تو تعجب کی کیا بات ہے۔

بس اتنا ضرور ہے کہ اگر طولانی ترین مدت کو مان لیا جائے تو یقیناً مصیبتوں میں اضافہ ماننا پڑے گا لیکن اگر کم مدت کو فرض کیا جائے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ مصیبت میں کمی ہوگئی، کیونکہ دشمن نے ہر ممکن کوشش کو آزما کر دیکھ لیا اور جب تھک گیا تب حقیقت کا معترف ہوا۔

یہ ستم دیدہ اور جفا کشیدہ اسراء، مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے وارد شام ہوئے۔ بعضوں نے ۱۲؍تو بعضوں نے ۱۳؍ایک تیسرے گروہ نے ۲۵؍اور چوتھے طبقے نے ۴۴ منازل کو ذکر فرمایا ہے۔

۱) کربلا سے کوفہ۔ ۲) کوفہ سے قادسیہ۔ ۳) قادسیہ سے موصل۔ ۴) موصل سے نصیبین۔ ۵) نصیبین سے دعوات۔ ۶) دعوات سے قنسرین۔ ۷) قنسرین سے معرہ۔ ۸) معرہ سے بشیر۔ ۹) بشیر سے سیبور۔ ۱۰) سیبور سے جماہ۔ ۱۱) جماہ سے حمص۔ ۱۲) حمص سے بعلبک (۱۳) بعلبک سے دمشق۔

صاحب ''مفتاح الکرامۃ'' نے ۲۰؍منازل کا ذکر کیا ہے جو ابومخنف کی ایک روایت کے مطابق

(۱) تاریخ طبری؛ ج؍۵ (۲) سیرۃ جناب زینب؛ ص؍۱۹۱، باب؍۱۲

ہے اور جس کا راوی سہل ہے جو کوفہ سے دمشق تک کاروان کے ہمراہ تھا، اس نے ۲۴؍منازل کا ذکر کیا ہے۔ جس میں مذکورہ منازل کے علاوہ مندرجہ ذیل منزلوں کا ذکر کیا ہے۔

تکریت، طریق اکبر اعلیٰ، دیر عروہ، حلیا، وادی النخل، ''لیثا'' یا ''ارمیا''، کحل، تل اعفر، جبل سنجار، عین الورد، کفر تاب، کنیسۂ قیس، صومعہ۔

اس نقل میں کربلا، حماہ، معرہ کا ذکر نہیں ہے۔

صاحب ''سیرت جناب زینب''؛ جناب جعفری صاحب نے اولاد حیدر بلگرامی صاحب کی طرف سے ۱۹؍منازل کو مرقوم فرمایا ہے۔ ان کے یہاں ان منازل کا اضافہ ہے۔ دیر راہب، حران، معترۃ النعمان(۱)

جناب سید ہاشم رسولی محلاتی نے ۲۵؍مقامات کو ذکر کیا ہے۔ ان کے یہاں مذکورہ مقاموں کے علاوہ ان منزلوں کا ذکر کیا گیا ہے جہینہ، حماہ، حلب، حرار، تل عفہ۔ (۲)

بہر حال طرح طرح کے اندوہ ومصائب کو برداشت کرنے کے بعد یہ پسماندگان دمشق میں داخل ہوئے۔

دمشق میں اہل حرم کا ورود

اہل حرم کا لٹا ہوا قافلہ، حاکم شام کے شہر، دمشق میں وارد ہوگیا۔ لیکن جتنی آسانی سے قلم نے اس جملہ کو سینۂ قرطاس پر نقش کر دیا، اتنی آسانی سے یہ کاروان وارد نہیں ہوا تھا بلکہ تاریخ کہتی ہے کہ جب اہل حرم دمشق میں داخل ہوئے تو اہل شہر، آلات لہو ولعب کے ساتھ بڑے ہی کر وفر سے اسیروں کا تماشا دیکھنے کے لئے آئے۔ جب یہ کاروان شہر دمشق میں داخل ہوا تو جناب ام کلثوم (محققین کے قول کے مطابق حضرت زینب کی کنیت بھی ام کلثوم تھی) نے شمر ملعون سے کہا:

''اذا دخلت بنا البلد فاحملنا فی درب قلیل النظارۃ و تقدم الیھم و قل ان یخرجوا ھذہ الرؤس من بین المحامل و ینحونا عنا فقد خزینا من کثرۃ النظر الینا و نحن فی ھذہ الحالۃ ''(۳)

(۱) سیرۃ حضرت زینب؛ ص؍۱۹۷ تا ۱۹۹ (۲) نگاہی کوتاہ بہ زندگانی زینب کبریٰ؛ ص؍۱۰۰ (۳) لہوف؛ ص؍۱۹۲

''(اے شمر) جب تو ہمیں شہر میں داخل کرے گا تو ایسے دروازہ سے لے جانا جس میں بھیڑ کم ہو اور کہہ دینا کہ سروں کو محملوں سے دور رکھا جائے کیونکہ تماشائیوں کی بھیڑ سے ہم جب کہ اس (بری) حالت میں ہیں، ذلیل ورسوا ہوئے جاتے ہیں''

لیکن اس ملعون نے ایک نہ سنی، اہل حرم کو ایسے دروازے سے داخل کیا جہاں تماشائیوں کا انبوہ کثیر تھا۔شہداء کے سر محملوں کے ساتھ ساتھ تھے۔کامل بہائی کی نقل کے مطابق اہل بیت اطہار کو تین دنوں تک شہر کے باہر کھڑا رکھا گیا تا کہ شہر کو چراغاں کیا جا سکے۔ان تین دنوں میں دمشق کو اس طرح سجایا گیا کہ اس سے پہلے ایسی سجاوٹ کسی نے نہیں دیکھی تھی۔اس کے بعد تقریبا ۵/لاکھ لوگ اہل حرم کا تماشا دیکھنے کے لئے باہر نکلے، جس میں امراء شہر، ڈھولک بجانے والے، رقص وناچنے والیاں وغیرہ سب موجود تھے۔پھر اس جشن وسرور کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ ۱۶/ربیع الاول چہارشنبہ کا دن تھا اور شہر کے باہر بھی اس قدر انبوہ کثیر تھا گویا محشر کا بازار گرم ہے۔یزید بن معاویہ کے لئے ایک تخت نصب تھا، جس کے اطراف جواہرات سے مرصع تھے۔سونے چاندی کی کرسیاں اس کے اطراف میں بچھائی گئی تھیں۔ان تاریخی احوال سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اس نامبارک وغیر مسعود جشن کے لئے ایک بے سابقہ اہتمام کیا گیا تھا۔نہیں معلوم ان دلسوختہ مناظر کو دیکھ کر اہل حرم پر کیا گذری ہوگی۔

مجمع کی یہ کثرت تھی کہ آفتاب نکلنے کے ساتھ ہی داخل ہونے کے باوجود کہیں زوال کے وقت یہ افراد دربار یزید میں پہنچ سکے۔(۱)

جب خاندان رسالت کا یہ لٹا ہوا قافلہ بازار سے گذر رہا تھا تو ابراہیم بن طلحہ بن عبداللہ نے علی بن الحسین علیھما السلام سے طنز کرتے ہوئے پوچھا کہ ''اے فرزند حسینؑ فتح کس کی ہوئی''؟ آپ نے جواب میں فرمایا ''تم کو اگر معلوم کرنا ہے کہ فتح کس کی ہوئی تو نماز کے وقت جب اذان واقامت کہنا اس وقت معلوم کر لینا کہ کس کو فتح ہوئی اور کس کو شکست''؟

جب اہل بیت نبوت، حالت اسیری میں دروازۂ دمشق پر پہنچے تو ایک بوڑھا سامنے آیا اور اس نے ان کو دیکھ کر کہا ''حمد ہے اس خدا کی جس نے تم کو قتل وہلاک کیا اور ملکوں اور شہروں کو تمہارے مردوں سے خالی

(۱) نگاہی کوتاہ بہ زندگی حضرت زینبؑ؛ص۱۰۴۔۱۰۳

اور پر امن بنایا اور امیر المومنین یزید کو تم پر غلبہ عطا فرمایا'' اس بوڑھے سے یہ کلمات سن کر بیمار کربلا علی بن الحسین علیہما السلام نے فرمایا ''اے شیخ! کیا تو نے قرآن کی یہ آیت پڑھی ہے ﴿قُلْ لَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْراً اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبىٰ﴾ (۱) کہدو (اے ہمارے حبیب) کہ میں سوا اپنے ذوی القربیٰ (اہل بیت) کی مودت ومحبت کے تم سے اور کوئی اجر ومعاوضہ اس تبلیغ رسالت پر نہیں مانگتا'' بوڑھے نے کہا ہاں یہ آیت پڑھی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ رسول کے ذوی القربیٰ ہم ہی ہیں، جن کی محبت تم پر فرض کی گئی ہے۔ پھر فرمایا کیا یہ آیت بھی پڑھی ہے؟ ﴿و اعلموا انما غنمتم من شئی فان لله خمسه و للرسول و لذی القربیٰ﴾ (۲) یاد رکھو کہ جو تم کچھ منفعت حاصل کرو اور جو مال بغیر مشقت پاؤ اس میں سے پانچواں حصہ اللہ، رسول اور ان کے ذوی القربیٰ کا حق نکال دو۔ اس نے عرض کیا ''ہاں یہ آیت بھی پڑھی ہے آپ نے فرمایا وہ ذوی القربیٰ ہم ہی ہیں جن کا یہ حق خمس میں نکالنا واجب ہے، اور کیا یہ بھی پڑھا ہے کہ ﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْراً ﴾ (۳) اس نے عرض کیا کہ ''بیشک پڑھا ہے'' آپ نے فرمایا کہ وہ اہل بیت نبوت ہم ہی ہیں جن کو خدا نے برائی سے پاک رکھا اور معصوم بنایا ہے۔ بوڑھا یہ سنکر حیران ہوگیا۔ اس نے تصدیق کے طور پر دریافت کیا کہ ''خدا کی قسم سچ مچ تم وہی ہو؟'' آپ نے زور دے کر فرمایا کہ ''ہاں قسم بخدا ہم وہی آل رسول، اہل بیت نبوت، ذوی القربائے رسالت ہیں بلا شک وشبہ اور اپنے جد رسول اللہ کی قسم ہم وہی ہیں'' یہ سننا تھا کہ بوڑھے نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کیا۔ عمامہ سر سے پھینک دیا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور کہا کہ ''خداوندا گواہ رہنا کہ میں ہر دشمن آل محمد سے چاہے وہ جن ہو یا انس بیزار ہوں اور ان سے دوری چاہتا ہوں'' پھر بیمار کربلا کی طرف مخاطب ہو کر پوچھنے لگا کہ ''کیا میری توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں اگر تم توبہ کرو تو قبول ہوگی اور تم ہمارے اصحاب میں شمار ہوگے'' اس نے کہا میں توبہ کرتا ہوں اس گستاخی سے جو

(۱) سورۂ شوریٰ؛ آیت ۲۳/

(۲) سورۂ انفال؛ آیت ۴۱/

(۳) سورۂ احزاب؛ آیت ۳۳/

آپ کی شان میں کی تھی (۱)۔اس واقعہ سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ بنی امیہ کے پچاس برس کے پروپگنڈے کے نتیجہ میں عام مسلمان خصوصا اہل شام کس حد تک آل محمد سے نا آشنا ہو چکے تھے۔آیا کسی میں اتنی ہمت ہے کہ اس رقت بار حالت کو درک کر سکے خدا گواہ ہے کہ اگر کوئی محسوس بھی کرے تو فقط ایک تصور سے انسان کا کلیجہ منہ کو آ جائے گا کیا یہ سوچا جا سکتا ہے کہ وہ کہ عزت وشرافت جن کی کنیزیں ہوں، زمانہ اتنا بگڑ جائے گا کہ انہی کو لوگ کنیزی میں لینے کے لئے آمادہ ہونگے لیکن یزید کی مختلف جسارتوں کو دیکھ کر اہل دربار نے یہ جسارت کی کہ اہل حرم میں سے ایک بی بی کو بعنوان کنیز طلب کر لیا۔لیکن جب دربار عبید اللہ بن زیاد ملعون میں مبلغ قیام عاشورہ زینب کبریٰ سلام اللہ علیھا نے امام وقت کو موت کے منہ سے چھین لیا تو یہاں کس کی مجال تھی کہ محافظ عصمت کے سامنے کوئی اس خاندان کو اپنی کنیزی میں لے لیتا۔چنانچہ جب ایک سرخ رنگ شامی کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اے امیر المومنین یہ لڑکی مجھے دیدیجیئے اور اسنے فاطمہ دختر حسینؑ کی طرف اشارہ کیا۔ یہ سننا تھا کہ آپ کانپنے لگیں اور اپنی پھوپھی زینب کبریٰ سے لپٹ گئیں۔ جناب زینب نے بچی کو تسلی دیا اور بلند آواز سے اس شامی سے کہا کہ کیا بکتا ہے؟ بخدا تو مر بھی جائے تو یہ نہیں ہو سکتا، نہ ہی یزید ایسا کر سکتا ہے۔ آپ کے آخری فقرہ پر یزید کو طیش آ گیا اور کہنے لگا ''تم غلط کہتی ہو'' مجھے اس کا اختیار حاصل ہے اور اگر میں چاہوں تو ایسا یقیناً کر سکتا ہوں، جناب زینب نے فرمایا جب تک اسلام کا دعویٰ رکھتا ہے،تو ہرگز ایسا نہیں کر سکتا یہ اور بات ہے کہ علی الاعلان تو ہمارے مذہب سے خارج ہو کر کوئی دوسرا دین اختیار کر لے۔اس پر یزید کا غصہ اور بڑھا اور وہ کہنے لگا ''مجھ سے تم ایسی باتیں کرتی ہو، دین سے خارج تو تمہارے باپ اور بھائی تھے'' جناب زینب نے جواب دیا کہ میرے باپ اور بھائی کے دین کو بظاہر اختیار کر کے تو اور تیرا باپ اور دادا مسلمان کہلائے یزید اس کے بعد اور سخت کلامی پر اتر آیا۔ناچار زینب کبریٰ کو کہنا پڑا: یزید تو ایک ظالم حاکم ہے اور اپنے ظلم وتشدد سے ہم کو دبانا چاہتا ہے آپ کے اس جواب سے یزید کو کچھ شرم دامن گیر ہوئی اور وہ خاموش ہو گیا۔اس کے بعد جب شامی نے پھر اپنی درخواست کو دہرایا تو یزید نے اسے سختی سے ڈانٹ دیا اور کہا کہ دور ہو جا خدا تجھے غارت کرے۔(۲)

(۱) لہوف؛ص/۱۹۸۔۱۹۴

(۲) طبری؛ج/۵،ص/۴۶۲۔۴۶۱،سال ۶۱ھ، مقتل ابی مخنف؛ص/۲۱۴،ارشاد؛ص/۲۷۹

لہوف میں سید بن طاؤس رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے آگے بڑھ کر لکھا ہے کہ اس شامی نے پوچھا یہ بچی کون ہے؟ یزید نے جواب دیا یہ فاطمہ بنت حسین (علیہ السلام)، وہ زینب بنت علی (علیہ السلام) ہے شامی نے پوچھا ''حسین بن فاطمہ اور علی بن ابی طالب؟'' یزید نے جواب دیا ''ہاں'' شامی نے کہا: ''لعنک اللہ یا یزید أ تقتل عترت نبیک و تسبی ذریتہ و اللہ ما توھمت الا انھم سبی الروم'' ''اے یزید تجھ پر خدا کی لعنت ہو اپنے نبی کی عترت کو قتل کرتا ہے اور ان کی ذریت کو اسیر بناتا ہے؟ خدا کی قسم میں نے تو یہی سمجھا تھا کہ یہ لوگ روم کے اسیر ہیں۔ یزید نے کہا: ''واللہ لالحقنک بھم'' خدا کی قسم میں'' تجھے انہی کے ساتھ ملحق کردوں گا اور پھر اس کے قتل کا حکم دیا اور اسے قتل کر دیا گیا۔(۱)

یہ ظلم کتنا عظیم تھا یہ کوئی دل زینب کبریٰ سے پوچھے،لیکن یہ فاتح خیبر کی دختر کی شجاعت تھی کہ ظالم کو اسی کے دربار میں رسوا کر دیا اور کسی میں ہمت نہ ہوئی کہ اہل حرم کو کنیز بنالیتا۔

دیکھنے کے اعتبار سے یہ بہت بڑا ظلم تھا لیکن معاویہ علیہ الھاویہ کے نجس نطفے کے لئے یہ کوئی بہت بڑی بات نہیں تھی،اسے تو فتح کی ترنگ چڑھی تھی۔لہٰذا مختلف طریقوں سے اپنی فتح کا اعلان کرنا چاہتا تھا اسی بنیاد پر جب اس ملعون کے سامنے طشت طلا میں امام حسین علیہ السلام کا سر لاکر رکھا گیا تو وہ چوب خیزران سے دندان مبارک کی بے حرمتی کرنے لگا وہ تو اس خیال میں تھا کہ کوفے میں تو شیعیان علیؑ موجود تھے اس لئے زید بن ارقم نے اس جسارت پر ٹوک دیا،یہاں بھلا کس کی مجال ہے کہ مجھے ٹوک دے،لیکن یہ جسارت اتنی بڑی تھی کہ یہاں بھی وہی ہوا جو کوفہ میں ہوا تھا۔ابو مخنف ناقل ہیں کہ ابو برزہ جو صحابیٔ رسول تھے اور اس مجلس میں بیٹھے تھے جیسے ہی یزید کی اس جسارت کو دیکھا بے ساختہ بول اٹھے''وائے ہو تجھ پر اے یزید! تو حسین بن فاطمہ کے دہن پر چھڑی مار رہا ہے؟ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے خود دیکھا ہے کہ پیغمبر اسلام ان کا اور ان کے بھائی حسن کے دہن کا بوسہ دیتے تھے اور ان کے لئے فرمایا کرتے تھے،تم دونوں جوانان جنت کے سردار ہو'' خدا آپ (امام حسین علیہ السلام) کے قاتل کو قتل کرے،ان کے لئے جہنم آمادہ ہے۔یزید یہ سنکر طیش میں آ گیا۔فوراً حکم دیا کہ ابو برزہ کو باہر نکال دو! کارندوں نے ابو برزہ کو کھینچ کر باہر نکال دیا(۲)،تاریخ

(۱) لہوف؛ص/۲۰۶

(۲) مقتل ابی مخنف؛ص/۲۲۰،لہوف؛ص/۲۰۰۔۱۹۸

طبری میں ہے کہ آپ نے فرمایا ''یاد رکھ اب قیامت کے دن بس تیری شفاعت ابن زیاد ہی کرے گا(۱)
اس کے بعد اس کی بے دینی اور کفر کا پارہ اور اونچا ہوا اور وہ یہ شعر پڑھنے لگا۔

لیت اشیاخی ببدر شهدوا	جزع الخزرج من وقع الاسل
لا هلوا و استهلوا فرحا	ثم قالوا یا یزید لا تشل
لقد قتلنا القوم من ساداتهم	و عدلنا ببدر فاعتدل
لعبت بنو هاشم بالملک فلا	خبر جاء و لا وحی نزل
لست من خندف(۲) ان لم انتقم	من بنی احمد ما کان فعل

۱۔اے کاش ہمارے وہ بزرگان ہوتے جو جنگ بدر میں مارے گئے تو وہ شمشیر و نیزہ کی وجہ سے خزرج کی آہ وزاری کو مشاہدہ کرتے۔

۲۔اس وقت فرط مسرت سے خوشحالی کے عالم میں صدا دیتے یزید تم سلامت رہو۔

۳۔ہم نے ان کے بزرگوں کو قتل کر دیا اور بدر کا حساب بے باق کر لیا تو اب حساب چکتا ہو گیا۔

۴۔بنی ہاشم نے تو حکومت کے لئے ایک کھیل کھیلا تھا حقیقت میں نہ تو کوئی خبر آئی ہے اور نہ ہی کوئی وحی نازل ہوئی۔

۵۔فرزندان احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جو کام کیا ہے اگر میں اس کا بدلہ نہ لوں تو میں خندف کی اولاد نہیں ہوں۔

یزید کے یہی اشعار اس کے کفر کے لئے کافی ہیں، کیونکہ معرکۂ بدر میں کفار قریش کے بڑے بڑے دیو ہیکل سرغنے فی النار ہوئے تھے اور اسی کی آگ میں بنی امیہ جل رہے تھے جسے یزید نے طشت از بام کر دیا۔ایسے بدترین ماحول کا تقاضا تو یہی تھا کہ زینب کبریٰ علیہا السلام آہ وزاری کر کے دم توڑ دیتیں،لیکن اس کے برخلاف علی علیہ السلام کی بیٹی نے بڑے صبر و استقامت کے ساتھ بھرے دربار میں اس کافر کا مقابلہ

(۱) تاریخ طبری؛ ج/۵،ص/۴۶۵،سال ۶۱ھ۔

(۲) خندف ایک عورت کا نام ہے جس کی طرف بنی امیہ کا نسب پہنچتا ہے۔

کیا، جب کہ ہروقت یہی احتمال تھا کہ وہ ملعون ، بی بی مخدرہ کو قتل کردے گا لیکن تمام خطرات سے بے پرواہ ہوکر علی علیہ السلام کی علی بیٹی نے یزید کا مقابلہ کیا اور بنی امیہ کے چہرہ سے اسلام کی نقاب نوچ لی۔ باوجودیکہ خطابت کی تمام شرطیں مفقود تھیں، لیکن ایسی خطابت کی کہ اس ملعون کے دانت کھٹے ہوگئے۔ جب ظالم کا کچھ بس نہ چلا تو قید کردیا۔

احقاق حق کا وقت

جب محافظ دین وشریعت نے مشاہدہ کرلیا کہ ہندہ کا پوتا علی الاعلان اسلام کا مذاق اڑا رہا ہے اور مجمع عام میں اسلام کی بنیادوں کو ڈھانا چاہتا ہے، مقدسات دین کو پامال کررہا ہے۔ فرزند رسولؐ کے دندان مبارک سے بے ادبی کررہا ہے تو اسی وقت کو احقاق حق اور ابطال کا بہترین وقت سمجھتے ہوئے اپنی معجزاتی زبان کو حرکت دے کر یزید کی بداعمالیوں کو برملا کردیا، بنی امیہ کا کریہ المنظر وجود سب کے سامنے پیش کردیا۔ زینب کبریٰؑ نے جیسے ہی زبان کھولی مجمع متحیر ہوگیا وہ تو یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ ترک ودیلم کے غلام ہیں جنہیں ایک لفظ بولنے کی بھی ہمت نہیں ہوتی لیکن دختر خطیب منبر سلونی کے بیان نے سب کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ یہ خطبہ اپنی فصاحت وبلاغت کے اعتبار سے اتنا عظیم المرتبت ہے کہ فریقین نے اسے ذکر کیا ہے علماء شیعہ میں جنہوں نے بھی مقتل کے موضوع پر کتابیں لکھی ہیں انہوں نے تقریبا اس خطبہ کو ذکر فرمایا ہے۔

اس سلسلے میں لہوف (۱) احتجاج (۲) بحارالانوار (۳) جلاء العیون، نفس المہموم (۴) وغیرہ قابل ذکر ہیں علمائے اہل سنت میں سے ابن طیفور نے بلاغات النساء (۵) میں اس خطبہ کو ذکر کیا ہے۔

(۱) لھوف فی قتلی الطفوف؛ ص/۲۰۰، ناشر، نشر نوید اسلام

(۲) احتجاج طبرسی؛ ج/۲، ص/۱۲۳ تا ۱۳۱

(۳) بحارلانوار؛ ج/۴۵، ص/۱۳۵_۱۳۴_۱۳۳

(۴) نفس المہموم؛ (ترجمہ دمع السجوم) ص/۵۱۰

(۵) بلاغات النساء؛ ص/۲۰

راوی کہتا ہے کہ جیسے ہی یزید کے اشعار تمام ہوئے "**فقامت زینب بنت علی بن ابی طالب علیه السلام**" بلا فاصلہ زینب بنت علی بن ابی طالب علیہم السلام اٹھیں اور "**فقالت**" بدون فاصلہ اس طرح گویا ہوئیں:

نوٹ:

احتجاج طبرسی کی علامت "الف، س" اور بلاغات النساء کی علامت "ب، ن" ہے۔

متن خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ صَلَّى (١) اللّٰهُ عَلىٰ رَسُوْلِهِ وَ آلِهِ اَجْمَعِيْنَ ، صَدَقَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ كَذَالِكَ يَقُوْلُ : ﴿ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ اَسَاؤُا السُّواى اَنْ كَذَّبُوا بِاٰيَاتِ اللّٰهِ وَ كَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِؤُنَ﴾ أَ ظَنَنْتَ يَا يَزِيْدُ ! حَيْثُ(٢) أَخَذْتَ عَلَيْنَا اَقْطَارَ الْاَرْضِ(٣) وَ أَفَاقَ السَّمَاءِ فَاَصْبَحْنَا(۴) نُسَاقُ كَمَا تُسَاقُ الْاُسَارىٰ اِنَّ بِنَا عَلَى اللّٰهِ هَوَاناً وَ بِكَ (٥) عَلَيْهِ كَرَامَةً وَ اِنَّ ذَالِكَ بِعِظَمِ خَطَرِكَ (٦) عِنْدَهُ فَشَمِخْتَ بِاَنْفِكَ وَ نَظَرْتَ فِيْ عِطْفِكَ (٧) جِذْلَانَ مَسْرُوْراً حِيْنَ رَاَيْتَ الدُّنْيَا لَكَ مُسْتَوْثِقَةً وَ الْاُمُوْرُ (٨) مُتَّسِقَةً وَ حِيْنَ صَفَالَكَ مُلْكُنَا (٩) وَ سُلْطَانُنَا فَمَهْلاً مَهْلاً . (١٠)

أَ نَسِيْتَ قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَ لَايَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنَّمَا نُمْلِىْ لَهُمْ خَيْرٌ لِاَنْفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمْلِىْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْا إِثْماً وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِيْنٌ﴾

أَمِنَ الْعَدْلِ يَابْنَ الطُّلَقَاءِ تَخْدِيْرُكَ حَرَائِرَكَ وَ اِمَائَكَ وَ سُوْقُكَ

....

(١) احتجاج طبرسی؛ و الصلوة على جدى سيد المرسلين ،بلاغات النساء؛ صدق الله و رسوله

(٢) ا،س،جبن۔ (٣) ا،س،ضيقت ...ب،ن،اكناف (۴) ا،س،فاصبحنا لك فى اسار (الذل) نساق اليك سوقاً فى قطار و انت علينا ذو اقتدار . (٥) ا،س،وعليك منه كرامة وامتنانا۔ (٦) ا،س،...و جلالة قدرك

(٧) ب،ن، عطفيك ، ا، س، نضرب اء صدريك فرحا و تنقص مذرويك مرحا

(٨) ا، س، لديك ، ب، ن، لك و قد امهلت و نفست و هو قول الله تبارك و تعالىٰ

(٩) ا، س، و خلص لك.

(١٠) ا، س، لا تطش جهلا .

ترجمہ

تمام تعریفیں اس خدا کے لئے مخصوص ہیں جو دو جہاں کا رب ہے اور اس کے رسول اور انکی تمام اولاد پر درود و سلام ہو۔ کتنا سچا ہے میرے پاک و پاکیزہ خدا کا ارشاد کہ ''پھر جن لوگوں نے برے اعمال کئے، آخر میں ان کی نوبت یہ پہنچی کہ آیات خداوندی جھٹلانے اور اس کی ہنسی اڑانے لگے''، اے یزید! تو نے کیا یہ گمان کیا ہے کہ چونکہ تو نے ہم پر زمین و آسمان کے تمام راستوں کو بند کرتے ہوئے ہم کو اس حالت پر پہنچا دیا کہ آج ہم قیدیوں کی طرح لائے جا رہے ہیں تو اس سے خدا کے نزدیک بھی ہم حقیر اور تو باعزت قرار پا گیا؟ اور یہ کہ تجھے یہ ظاہری کامیابی تیرے مقرب بارگاہ الٰہی ہونے کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے؟ اسی خیال کے ماتحت تو خوش ہو ہو کر اپنی ناک پھلا رہا ہے، اور اپنے شانوں پر نظر ڈال رہا ہے۔ اس لئے کہ اس وقت تجھ کو یہی دکھائی دے رہا ہے کہ دنیا تیرے حکم کی پابند اور امور مملکت منظّم و مرتب ہیں اور ہماری سلطنت و حکومت تیرے لئے تمام خطرات سے پاک و صاف ہو گئی ہے۔ پس ذرا ٹھہر جا۔ تھوڑا سا صبر کر، کیا تو خداوند عالم کا قول بھول گیا ہے کہ ''جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے وہ ہرگز خیال نہ کریں کہ ہم نے جوان کو مہلت اور فارغ البالی دے رکھی ہے وہ ان کے حق میں بہتر ہے (حالانکہ) ہم نے مہلت اور فارغ البالی فقط اس لئے دے رکھی ہے تاکہ وہ اور گناہ کر لیں اور (آخر تو) ان کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے (ہی) اے آزاد شدہ افراد کے لڑکے! کیا قانون عدل و انصاف یہی ہے کہ تو اپنی اور عورتوں بلکہ کنیزوں کیلئے پردے کا اہتمام کرے اور رسول خداؐ کی

بَناتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ سَبَایَا؟ قَدْ هَتَکْتَ سُتُوْرَهُنَّ وَ اَبْدَیْتَ وُجُوهَهُنَّ تَحْدُوْا(۱) بِهِنَّ الْاَعْدَاءَ مِنْ بَلَدٍ اِلیٰ بَلَدٍ (۲)وَ یَسْتَشْرِفُهُن(۳) اَهْلُ الْمَنَاهِلِ وَ الْمَنَاقِلِ(۴) وَ یَتَصَفَّحُ وُجُوهَهُنَّ الْقَرِیْبُ وَ الْبَعِیْدُ(۵) وَ الدَّنِیُّ وَ الشَّرِیْفُ. لَیْسَ مَعْهُنَّ مِنْ رِجَالِهِنَّ وَلِیٌّ وَ لَا مِنْ حُمَاتِهِنَّ حَمِیٌّ(۶) کَیْفَ تُرْتَجیٰ مُرَاقِبَةُ مَنْ لَفَظَ فُوْهُ اَکْبَادَ الْاَذْکِیَةِ وَ نَبَتَ لَحْمُهُ مِنْ دِمَاءِ الشُّهَدَاءِ(۷) وَ کَیْفَ یَسْتَبْطِأُ فِیْ بُغْضِنَا اَهْلَ الْبَیْتِ مَنْ نَظَرَ اِلَیْنَا بِالشَّنَفِ وَ الشَّنَانَ وَ الْاِحَنِ وَ الْاِضْغَانِ(۸) ثُمَّ تَقُوْلُ غَیْرَمُتَأَثِّمٍ وَ لَا مُتَعَظِّمٍ

لَأَهَلُّوْ وَاسْتَحَلُّوْ فَرْحاً ثُمَّ قَالُوْا یَایَزِیْدُ لَا تَشَلْ

مُتَنَحْنِیاً عَلَی ثَنَایَا اَبِی عَبْدِ (۹)اللّٰهِ سَیِّدَ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ تَنْکُتُهَا بِمَحْضَرَتِکَ

....

(۱)احتجاج طبرسی؛ یحدوا، بلاغات النساء؛ قد هتکت ستورهن و اصحلت صوتهن مکتئبات تخذی بهن الاباعر و یحدوبهن. (۲)ب، ن، لایراقین و لا یؤوین. (۳)ب، ن، یتشوقهن القریب و البعید.

(۴)ا، س، و یبرزن لاهل المناقل. (۵)ا، س، والغائب و الشهید و الشریف و الوضیع و الدنی و الرفیع(۶)ا، س، حمیم عتوا منک علی الله و جحود الرسول الله صلی الله علیه و آله وسلم و دفعا لما جاء به من عند الله و لا غرو منک و لا عجب من فعلک و انی یرتجیٰ خیر.

(۷)ا، س، السعداء و نصب الحرب لسید الانبیاء و جمع الاحزاب و شهر الحراب وهز الیسوف فی وجه رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم اشد العرب لله جحودا و انکرهم له رسولا و اظهر هم له عدوانا و اعتاهم علی الرب کفرا و طغیانا الا انها نتیجة خلال الکفر و ضب یجرجر فی الصدر لقتلی یوم بدر فلا یستبطئ

(۸)احتجاج طبرسی؛ یظهر کفره برسول الله صلی الله علیه و آله وسلم و یفصح ذالک بلسانه و هو یقول ؛ فرحا بقتل ولده و سبی ذریته غیر متحوب و لا مستعظم یهتف باشیاخه

(۹)ا، س، و کان مقبل رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم ینکتها لمحضرته قد التمع السرور بوجهه

بیٹیوں کو اسیروں کی طرح در بدر پھرا تا رہے؟ ان کے پردے کو چھین کر لوگوں کو ان کا چہرہ دکھائے؟ دشمن انہیں ایک شہر سے دوسرے شہر لے جائیں اور شہر و دیہات کے باشندہ ان کا تماشا دیکھیں، ان کے چہروں کو قریب و بعید، شریف و پست دیکھا کریں جب کہ ان کے سر پہ نہ کوئی ان کا سرپرست ہے اور نہ ہی محافظت کرنے والا کوئی محافظ ہے، ہاں جس نے پاک طینت و نیک سیرت افراد کا جگر چبایا اور جس کی نشو ونما، جس کا گوشت و پوست شہدائے اسلام کے خون سے ہو، اس سے عطوفت کی امید کس طرح کی جاسکتی ہے اور جو ہماری طرف بغض و کینہ کی نگاہ سے دیکھتا ہے وہ کس طرح ہماری عداوت و دشمنی سے کوتاہی کر سکتا ہے۔ پھر اپنے عمل کو برا سمجھنے کے بجائے تیری جرأت اتنی بڑھ گئی کہ تو ہاتھ میں چھڑی لے کر ابو عبد اللہ جوانان جنت کے سردار کے دندان مبارک سے بے ادبی کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ اگر میرے بزرگان ہوتے تو خوشحالی میں مجھے دعائیں دیتے

وَ كَيْفَ(۱) لَاتَقُوْلُ ذَالِكَ وَقَدْ نَكَأْتَ الْقَرْحَةَ وَ اسْتَأْصَلْتَ الشَّافَةَ بِارَاقَتِكَ دِمَاءَ ذُرِّيَّةِ(۲) مُحَمَّدٍ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ وَ نُجُوْمِ الْاَرْضِ مِنْ آلِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ تَهْتِفُ(۳) بِاَشْيَاخِكَ زَعَمْتُ اَنَّكَ تُنَادِيْهِمْ فَلَتَرِدُنَّ وَ شِيْكاً مَوْرِدَهُمْ وَ لَتَوَدُنَّ اَنَّكَ شَلَلْتَ وَ بَكَمْتَ وَ لَمْ تَكُنْ قُلْتَ مَا قُلْتَ وَ فَعَلْتَ مَافَعَلْتَ: اَللّٰهُمَّ خُذْ لَنَا بِحَقِّنَا وَ أَنْتَقِمْ مِمَّا(۴) ظَلَمْنَا وَ احْلُلْ غَضَبَكَ بِمَنْ(۵) سَفَكَ دِمَائَنَا وَ قَتَلَ حُمَاتَنَا، فَوَ اللّٰهِ مَا فَرَيْتَ اِلَّا جِلْدَكَ وَ لَا حَزَزْتَ(۶) اِلَّا لَحْمَكَ وَ لَتَرِدُنَّ(۷) عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ بِمَا تَحَمَّلْتَ مِنْ سَفْكِ دِمَاءِ ذُرِّيَّتِهِ وَ انْتَهَكْتَ مِنْ حُرْمَتِهِ فِيْ عِتْرَتِهِ وَ لُحْمَتِهِ حَيْثُ يَجْمَعُ اللّٰهُ شَمْلَهُمْ وَيَلُمَّ

(۱)احتجاج طبرسی؛لعمری۔

(۲)ا، س، دم سید شباب اهل الجنة و انب یعسوب العرب و شمس آل عبد المطلب

(۳)ا، س، و هتفت باشیاخک و تقربت بدمه الی الکفرة من اسلافک ثم صرخت بندائک و لعمری لقد نادیتهم لوشهدوک و وشیکا تشهدهم و لم یشهدوک و لتود یمینک کما زعمت ، شلت بک عن مرفقها و جذت واحببت امک لم تحملک و اباک لم یلدک حین تصیر الی سخط الله و مخاصمک رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم .

(۴)ا، س، من ظالمنا .

(۵)ا، س، علی ، من ... و نقض ذمارنا ... و هتک عنا سدولنا ...و فعلت فعلتک التی فعلت

(۶)ا، س، جزرت .

(۷)ا، س، سترد

تجھ کوایسا ہی کہنا چاہیئے اس لئے کہ تو وہی تو ہے جس نے فرزندان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور زمین کے محافظین اولاد عبدالمطلب کا خون بہا کر زخم دل کو ہمیشہ کے لئے ہرا کر دیا ہے۔ گویا تو اپنے بزرگوں کو پکار رہا ہے اور سمجھ رہا ہے کہ ان کو بلا رہا ہے۔ گھبرا نہیں تھوڑے ہی دنوں میں تو بھی اسی گھاٹ اتارا جائے گا اور اس وقت تو آرزو کرے گا کہ کاش ترے ہاتھ شل اور زبان گنگ ہوتی اور تو نے جو کچھ کہا اور کیا وہ نہ کہا اور نہ کیا ہوتا۔ خدایا تو ان سے ہمارا حق چھین لے اور جو ہم پر ظلم کیا گیا ہے اس کا انتقام لے لے، اور جنہوں نے ہمارا خون بہایا ہے اور ہمارے حامیوں کو قتل کیا ہے ان پر اپنا غضب نازل فرما۔ خدا کی قسم؛ اے یزید! (یہ مظالم ڈھانے کی وجہ سے) تو نے اپنے ہی گوشت و پوست کو ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے تو بہت ہی جلد رسول اللہ کے سامنے حاضر ہوگا جب کہ آل محمد (علیھم السلام) کی خون ریزی، ان کی عترت اور ان کے جگر گوشوں کی ہتک حرمت کا سنگین بوجھ تیرے کاندھے پر ہوگا یہ اس وقت ہوگا جب خداوند عالم پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے خاندان کو جمع کرے گا۔ اور ان کی پراکندگی کو یکجا کرے گا

"شَعْثَهُمْ يَأْخُذُ (۱) بِحَقِّهِمْ ﴿وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتاً بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾ وَ كَفىٰ بِاللّٰهِ حَاكِماً وَ بِمُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ) خَصِيْماً وَ جِبْرَائِيْلَ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) ظَهِيْراً وَ سَيَعْلَمُ وَ مَنْ سَوَّلَ(۲) لَکَ وَمَنْ مَكَّنَکَ مِنْ رِقَابِ الْمُسْلِمِيْنَ أَنْ بِئْسَ لِلظَّالِمِيْنَ بَدَلاً وَ اَيُّكُمْ شَرٌّ مَكَاناً وَ أَضْعَفُ (۳) جُنْداً وَ لَئِنْ جَرَتْ عَلَيَّ الدَّوَاهِيْ مُخَاطِبَتُکَ اِنِّيْ لَاَسْتَصْغِرُ قَدْرَکَ وَاسْتَعْظِمُ تَقْرِيْعَکَ وَ اَسْتَكْثِرُ تَوْبِيْخَکَ .لٰكِنَّ الْعُيُوْنُ عَبْرىٰ وَ الصُّدُوْرُ حَرّىٰ. اَلَا فَالْعَجَبُ كُلُّ الْعَجَبِ لِقَتْلِ حِزْبِ (۴) اللّٰهِ النُّجَبَاءِ بِحِزْبِ الشَّيْطَانِ الطُّلَقَاءِ .فَهٰذِهِ الْاَيْدِىْ تَنْطِفُ مِنْ دِمَائِنَا وَ الْاَفْوَاهُ تَتَحَلَّبُ(۵) مِنْ لُحُوْمِنَا وَ تِلْکَ الْجُثَثُ الطَّوَاهِرُ(۶) الزَّوَاكِيْ تَنْتَاهُبُهَا(۷) الْعَوَاسِلُ وَ تَعْفِرُهَا اُمَّهَاتُ الْفَوَاعِلِ وَ لَئِنِ اتَّخَذْتَنَا مَغْنَماً لَتَجِدُنَا(۸) وَ شِيْكاً مَغْرَماً"

....

(۱) احتجاج طبرسی؛ و عنتقم من ظالمهم ... فلا يستغزنک الفرح بقتلهم

(۲) ا،س، بواک (۳) ا، س، اصل سبيلا و ما استصغاری قدرک و لا استعظامی تقريعک توهما لانتجاع الخطاب فيک بعد ان ترکت عيون المسلمين به عبری و صدورهم عند ذکره حرّی فتلک قلوب قاسية و نفوس طاغية و اجسام محشوة بسخط الله و لعنة الرسول فدعشّش فيها الشيطان و فرح و من هناک مثلک مادرج و نهض .

(۴) ا، س، لقتل الاتقياء و اسباط الانبياء و سليل الاوصياء بايدى الطلقا الخبيثة و نسل العهرة الفجرة تنطف اكفهم من دمائنا .

(۵) ا، س، افواهم

(۶) ا، س، الزاكية على الجيوب الضاجية .

(۷) ا، س، تنتابها (۸) ا، س، بنا

ان کے حقوق چھین لے گا'' اس فکر میں مت رہ کہ جو لوگ خدا کی راہ میں قتل ہوئے ہیں وہ مردہ ہیں بلکہ وہ تو زندہ ہیں اور اپنے رب سے رزق حاصل کرتے ہیں'' تیرے لئے اس سے بدتر کیا ہوگا کہ روز حشر خدا تیرا فیصلہ کرنے والا، محمد مصطفیٰ تیرے مقابل میں مدعی اور جبرائیل ان کی طرف سے دعویٰ کے گواہ ہوں گے اور جن لوگوں نے تیرے لئے یہ موقع فراہم کیا ہے اور تجھے مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط کر دیا ہے انہیں بہت ہی جلد معلوم ہو جائے گا کہ ظالموں کو کیسا برا بدلہ دیا جاتا ہے اور کون بد بخت اور کس کے سپاہی کمزور ہیں اگر چہ انقلاب زمانہ نے یہ نوبت پہنچا دی ہے کہ میں تجھ سے بات کر رہی ہوں (لیکن)، میری نظروں میں تیری کوئی وقعت نہیں ہے حتی کہ تیری توبیخ و سرزنش کو بھی میں اپنے لئے ایک بڑی مصیبت خیال کرتی ہوں۔ لیکن کروں کیا کہ دل بھرا ہوا ہے اور کلیجے میں آگ لگی ہوئی ہے۔ خدا کی شان کہ خدا پرست افراد، شیطانی لشکر طلقاء (آزاد شدہ افراد) کے ہاتھوں قتل ہوں! انہی ہاتھوں سے تو ہمارے خون ٹپک رہے ہیں اور انہی دہنوں سے ہمارے گوشت گر رہے ہیں اور ان پاک و پاکیزہ بدنوں سے بھیڑیے سرکشی کر رہے ہیں اور بجوان کو خاک میں ملا رہے ہیں۔ اگر تو آج ہمارے قتل اور ہماری اسیری کو غنیمت شمار کر رہا ہے تو بہت ہی جلد تو اس کام کا بے حد برا ہرجانہ اس وقت چکائے گا۔

''حِیْنَ لَا تَجِدُ اِلَّا مَا قَدَّمَتْ یَدَاکَ وَ مَا رَبُّکَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِیْدِ وَ اِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکیٰ وَ عَلَیْہِ(۱) الْمُعَوَّلُ.(۲) فَکِدْ کَیْدَکَ (۳)وَاسْعَ سَعْیَکَ وَ نَاصِبْ جُھْدَکَ فَوَاللّٰہِ لَا تَمْحُوْ ذِکْرَنَا وَ لَا تُمِیْتُ وَحْیَنَا وَ لَا تُدْرِکُ اَمَدَنَا وَ لَا تَرْحَضُ عَنْکَ عَارَھَا(۴) وَ ھَلْ رَأْیُکَ اِلَّا فَنَدٌ وَ اَیَّامُکَ اِلَّا عَدَدٌ وَ جَمْعُکَ اِلَّا بَدَدٌ یَوْمَ یُنَادِی الْمُنَادِیْ اَلَا لَعْنَۃُ (۵)اللّٰہِ عَلَی الظَّالِمِیْنَ . فَالْحَمْدُ(۶) لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الَّذِیْ خَتَمَ لِاَوَّلِنَا بِالسَّعَادَۃِ وَ الْمَغْفِرَۃِ وَ لِاٰخِرِنَا بِالشَّھَادَۃِ وَ الرَّحْمَۃِ وَ نَسْئَالُ اللّٰہَ اَنْ یُکْمِلَ لَھُمُ الثَّوَابَ وَ یُوْجِبَ لَھُمُ الْمَزِیْدَ وَ یُحْسِنَ عَلَیْنَا الْخِلَافَۃَ اِنَّہٗ رَحِیْمٌ وَدُوْدٌ وَ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ ''

---

(۱)احتجاج طبرسی؛ و المعول و الیہ الملجاء و المومل ،

(۲)ا، س، ثم .

(۳)ا، س، و اجھد جھدک فو اللہ الذی شرفنا بالوحی و الکتاب و النبوۃ و الانتخاب لا تدرک امدنا و لا تبلغ غایتنا

(۴)ا، س، نا

(۵)ا، س، الا لعن الظالم العادی

(۶)ا، س، و الحمد للہ الذی حکم لاولیائہ بالسعادۃ و ختم لاصفیائہ ببلوغ الارادۃ و نقلھم الی الرحمۃ و الرأفۃ و الرضوان و المغفرۃ و لم یشق بھم غیرک و لا ابتلی بھم سواک و نسألہ ان یکمل لھم الاجر و یجزل لھم الثواب و الذخر و نسألہ حسن الخلافۃ و جمیل الانابۃ انہ رحیم ودود

جب تو بجز اس چیز کے جو پہلے سے بھیج چکا ہے کچھ نہیں پائے گا۔ اور تیرا پروردگار تو بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہے۔ ہمارا شکوہ فقط خدا کی طرف ہے اور ہم اسی پر اعتماد کرتے ہیں۔

اچھا (اے یزید تجھ کو قسم ہے) تو کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھ اور اپنی پوری کوشش صرف اپنی تمام جدوجہد ختم کر دے لیکن خدا کی قسم تو ہمارے ذکر اور ہماری وحی کو فنا نہیں کر سکتا اور نہ ہی ہمارے اصلی مقصد کو پہنچ سکتا ہے۔ اس خون ناحق کا دھبا تیرے دامن پر قیامت تک باقی رہے گا اور تو کبھی اس کو دھو نہیں سکتا۔ تیری رائے یقیناً غلط، تیری زندگی بہت محدود اور تیرے ارد گرد کا مجمع بہت جلد تتر بتر ہونے والا ہے۔ وہ دن بہت نزدیک ہے جب منادی ندا کرے گا کہ "ظالموں پر خدا کی لعنت ہے"

شکر ہے اس خدا کا جس نے ہمارے پیشرو بزرگوں کا انجام سعادت کے ساتھ اور ہمارے آخری بزرگوں کا انجام شہادت و رحمت کے ساتھ مقرر فرمایا۔ اب ہم خدا سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ان لوگوں کے ثواب کو کامل فرمائے اور اس میں زیادتی کرے اور ہماری جانشینی بہترین قرار دے۔ کیونکہ وہ رحیم و ودود ہے اور وہی ہمارے لئے بہترین ناصر و معین ہے"

شمشیر لسان حیدری مشغول جہاد

الحمد لله رب العالمین و صلی الله علی رسوله و آله اجمعین

ترجمہ

''تمام تعریفیں اس خدا کے لئے مخصوص ہیں جو دو جہاں کا رب ہے اور اس کے رسول اور ان کی تمام اولاد پر درود و سلام ہو''

خدا کی ستائش

اگر ہم خطبۂ کوفہ و شام کے مشترکات کو بیان کرنا چاہیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ دونوں خطبوں کی ابتداء خداوند عالم کی حمد وستائش سے ہوئی ہے۔ عالم اسلام کے لئے ایک عظیم درس ہے کہ انسان کو ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے اور اسے کسی حال میں فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔

صلوٰت بر محمد وآل محمد (علیہم السلام)

دوسری قابل اشتراک بات جو ان دونوں خطبوں میں پائی جاتی ہے وہ محمد وآل محمد علیہم السلام پر صلوٰت بھیجنا ہے۔ جس دربار میں آل محمد اسیر تھے حضرت علی علیہ السلام کو گالیاں دی جارہی تھیں وہاں خدا کی حمد وثنا کے بعد صلوٰت درحقیقت یزیدی وجود پر کاری ضرب تھی اہل دربار کو تنبیہ تھی کہ آل محمد درود وسلام کے مستحق ہیں نہ کہ قید و بند کے۔

ایک فرق

اگرچہ بعض نسخوں میں کلمۂ ''ابی'' کا اضافہ ہے لیکن ''لہوف'' میں سیدؒ نے اس کلمے کو ذکر نہیں فرمایا ہے۔ اگر بی بی مخدرہ نے یہ کلمہ ارشاد نہیں فرمایا ہے تو خطبۂ کوفہ اور شام میں ایک عظیم فرق ملاحظہ کیا جاسکتا ہے کہ آخر کیا وجہ تھی کہ حضرت نے فقط رسولؐ کے ذکر پر اکتفاء کیا اور کلمۂ ''ابی'' سے پرہیز کیا اس سوال کا جواب دل کو برمانے کے لئے کافی ہے۔ کوفہ میں ابن زیاد نے یہ پروپگنڈہ کیا تھا کہ یہ

اسراء وہ ہیں جنہوں نے حاکم وقت کے خلاف خروج کیا ہے۔لہٰذا ان کو قتل کیا گیا اور ان کی ذریت کو اسیر بنایا گیا ہے۔محافظ دین و شریعت حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا نے صرف ایک کلمۂ ''ابی'' کے ذریعہ پسر مرجانہ کے سارے طلسم کو توڑ دیا لیکن شام میں یہ مشہور تھا کہ ہم نے کافروں کو اسیر کیا ہے جیسا کہ سفیر روم کے واقعہ(۱) اور شامی کی مذکورہ داستان اس دعویٰ کی دلیل ہے کہ اہل شام، اہل بیت اطہار کو ترک و دیلم کے اسیر سمجھ رہے تھے۔آل اللہ کے ساتھ وہ تمام سلوک روا رکھے گئے جو از نظر اسلام کفار کے ساتھ بھی کرنا صحیح نہیں ہے۔لہٰذا اس مجمع کے لئے جو بات سب سے پہلے ثابت کرنی تھی وہ یہ تھی کہ ہمیں بخوبی سمجھ لو کہ ہم مسلمان ہیں کافر نہیں ۔ یہ امر زینت دین اسلام کے لئے کتنا مشکل تھا یہ فقط وہی مخدرہ درک کرسکتی ہیں ۔جن کے گھر میں اسلام پلا بڑھا ہوا نہی کے لئے آج روزگار نے یہ دن دکھایا کہ وہ آج کافروں کے سامنے اپنا اسلام ثابت کر رہے ہیں ۔اگر اس مصیبت عظمیٰ پر امام زمانہ (عج) خون کے آنسو روئیں، امام زین العابدین علیہ السلام نوحہ و ماتم کریں تو بے جا نہ ہوگا۔ بلکہ فقط اسی مصیبت کو یاد کرکے تمام مومنین نالہ و شیون کریں تو بجا ہے۔شائد یہی وجہ ہو کہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے ''ابی'' کا ذکر نہ کیا ہو۔

صدق اللہ سبحانہ کذالک یقول :﴿ ثم کان عاقبۃ الذین أساؤا السوای ان کذبوا بآیات اللہ و کانوا بھا یستھزؤن ﴾

ترجمہ

''کتنا سچا ہے میرے پاک و پاکیزہ خدا کا ارشاد کہ ''پھر جن لوگوں نے برے اعمال کئے آخر میں ان کی نوبت یہ پہنچی کہ آیات خداوندی کو جھٹلانے اور اس کی ہنسی اڑانے لگے''

حسن انتخاب

بہترین خطیب وہ ہے کہ جو زمان و مکان کا خیال رکھتے ہوئے تقریر کرے۔ بی بی مخدرہ نے

(۱) لہوف ؛ص ر۲۱۰

سب سے پہلے تو اقتباس کے بجائے خود آیت شریفہ سے استفادہ کیا جس سے مجمع متحیر ہو گیا کہ یہ کیسے اسیر ہیں جو اپنے کلام کی ابتداء آیت قرآنی سے کر رہے ہیں۔ دوسری اہم دور اندیشی یہ کی کہ اس ماحول کی مناسبت سے ایسی مناسب ترین آیت شریفہ کی تلاوت فرمائی جس نے یزیدی حکومت کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیا۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ آیت شریفہ تمام خطبائے کرام کے لئے ایک عظیم درس ہے کہ وہ تقریر سے قبل زمان ومکان کی موقعیت کو ملاحظہ فرمالیں تا کہ ان کی باتیں موثر ہو سکیں۔

ستمگروں کی عاقبت

مذکورہ آیت شریفہ سورۂ روم کی دسویں آیت ہے۔ آیت اللہ شہید دستغیب اس آیت شریفہ کی تفسیر میں دو وجہ ذکر فرماتے ہیں:

وجہ اول

''ان کذبوا ''ممکن ہے کہ علت ہو اور جملہ ''اساوا السوای ''اسم کان اور اس کی خبر مقدم ہو۔ یعنی جن لوگوں نے گناہ کیا ان کی عاقبت بہت بری ہے۔ کلمۂ سوءی کنایہ از جہنم ہے جس طرح طوبیٰ جنت کے لئے کنایہ ہے۔

آل علی (علیہم السلام) آیات کبریٰ

آیتیں دو طرح کی ہوتی ہیں (۱) تدوینی (۲) تکوینی۔

۱۔ آیات تدوینی؛ آیات تدوینی وہی قرآن مجید ہے۔

۲۔ آیات تکوینی؛ ذرہ زمین سے لے کر کروبین وعلیین، عالین تک سب کے سب آیت تکوینی ہیں، جن کے فرق اقدس کا تاج محمد وآل محمد علیہم السلام ہیں۔

اسی لئے فرمایا کہ ''ما للہ آیۃ اکبر منی ''''مجھ سے بزرگ تر خدا کی کوئی نشانی نہیں ہے'' اس جملہ کے ذریعہ سے بی بی مخدرہ نے یزید و یزیدیت کی عاقبت کا راز کھول دیا۔

گناہ گار کی عاقبت کفر ہے

آیت شریفہ کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ ''عاقبۃ ''سے لے کر آخر اساوا... تک ''کان'' کا اسم،

اور''ان کذبوا بایات اللہ''خبر''کان''ہے،''سوای''مفعول''اساؤا''ہے۔یعنی گناہ گاری کا آخری نتیجہ کفر ہے خواہ وہ فعلی ہو یا قولی، گناہ انسان کے دل پر داغ پیدا کرتا ہے اگر توبہ کر لی تو یہ دھبہ چھوٹ جاتا ہے۔لیکن اگر گناہ پر گناہ ہوتے چلے گئے تو یہ دھبہ سیاہ سے سیاہ تر ہوتا جاتا ہے۔آخر کار انسان خدا کو بھلا دیتا ہے، آخرت اور قیامت کا تصور ختم ہو جاتا ہے۔حق بیانی اس کے کانوں پر اثر انداز نہیں ہوتی ہے۔قرآن مجید، روایات اور علماء اخلاق نے جو توبہ کی اتنی تاکید فرمائی ہے اس کی واحد وجہ یہی ہے کہ توبہ کا صاف و شفاف پانی اس دھبہ کو دھو کر شیشۂ دل کو آئینہ بنا دیتا ہے۔جس کے نتیجے میں یہ انسان کفر و الحاد سے بچ جاتا ہے۔لیکن اگر گناہ بڑھتے رہے تو اس کی سیاہی نور ایمان کو کھا جاتی ہے اور انسان کافر ہو جاتا ہے۔حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے ممکن ہے اسی امر کی طرف اشارہ فرمایا ہو کہ یزید! تو گناہ کرتے کرتے اس آخری منزل کو پہنچ چکا ہے کہ آیات الٰہی کو جھٹلا رہا ہے۔علاوہ ازین یہ آیت شریفہ ہم کو بھی متنبہ کر رہی ہے کہ اگر خدانخواستہ ہم سے گناہ سرزد ہو جائیں تو ہمیں فوراً توبہ کر لینی چاہیئے نہیں تو نتائج بڑے خراب نکلیں گے۔

یزید کی پشیمانی

ایک بات بہت مشہور ہے کہ یزید آخر میں پشیمان ہو گیا تھا اور اپنے گناہوں کی تلافی کر رہا تھا تو امام زین العابدین علیہ السلام نے نماز غفیلہ تعلیم کی۔ جب حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا''اسے نماز پڑھنے کی توفیق ہی نہیں ہوگی''

درحقیقت یہ روایت بالکل جعلی ہے۔روایتوں میں ملتا ہے کہ قاتل کو توبہ کی توفیق نہیں ملتی، تو قابل غور بات ہے کہ فرزند رسولؐ کے قاتل کو توبہ کا احساس کیا ہوگا۔

شہید دستغیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کتاب میں یزید کی توبہ نہیں دیکھی فقط احیاء العلوم میں غزالی نے اسے لکھا ہے۔حقیقت تو یہ ہے کہ اس قسم کے واقعات یزید کے وکیلوں نے بنائے ہیں تاکہ ان کے موکل کا داغ دار دامن کردار اس قسم کی توجیہات سے صاف ستھرا ہو جائے لیکن محترم وکیل صفائی بھول گئے کہ ایسی شیشہ گری کے لئے میدان تحقیق کا ایک پتھر کافی ہے۔حقیقت تو یہ ہے کہ جب یزید کو اپنی حکومت کے لئے خطرہ لاحق ہوا تو اس نے اس قسم کی چال چلی اور معافی شروع کر دی اور اگر اس کے دل میں

تھوڑی سی بھی سچائی ہوتی تو مدینة الرسول تاراج نہ ہوتا۔ مسجد النبی اصطبل میں تبدیل نہ ہوتی اور خانۂ خدا نذر آتش نہ ہوتا۔ لیکن بھولے بھالے وکیل صفائی ان تمام حقائق کو فراموش کر کے اس دشمن خدا کے افعال کی توجیہ میں مصروف ہو گئے جس کی وجہ سے خود ان کا دامن کردار بھی مشکوک ہو گیا۔

کامل ترین جواب

درحقیقت فقط یہی آیت شریفہ یزید کے تمام کردار کی عکاس ہے نیز اس کی تمام گفتگو اور اشعار کا منہ توڑ جواب ہے یعنی حضرت زینب سلام اللہ علیہا زبان قرآن میں فرما رہی تھیں کہ یزید! تیری یہ تمام زبان درازیاں یہ تہور بے جا، آیات الٰہی کی تکذیب، ان کی ہنسی اڑانا سب کے سب تیری بداعمالیوں کا نتیجہ ہیں یزید کے تمام کردار کو بیان کرنے کے لئے فقط یہی آیت کافی تھی گویا دختر علی مرتضیٰ علیہما السلام نے سمندر کو کوزے میں سمیٹ کر یزیدیت کی بنیاد کو کھوکھلا کر دیا لیکن اس جواب کو وہی سمجھ سکتے ہیں جن کی عقل اور شعور کارگر ہو لیکن حرام خوری نے جن کی عقل پر تالے لگا دیئے ہوں ان کے لئے یہ جواب ناکافی تھا۔ لہٰذا شام کے مجمع کو مدنظر رکھتے ہوئے اس اجمال واختصار کو تفصیلی جامہ پہناتے ہوئے شیر الٰہی کی شیر دل دختر آگے بڑھ کر اس طرح گویا ہوئی:

أ ظننت یا یزید ! حیث اخذت علینا اقطار الارض و آفاق السماء فاصبحنا نساق کما تساق الاساری ان بنا علی الله هو انا و بک علیه کرامة ؟و إن ذالک بعظم خطرک عنده؟ فشمخت بانفک و نظرت فی عطفک جذلان مسرورا حین رأیت الدنیا لک مستوثقة و الامور متسقة و حین صفالک ملکناو سلطاننا فمهلا مهلا

ترجمہ

''اے یزید! تو نے کیا یہ گمان کیا ہے کہ چونکہ تو نے ہم پر زمین وآسمان کے تمام راستوں کو بند کرتے ہوئے ہم کو اس حالت پر پہونچا دیا ہے کہ آج ہم قیدیوں کی طرح لائے جا رہے

ہیں تو اس سے خدا کے نزدیک بھی ہم حقیر اور تو باعزت قرار پا گیا؟ اور یہ کہ تجھے یہ ظاہری کامیابی تیرے مقرب بارگاہ الٰہی ہونے کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے؟ اسی خیال کے ماتحت تو خوش ہو ہو کر اپنی ناک پھلا رہا ہے اور اپنے شانوں پر نظر ڈال رہا ہے اس لئے کہ اس وقت تجھ کو یہی دکھائی دے رہا ہے کہ دنیا تیرے حکم کی پابند اور امور مملکت منظم و مرتب ہیں اور ہماری سلطنت و حکومت تیرے لئے تمام خطرات سے پاک و صاف ہوگئی ہے پس ذرا ٹھہر جا، تھوڑا سا صبر کر''

یزید سے خطاب

امیر شام کے فرزند نے حضرت علی علیہ السلام پر معاویہ علیہ الھاویہ کو اور خود کو امام حسین علیہ السلام پر برتر ثابت کرنے کے لئے ایک سفسطہ اور مغالطہ کیا اور اس کے لئے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی تھی ﴿**قل اللھم مالک الملک** ...﴾ مقصود یہ تھا کہ خدا نے مجھے عزت دی ہے اور العیاذ باللہ حسین (علیہ السلام) کو ذلیل کر دیا، ثانی زہرا نے اس مغالطہ کو باطل کرنے کے لئے سب سے پہلے تو سورۂ روم کی دسویں آیت ﴿**ثم کان عاقبة** ...﴾ کی تلاوت فرمائی اس کے بعد علی الاعلان اس ملعون کو مخاطب کرتے ہوئے اس کے گمان کو باطل کر دیا۔

عرب میں کسی کو اس کے نام سے پکارنا اس کو ذلیل کرنا ہے ان کے درمیان رسم و رواج یہ ہے کہ کنیت یا لقب سے پکارا جاتا ہے لیکن نمائندۂ زہراء نے یزید کو کنیت یا لقب سے یاد کرنے کے بجائے علی الاعلان اس کو اس کے نام سے خطاب کیا جب کہ وہاں سب ضمیر فروش افراد اسے امیر المومنین کہہ رہے تھے نیز خطبہ کے آخر میں اس بات کی بھی وضاحت کردی کہ میں تجھے ذلیل و رسوا سمجھتی ہوں، تجھے جو بھی امیر المومنین کہہ کر پکارتا ہے حرام خواری سے اس کی عقل کا دیوالیہ ہوگیا ہے حقیقت شناس افراد تجھے تیرا نام ہی لے کر پکاریں گے۔

علاوہ ازیں اس تخاطب سے ہمیں حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی علوی شجاعت کا اندازہ ہوتا ہے جہاں یزید کو چراغ امامت بجھانے میں شرم محسوس نہ ہو جہاں اہل حرم کی اسیری کوئی بڑی بات نہ ہو۔ جہاں ہر لحظہ قتل ہونے کا یقین ہو وہاں علی الاعلان ہندہ کے پوتے کو اس کا نام لے کر پکارنا، یقیناً شیر فاطمۃ الزہراء

صلوٰت اللہ علیھا کا اثر ہے صاف صاف بتا دیا کہ یزید! ہمیں قید کر کے غرور وتکبر نہ کر تو اپنے اس فعل سے خود ذلیل ہو چکا ہے۔ خدا ہمارے ساتھ ہے ہمارا تو کوئی بال بیکا نہیں کر سکتا۔ ہماری اسیری میں اسلام کی سربلندی، ہماری بے پردگی میں اسلام کا حجاب اور ہمارے قتل میں اسلام کی جوانی مضمر ہے۔ یہ وہی انداز تخاطب ہے جس سے کل حضرت فاطمہؑ نے مدینہ کے حاکم کو مخاطب کیا تھا(۱) اور ثابت کر دیا تھا کہ اس حکومت کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے اسی طرح ثانی زہرا نے یزید کو مخاطب کر کے بتا دیا کہ تو غاصب ہے حاکم نہیں۔

ظلم یزیدی

اس جملے میں ام المصائب نے یزید کے چند اساسی ظلم کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مثلاً آسمان وزمین کی راہوں کو مسدود کرنا، اسیروں کی طرح ادھر ادھر گھمانا۔ یہ وہ عظیم ظلم تھے جن کو حضرت نے سب سے پہلے ذکر فرمایا اور تاریخ کے سامنے یزید کے ظلم کا دفتر کھول دیا ہے اسلام کو عام مسلمانوں کے لئے اسارت اور قید برداشت نہیں لیکن امیر شام کے سپوت نے اہل حرم پر ایسا ظلم کیا ہے کہ انسانیت لرز اٹھی ہے۔

پندار باطل

جب انسان برائی کرتا ہے اور اس برائی کا نتیجہ بھی اس کی نگاہ میں اچھا ہوتا ہے تو وہ یہی سمجھتا ہے وہ خدا کے نزدیک باعزت ہے اور اس کا دشمن نزد خدا ذلیل ہے یزید بھی اس عظیم مصیبت کے بعد اسی گمان میں تھا کہ میں حق پر ہوں اور العیاذ باللہ آل محمد علیھم السلام خدا کے نزدیک پست اور حقیر ہیں۔ حقیقت شناس خاتون نے اپنے جملہ سے اس باطل پندار کی حقیقت کو آشکار کر دیا۔ ''خطر'' کے معنی فیومی نے اس طرح کئے ہیں'' **خطر الرجل اذا ارتفع قدرہ و منزلتہ** ''(۲) جب کسی انسان کی قدرت ومنزلت بلند ہو جاتی ہے تب کہتے ہیں ''خطر''۔ حضرت اس کلمہ سے یہی ثابت کرنا چاہتی ہیں کہ یزید! اہل حرم پر ظلم کر کے اپنے آپ کو باعزت تصور نہ کر بلکہ تو نزد خدا ذلیل ورسوا ہے، قیامت کے دن یہ حقیقت آشکار ہو جائے گی۔

(۱) المصباح المنیر ؛ص ر۱۷۳

(۲) خطبۂ حضرت فاطمہ... یا بن ابی قحافہ اُفی کتاب اللہ ان ترث اباک ولا ارث ابی ، بلاغات النساء کشف الغمہ ، دلائل الامامۃ ، الاحتجاج

انسان کی حالت

انسان ایک جلد باز مخلوق ہے جب وہ ایک عظیم کام انجام دیتا ہے تو یہ سمجھتا ہے کہ یہ بہت پسندیدہ فعل ہے وہ اپنے فعل پر نازاں ہوتا ہے، اپنے آپ میں پھولے نہیں سماتا۔ اس کی ناک پھولنے لگتی ہے، اپنے اردگرد دیکھنے لگتا ہے، اپنے شانے اچکانے لگتا ہے مقصود یہ ہوتا ہے کہ میں نے بہت ہی عظیم کام انجام دیا ہے جسے کوئی انجام نہیں دے سکتا، انہی تمام بری عادتوں کو انسان شناس بی بی نے اس جملہ میں یزید کو مخاطب کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ اے یزید تو ان بری صفتوں کا خوگر ہے اتنے عظیم گناہ کے ارتکاب کے باوجود غرور و تکبر میں مبتلا ہے۔

جب انسان غرور و تکبر اختیار کرتا ہے تو اسے عربی میں ''شمخ''(۱) کہتے ہیں ''عطف'' کے معنی لغت میں ''جانب الشی''، یعنی اردگرد کے ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ اے یزید غرور و تکبر کی وجہ سے تو ادھر ادھر دیکھ رہا ہے تاکہ لوگ تیری تعریف و تمجید کریں۔ جب انسان خوشحال ہوتا ہے تو اس حالت کو ''جذل'' کہتے ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ اے یزید! تو حرم الٰہی کو تہس نہس کرنے کے بعد خوشحال ہے کیونکہ تیری دانست میں ابھی دنیا تیرے قبضہ میں ہے اور تو نے جو چاہا وہ کرلیا تو یہ سمجھ رہا ہے کہ تو کمال کی راہوں پر گامزن ہے (۲)؟ نہیں نہیں ایسا بالکل نہیں ہے، تیرا گمان بہت ہی خام و ناقص ہے۔ کچھ صبر کرلے ساری حقیقت آشکار ہو جائے گی اس کے بعد حضرت نے اپنی تقریر کو قرآن مجید کی آیت سے ملحق کر دیا گویا دریائے فصاحت و بلاغت او قیانوس فصاحت و بلاغت میں ضم ہو گیا۔

''انسیت قول اللہ عزو جل ﴿لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا اِنَّمَا نُمْلِىْ لَهُمْ خَيْرٌ لِاَنفُسِهِمْ اِنَّمَا نُمْلِىْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوا اِثْماً وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ﴾''

ترجمہ

''کیا تو خداوند عالم کا قول بھول گیا ہے کہ ''جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے وہ ہرگز خیال نہ

(۱) المصباح المنیر؛ ص/۳۲۲

(۲) المصباح المنیر؛ ص/۴۱۶

کریں کہ ہم نے جوان کو مہلت اور فارغ البالی دے رکھی ہے وہ ان کے حق میں بہتر ہے (حالانکہ) ہم نے مہلت اور فارغ البالی فقط اس لئے دے رکھی ہے تاکہ وہ اور گناہ کرلیں اور (آخرتو) ان کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے (ہی)''(۱)

مہلت عذاب الٰہی

مذکورہ آیت کا سیاق وسباق جنگ احد ہے۔خداوند عالم نے اپنے نبی کی تسلیٔ خاطر کے لئے فرمایا کہ اے نبی! یہ کفار جو خوش ہورہے ہیں کہ ہم نے لشکر اسلام کو شکست دیدی درحقیقت یہ دھوکے میں ہیں کیونکہ یہ خداوند عالم کی طرف سے مہلت ہے جس کی وجہ سے ان کے گناہوں میں اضافہ ہوگا اور وہ زیادہ عذاب کے مستحق ہونگے۔ مہلت رسوا کنندہ عذاب کا مقدمہ ہے۔ اگر چشم حقیقت سے دیکھا جائے تو مہلت خداوند عالم کی جانب سے دردناک عذاب ہے۔ہم روزمرہ کی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ ہمارے غلط کام کسی نہ کسی طرح ہم کو توبہ کرنے پر مجبور کردیتے ہیں لیکن ہمارے مقابلہ میں دشمنان خدا نہ معلوم کیسے برے برے اعمال انجام دیتے ہیں اور انہیں کچھ بھی نہیں ہوتا۔جس کی وجہ سے عام لوگ سوال کرنے لگتے ہیں کہ آخر کیا وجہ ہے کہ دشمنان خدا تو ہر حال میں اچھے ہیں۔خدا کا انکار بھی کرتے ہیں لیکن بہت ہی مرفہ زندگی گذارتے ہیں لیکن ہم اعتقاد خدا اور رسول کے باوجود بری حالت میں رہتے ہیں یعنی بقول علامہ اقبال ؎

یہ شکایت نہیں، ہیں انکے خزانے معمور ۔۔۔ نہیں محفل میں جنہیں بات بھی کرنے کا شعور

قہر تو یہ ہے کہ کافر کو ملیں حور وقصور ۔۔۔ اور بے چارے مسلماں کو فقط وعدۂ حور

اب وہ الطاف نہیں، ہم پہ عنایات نہیں

بات یہ کیا ہے کہ پہلی سی مدارات نہیں

کیوں مسلمانوں میں ہے دولت دنیا نایاب ۔۔۔ تیری قدرت تو ہے وہ جس کی نہ حد ہے نہ حساب

تو جو چاہے تو اٹھے سینۂ صحرا سے حباب ۔۔۔ رہرو دشت ہو سیلی زدۂ موج سراب

طعن اغیار ہے، رسوائی ہے، ناداری ہے

کیا ترے نام پہ مرنے کا عوض خواری ہے (۲)

---

(۱) سورۂ آل عمران؛ آیت/۱۷۸ (۲) شکوہ؛ نقل از بانگ درا

اگر چہ علامہ اقبال نے جواب شکوہ میں تمام شکوہ کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ مثلا انہی اشعار کا جواب اس طرح دیتے ہیں۔

کیا کہا؟ بہر مسلماں ہے فقط وعدۂ حور — شکوہ بے جا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعور
عدل ہے فاطر ہستی کا ازل سے دستور — مسلم آئیں ہوا کافر تو ملے حور و قصور

تم میں حوروں کا کوئی چاہنے والا ہی نہیں
جلوۂ طور تو موجود ہے موسیٰ ہی نہیں (۱)

لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ علامہ اقبال ہوں یا کوئی اور اس سوال کا حقیقی جواب وہی دے سکتا ہے جو قرآن و احادیث کے بحر ذخار میں غوطہ ور ہو اور ائمہ معصومین، راہبران راہ حق و آگاہی سے متمسک ہو۔ درحقیقت دنیا اپنے تمام حسن و جمال کے باوجود اس قابل نہیں ہے کہ خدا اپنے خاص بندوں کو اسے تحفہ میں دے اس کی مثال تو سمندر کے پانی کی طرح ہے کہ انسان جتنا پیئے گا اس کی پیاس اتنی ہی بھڑ کے گی۔(۲) یہ تو شیطان کی دکان ہے کہنے والوں نے کیا خوب کہا ہے اگر دنیا سونا ہوتی اور آخرت ٹھکرا تو عقلمند اس ٹھکرے کو پسند کرتا کیونکہ وہ باقی ہے اور اس سونا کو چھوڑ دیتا کیونکہ وہ فانی ہے۔ جب کہ یہ دنیا فانی ٹھکرا اور آخرت باقی رہنے والا سونا ہے تو عاقل اس متاع دنیا پر کیا خوشحال ہوگا اگر اس دنیا کی حقیقت خاک سے بدتر نہ ہوتی تو کبھی خدا اپنے دشمنوں کو اسے نہ دیتا۔ انہی تمام باتوں سے سمجھ میں آتا ہے کہ دنیا کی حقیقت کیا ہے! ان تمام باتوں سے صرف نظر کرتے ہوئے وہ آیت جسے حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے پیش کیا ہے اگر اسی کا بغور مطالعہ کیا جائے تو سمجھ میں آجائے گا کہ یہ دنیا اور اس کی فانی نعمتیں جو دشمنان خدا کے پاس ہیں یہ درحقیقت رسوا کرنے والا عذاب ہے جو خدا اپنے خاص بندوں کو دینا نہیں چاہتا۔ لہٰذا نمرود ہو یا شداد، فرعون ہو یا ھامان، عتبہ ہو یا شیبہ، ابوجہل و ابولہب ہوں یا ابوسفیان، معاویہ ہو یا یزید سب کے سب اسی مہلت کے عذاب میں مبتلا ہیں جسے وہ نعمت سمجھ رہے ہیں، درحقیقت کوئلہ کو ہیرا سمجھ رہے ہیں۔

(۱) جواب شکوہ؛ نقل از بانگ درا

(۲) معراج السعادۃ؛ ص ۳۱۴

مفسرۂ قرآن اس آیت کریمہ کی مدد سے اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرما رہی ہیں کہ جو مہلت خداوندی کو نعمت خداوند سمجھ بیٹھے ہیں وہ غافل ہیں کیونکہ یہ تو رسوا کرنے والا عذاب ہے۔اس آیت شریفہ میں غرور وسرور کا سبب مہلت قرار دیا گیا ہے۔حضرت زینب سلام اللہ علیہا یزید ملعون کے غرور وتکبر کی علت یابی فرماتے ہوئے اس کے لئے فرما رہی ہیں مہلت خداوندی نے تیرا دماغ خراب کر دیا ہے جب کہ تو عذاب الٰہی کے سمندر میں غرق ہو چکا ہے۔

مہلت پر مہلت

اگر خداوند عالم چاہتا تو روز عاشورہ ہی تمام فاسق وفاجر فی النار ہو گئے ہوتے لیکن اس ذات نے رسی ڈھیلی کر دی تا کہ یہ لوگ عذاب مہین کے مستحق ہو جائیں۔یہی وجہ ہے کہ واقعۂ کربلا کے بعد واقعۂ حرہ پیش آیا جو تاریخ اسلام کے سینہ پر ناسور ہے اور اس کے بعد نوبت کعبہ کی آئی جس پر منجنیق کے ذریعہ آتش بارانی ہوئی آخر کار خدا نے رسی کھینچ لی اور وہ دشمن خدا فی النار ہو گیا۔

ایک زبردست حملہ

قہرمان کوفہ وشام نے اس جملہ میں فرمایا'' أ نسیت '' یعنی کیا تو بھول گیا۔یہ جملہ تخت خلافت پر بیٹھے غاصب بادشاہ پر ایک زبردست حملہ تھا کہ یزید تو تو خلیفۃ الرسول ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے۔اب تک اپنی عزت کو قرآن مجید سے ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔کیا تیرا ذہن اب اس قابل نہ رہا کہ اس آیت کو بھی پڑھ لیتا جانشین رسول خداؐ کے یہاں بھول چوک کا شائبہ بھی نہیں ہے۔تو کیسا خلیفۂ رسول ہے کہ قرآن مجید کی آیتوں کو بھول گیا۔

سیاست علوی

دختر امیر خطابت نے خطبہ شروع کرتے ہی قرآن مجید کی آیت کی تلاوت فرمائی پھر خطبہ کے درمیان بھی مختلف آیتوں سے استفادہ کیا درحقیقت یہ ایک عظیم سیاست تھی جس سے یزیدی طلسم ٹوٹ گیا مجمع میں کھلبلی مچ گئی کہ ارے یہ کیا ہو گیا؟ یہ کون خاتون ہے؟ یہ تو قرآن مجید کی تلاوت کر رہی ہے۔ہم سے تو کہا گیا تھا کہ ہم نے کافروں کو اسیر بنایا ہے یہ تو مسلمان ہیں۔پوری سیاست الٹ گئی تخت یزیدی متزلزل ہو گیا۔

أ من العدل یابن الطلقاء تخدیرک حرائرک و امائک و سوقک بنات رسول الله سبایا؟ قد هتکت ستورهن و ابدیت وجوههن تحدوا بهن الاعداء من بلد الی بلد و لیستشرفهن اهل المناهل و المناقل و یتصفح وجوههن القریب و البعید و الدنی و الشریف لیس معهن من رجالهن ولی و لامن حماتهن حمی

ترجمہ

''اے آزادشدہ افراد کے لڑکے! کیا قانون عدل وانصاف یہی ہے کہ تو اپنی عورتوں بلکہ کنیزوں کے لئے پردہ کا اہتمام کرے اور رسول خداؐ کی بیٹیوں کو اسیروں کی طرح دربدر پھرا تا رہے؟ ان کے پردہ کو چھین کر لوگوں کو ان کا چہرہ دکھائے؟ دشمن انہیں ایک شہر سے دوسرے شہر لے جائیں اور شہر و دیہات کے باشندے ان کا تماشا دیکھیں۔ ان کے چہروں کو قریب وبعید، شریف و پست دیکھا کریں جب کہ ان کے سر پر نہ کوئی ان کا سرپرست ہے اور نہ ہی محافظت کرنے والا کوئی محافظ''

ثانیٔ زہراء

خطبہ کے ہر ہر ٹکڑے میں اس حقیقت کو مدنظر رکھنا چاہیئے کہ یہ کلمات جو خرمن باطل کو تہس نہس کر رہے ہیں ایسے شخص کے لئے کہے جا رہے ہیں جو اس وقت ہفت اقلیم کا بادشاہ ہے، نیز اس خاندان کے بچے بچے کا دشمن ہے لیکن نائبۃ الحسینؑ اس طرح خطاب فرما رہی ہیں جیسے بالمقابل شکستہ وفرومایہ شخص ہو۔ یہ جو کہتے ہیں کہ ''بیٹی ماں پر اور بیٹا باپ پر جاتا ہے'' اس کی پوری عکاسی ثانیٔ زہرا کے کردار میں نمایاں دکھائی دیتی ہے۔ دربار یزیدی میں طرز تکلم زبان حال سے کہہ رہا تھا کہ یہ انداز سخن ہم نے اپنی معصومہ ماں فاطمۃ الزہرا صلوات اللہ علیہا سے سیکھا ہے۔ جس وقت رسول اسلام کی وفات حسرت آیات کے بعد کے اسلام

کے حقیقی دشمنوں نے یہ چاہا کہ خلافت الٰہی کو مسخ کر کے حقیقی اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں اور وہ اس سلسلے میں مسند رسول پر بیٹھنے میں کامیاب ہو گئے۔ اپنے مطلب اور اپنی حکومت کو محکم کرنے کے لئے دشمنان اسلام نے اس دروازے کی بھی بے حرمتی کر دی جس پر آ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سلام کیا کرتے تھے، نتیجہ میں حضرت محسن شہید ہو گئے لیکن ان تمام مظالم کے باوجود حضرت فاطمۃ الزہراء صلوٰت اللہ علیہا نے شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسجد النبی کا رخ کیا اور وہاں مہاجرین وانصار کے درمیان ایسا خطبہ دیا کہ حکومت وقت کو پسینہ آ گیا، سمجھا دیا کہ ہم تمہاری حکومت سے خوفزدہ نہیں ہیں۔ ایسی ہی ماں کے خون جگر سے ثانیٔ زہرا نے نشو ونما پائی تھی لہٰذا یزید کو سمجھا دیا کہ یزید یہ اسیری ہماری روح کو قید نہیں کر سکتی ہماری روح ہمیشہ آزاد رہے گی جو تیرے باطل چہرہ کا پردہ فاش کرتی رہے گی۔

ایک ضرب کاری

خطبہ کے اس ٹکڑے میں ماہر نفسیات بلکہ عالمہ علم لدنی عالمۂ غیر معلّمہ نے ایک چھوٹے سے کلمے کو شمشیر آبدار بنا کر وجود یزید پر ایسا حملہ کیا کہ وہ تلملا اٹھا، اسے دن میں تارے دکھائی دینے لگے۔ اس کی حکومت کا پردہ فاش ہو گیا کہ وہ اس مسند کا حقدار نہیں ہے جس پر براجمان ہے یہ وجود تو وہ خبیث وجود ہے جو ہمیشہ ہماری حکومت کے ماتحت رہے گا۔ وہ شمشیر آبدار، وہ سم قاتل کلمۂ ''یا ابن الطلقاء'' ہے اس کلمے میں ماضی کی پوری تاریخ اور یزید کا خاندانی پس منظر موجود ہے۔ اس کلمہ میں فتح مکہ کی ساری داستان مضمر ہے۔

فتح مکہ

چھٹی ہجری اسلام کی تاریخ میں بڑی اہمیت کی حامل ہے اسی سال صلح حدیبیہ ہوئی یہ ایسی صلح ہے جس میں حقیقی ایمان اور سازشی ایمان کا پردہ فاش ہو گیا۔ فراز تاریخ سے اسی صلح میں رسالت پر شک (۱) کرنے کی آواز ہمارے کانوں سے ٹکرا رہی ہے لیکن پیغمبر اسلام نے ان آوازوں پر کان نہ دھرا کیونکہ خدا و رسول کے علم کے مقابلہ میں اہل دنیا کا علم کیا ہے۔ لیکن خداوند عالم نے بھی اہل شک پر حجت تمام کرنے کے لئے آشکار کر دیا کہ اس صلح میں کون سی سیاست مضمر ہے۔ اسلام کی مختلف جنگیں فتح وظفر پر تمام ہوئیں لیکن

(۱) ما شککت فی نبوۃ محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ) قط الا یوم الحدیبیۃ، منتہی الامال؛ ج۱، ص۱۵۳

خداوند عالم نے کسی فتح وظفر پر اپنے رسول کو مبارکباد نہیں پیش کی ۔لیکن یہ صلح مختلف رخ سے اتنی اہمیت کی حامل تھی کہ خداوند عالم نے فرمادیا''اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحاً مُبِیْناً ''(۱)جب پیغمبر اسلام صلح کر کے لوٹ رہے تھے تو یہ سورہ نازل ہوا(۲) جب آٹھویں ہجری میں قریش نے پیمان صلح توڑ دیا تو پیغمبر اسلام نے دو یا دس ماہ رمضان المبارک کو دس ہزار لشکر جرار کی ہمراہی میں حرکت فرمائی اور مکہ سے چار فرسخ کے فاصلہ پر پڑاؤ ڈالا۔لشکر اسلام کا رعب و دبدبہ اتنا تھا کہ عباس بن عبدالمطلب نے فکر کی کہ اگر یہ لشکر مکہ میں داخل ہو گیا تو قریش کی ایک فرد بھی زندہ نہ بچے گی(۳)لیکن جب آمنہ کا لال،عبداللہ کے نور نظر حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں وارد ہوئے تو چند مقدمات مثلاً غسل کرنا،مسجد الحرام میں داخل ہونا،خانہ کعبہ کو استیلام اور بوسہ دینا، خانۂ کعبہ کا دروازہ کھولنا،وغیرہ کو انجام دینے کے بعد زبان وحی نے آغاز تکلم کیا اور فرمایا''ماذا تقولون و ماذا تظنون ''یعنی تم لوگ کیا کہتے ہو اور کیا گمان کرتے ہو،لوگوں نے جواب دیا''نقول خیرا و نظن خیرا اخ کریم ابن اخ کریم و قد قدرت ''ہم خیر کہتے ہیں اور اچھائی ہی گمان کرتے ہیں،آپ صاحب کرم بھائی اور صاحب کرم بھائی کے فرزند ہیں ان کلمات کو سننے کے بعد آنحضرت کی آنکھیں پرنم ہو گئیں ۔اہل مکہ اس حالت کا مشاہدہ کرنے کے بعد زار زار رونے لگے ۔اس وقت آنحضرت نے فرمایا''میں وہی کہتا ہوں جو ہمارے بھائی یوسف نے کہا تھا﴿لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَکُمْ وَ هُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ ﴾(۴)یعنی آج تم پر کوئی الزام نہیں خدا تمہارے گناہ معاف فرمائے وہ سب سے زیادہ رحیم ہے۔اس کے بعد ان کے گناہوں کو بخش دیا''اور فرمایا''تم اپنے پیغمبر کے لئے بہت بری قوم تھے،تم نے اس کو جھٹلایا ان کو اپنے پاس سے بھگا دیا،مکہ سے دور کر دیا اور کسی اذیت و زحمت میں کمی نہ کی اور اس پر بھی راضی نہ ہوئے بلکہ مدینے پر حملہ کر دیا اور مجھ سے مقابلہ آرائی شروع کر دی تمام باتوں کے باوجود ہم

---

(۱)اے رسول ہم نے آپ کو روشن فتح عنایت کی ہے۔سورۂ فتح؛آیت/۱

(۲)منتہی الامال؛ج/۱،ص/۱۵۳

(۳)منتہی الامال؛ج/۱،ص/۱۶۵

(۴)سورۂ یوسف؛آیت/۹۲

نے تم کو عافیت عطا کیا''اذھبوا انتم الطلقا '' چلے جاؤ تم سب کے سب آزاد ہو''(۱) مجمع البحرین میں طریحیؒ نے نقل فرمایا ہے کہ انہی آزاد ہونے والوں میں معاویہ اور ابوسفیان بھی تھے۔(۲)

اس داستان سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ باوجودیکہ سب اسیر تھے پیغمبر اسلام نے سب کو آزاد کردیا۔ کلمۂ طلقاء اسی مطلب پر دلالت کرتا ہے اسلامی قانون کے مطابق تم اسیر ہو، غلامی کی بیڑی تمہارا حق ہے۔ لیکن یہ رحمۃ للعالمین کی رحمت ہے کہ تم کو آزاد کررہا ہے اور یہ بات واضح ہے کہ معتِق یعنی آزاد کرنے والا معتَق یعنی آزاد ہونے والے پر ولایت رکھتا ہے جسے فقہ میں ولایت عتق کے نام سے یاد کرتے ہیں جو اسباب ارث میں سے ایک سبب ہے۔ لیکن معتَق (آزاد ہونے والا) معتِق (آزاد کرنے والے) پر کوئی ولایت نہیں رکھتا ہے۔ اس قضیہ سے طلقاء کی پستی بخوبی سمجھی جاسکتی ہے انہی طلقاء میں تاریخ اسلام کی دو نامور شخصیتیں، ابوسفیان اور معاویہ شمار ہوتی ہیں۔

پیغمبر اسلامؐ کے قول کے مطابق ان لوگوں نے اپنی آخری کوشش تک خدا کے رسول کو اذیت پہنچائی اور جو اذیت نہیں پہنچائی وہ ان کے قبضہ قدرت سے باہر تھی لیکن جب پیغمبر خداؐ نے ان پر فتح پائی تو ان کو آزاد کردیا۔ چونکہ دستور عرب کی بنیاد پر اولاد ابوسفیان ولایت اولاد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماتحت قرار پاگئی تھی اور اس خاندان کے لئے یہ بات ایک بدنما داغ بن گئی لہٰذا پیغمبر اسلام کی وفات کے بعد یہ خاندان اس دھبہ کو مٹانے کی بھرپور کوشش کرتا رہا لیکن کوئی موقع نہ ملا، امام حسن علیہ السلام کی صلح کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ذکر کیا گیا کہ امیر شام جنگ چھیڑ کر اپنا حساب چکتا کرنا چاہتا تھا لیکن نور الٰہی نے اس خبیث سیاست کو درک کرلیا اور صلح کی آبدار شمشیر سے بنی امیہ کی شہ رگ سیاست کو قلم کردیا۔ شائد یزید نے بھی اسی گمان میں اہل حرم کو اسیر بنایا تھا تا کہ اپنے دل کی بھڑاس نکال لے اس نے اس مطلب کو اپنے شعر میں بھی پیش کیا ہے لیکن وہ بے خبر تھا کہ مسلمان اسیر نہیں کئے جاتے لہٰذا اس کی ساری سیاست اس کے منشأ کے خلاف اسی کے ضرر پر تمام ہوئی۔

(۱) منتہی الامال؛ ج ۱، ص ۱۶۹

(۲) مجمع البحرین؛ ج ۵، باب رق

اس مختصر توضیح کے بعد اب اگر اس کلمہ ''یابن الطلقاء'' پر غور کیا جائے تب معلوم ہوگا کہ محبوبۃ المصطفیٰ نے اس چھوٹے سے جملہ میں کتنی بڑی تاریخ سمیٹ دی ہے۔اس سے زیادہ مختصر گوئی اور کامل بیانی کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔اس ایک کلمہ کے ذریعہ یزید کی ساری سیاسی بنیادیں کھوکھلی ہوگئیں، اس کا سارا طلسم ٹوٹ گیا، جو وار اہل حرم پر کرنا چاہ رہا تھا وہ الٹا اسی کے وجود کو مسمار کر گیا اور علی الاعلان بتا دیا کہ یزید تو اگر ہمیں کافر ثابت کرنا چاہتا ہے تو یہ تیری بھول ہے، تو تو خود ہی آزاد شدہ افراد کا بچہ ہے، تیرے باپ دادا ہمارے نانا کے طفیل میں آزاد ہوئے ورنہ غلامی کی زندگی بسر کرتے رہتے۔اب اگر تیرا خاندان بے پردہ ہو تو کوئی بات نہیں کیونکہ کنیزوں پر پردہ لازم نہیں ہے لیکن ہماری بے پردگی تو بہت بڑا ظلم ہے اس پر تو سورج کو بھی گہن لگ گیا۔

بے پردگی عظیم ظلم

خطبہ کے اس ٹکڑے میں حضرت نے جس مصیبت کا ذکر فرمایا ہے وہ بے پردگی ہے۔ یہاں پر یزید کی حقیقت فاش کرنے کے بعد ارباب عقد وحل، عوام الناس اور مختلف ممالک کے سفیروں کے درمیان کلمہ ''عدل'' استعمال کیا ہے جو کہ ہر انسان کے نزدیک پسندیدہ ہے۔اسلام وایمان کی دہائی اس لئے نہیں دی کہ وہاں غیر مسلم بھی موجود تھے۔لہٰذا فطرت پر ایک کاری ضرب لگائی کہ دنیا والو، انصاف کے علمبردارو، عدل کے طرفدارو خود انصاف کرو کہ آزاد شدہ افراد کی عورتیں اور کنیزیں تو پردہ میں ہوں اور رسول خدا کی نواسیاں بے پردہ ہوں۔

اس ٹکڑے سے یہ بات بخوبی سمجھی جا سکتی ہے کہ سلیلۃ الزہراء کے لئے سب سے بڑی مصیبت بے پردگی ہے، کیونکہ کوفہ میں بھی آپ نے اس مصیبت کو ذکر فرمایا ہے، اس لئے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک حجاب بہت اہمیت کا حامل تھا۔اسی لئے آپ نے سب سے پہلے اسی ظلم کی طرف اشارہ فرمایا اور آنے والی نسلوں میں خواتین کو حضرتؑ نے ایک عظیم درس دیا کہ اگر تم پر مختلف مصائب کی یورش ہو اور پردہ محفوظ رہے تو یہ مصائب قابل برداشت ہیں لیکن اگر پردہ چھن جائے تو یہ ایک بہت بڑی مصیبت ہے جو دیگر مصیبتوں پر بھاری ہے اب اگر کہیں بے پردگی کو تمدن، Modernity یا postmodernity کا نام دیا جائے تو یہ بخوبی سمجھ لینا چاہیئے کہ یزیدیت اپنا لباس بدل کر پھر میدان میں اتر آئی ہے۔اگر بزم نسواں اس

غلط انداز نعرہ کے دام میں پھنس گئی تو اسے یہ بخوبی سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ زینبی کردار سے دور ہوکر یزیدی لشکر کی سربراہ بن چکی ہے۔

بنات رسول اللہؐ

آغوش رسالت کی پروردہ، رضیعۃ الوحی ثانیٔ زہرا نے یہاں بھی امیر المومنین کا نام نہیں لیا کیونکہ شام حضرت علی علیہ السلام کے دشمنوں کا مرکز تھا لیکن حاکم شام خود کو نبیؐ کا جانشین کہہ رہا تھا لہٰذا رسول خدا کا ذکر چھیڑ کر دنیا والوں کو بتا دیا کہ دیکھو! دنیا تو اپنے رہبروں کا احترام کرتی ہے (جیسا کہ سفیر روم نے بھی اسی مطلب کی طرف اشارہ کیا تھا) لیکن یہ خود ساختہ جانشین رسول، اہل حرم کو ترک و دیلم کے قیدیوں کی طرح قیدی بنا کر در بدر پھرا رہا ہے۔ اس کے بعد بھی اس کا تخت خلافت پر بیٹھنا صحیح ہے؟؟۔

کوئی سرپرست نہیں ہے

آخر میں حضرتؑ نے یزید کو اس امر کی طرف بھی متوجہ فرمادیا کہ اے یزید ہماری یہ حالت فقط اس بنیاد پر ہے کہ ہمارا کوئی سرپرست نہیں ہے یعنی ہمارا عباس جری، اکبر غازی اور جانثاران جام شہادت نوش فرما کر سو رہے ہیں اگر ان میں سے کوئی بھی ہوتا تو کسی میں اتنی ہمت نہ ہوتی کہ اتنی بڑی جسارت کرتا اس مطلب کی طرف ''لیس معهن رجال'' اشارہ کر رہا ہے۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے اتنے ہی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ یزید کا خاندانی چہرہ اور بھی آشکار کر دیا اور اس کا خبیث شجرہ بھرے دربار میں کھول دیا اسی لئے آگے بڑھ کر فرمایا:

''و کیف ترتجیٰ مراقبة من لفظ فوہ الاکباد الازکیاء و نبت لحمه من دماء الشهداء و کیف یستبطاء فی بغضنا اهل البیت من نظر الینا بالشنف و الشنان و الاحن و الاضغان''

ترجمہ

ہاں جس نے پاک طینت و نیک سیرت افراد کا جگر چبایا اور جس کی نشو ونما جس کا گوشت و پوست شہداء اسلام کے خون سے ہو اس سے عطوفت کی امید کس طرح کی جاسکتی ہے اور جو ہماری طرف

بغض وکینہ کی نگاہ سے دیکھتا ہے وہ کس طرح ہماری دشمنی وعداوت سے کوتاہی کرسکتا ہے۔

حل لغات

شنف؛(۱)بمعنائے دشمنی۔شنان؛دوسرے کے کام پر عیب جوئی کیونکہ اس سے پہلے سے عداوت ہے یہ عداوت نہیں ہے بلکہ شنان نتیجہ عداوت ہے۔(۲)احن؛(۳)یعنی دل میں دشمنی وکینہ رکھنا۔ اضغان؛ جمع ضغن حقد، وہ چیز جو عداوت کی وجہ سے دل میں ہوتی ہے۔(۴)

دوسرا زبردست حملہ

بار دیگر ہم بی بی مخدرہ کے کلام گہر بار کو نگاہ تحقیق سے دیکھ کر پرکھ رہے ہیں کہ خطبہ کے اس حصہ میں بھی آپ نے بھرے دربار میں خاندان بنی امیہ بالخصوص یزید پر ایک دوسرا زبردست حملہ کیا ہے دو چھوٹے چھوٹے جملوں میں ماضی کی پوری تاریخ سمیٹ دی ہے اور بنی امیہ کا کریہ المنظر چہرہ دنیا کے سامنے پیش کردیا، حاکم شام کی ناک زمین پر رگڑ دی اور سمجھا دیا کہ یزید تیری یہ ساری حرکتیں تجھ سے بعید نہیں ہیں، یہ تو تیرا خاندانی شیوہ ہے، سانپ کے بچے سے زہر ہی کی امید ہوتی ہے بچھو سے ڈنک مارنے کے علاوہ دوسری امید عبث ہے، تو تو انہی دشمنان اہل بیت کی ایک کڑی ہے۔

فرزند جگر خوارہ

حاکم شام نے اپنے کفر آمیز اشعار میں بدر کا تذکرہ کیا تھا کہ اگر وہ آج ہوتے تو خوش ہوتے کہ ہم نے حساب چکتا کرلیا۔ عالمۂ غیر معلّمہ نے بھی جواب دیتے ہوئے یزید کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھتے ہوئے جنگ احد کا تذکرہ چھیڑ دیا، کیونکہ جنگ احد مختلف طریقوں سے بنی امیہ کی پستی کو آشکار کرتی ہے۔ علاوہ ازیں مختلف رخ سے یہ جنگ سبق آموز ہے۔ جس کا خلاصہ ایک جملے میں یوں کیا جاسکتا ہے کہ نمائندۂ الٰہی کی مخالفت کا نتیجہ شکست ہے۔

---

(۱) قاموس؛ ج/۳، ص/۱۶۰

(۲) الفروق اللغویہ؛ ص/۳۵۳، حرف غین، شمارہ/۱۴۱۶

(۳) المصباح المنیر ؛ص/۶ (۴) مجمع البحرین؛ ج/۶، ص/۲۷۵، فصل النون، باب الضاد

مذکورہ جنگ میں جو ۱۵ رشوال بروز شنبہ رونما ہوئی کفار قریش کشتگان بدر کا انتقام لینے کے لئے آئے تھے۔ پیغمبر اسلامؐ نے اپنی خاص سیاست کے پیش نظر جنگ کی آمادگی شروع کردی اور جنگ میں لشکر کو اس طرح مرتب فرمایا تھا کہ دشمن کسی طرف سے حملہ آور نہ ہوسکے لیکن لالچی مسلمانوں نے جب مال غنیمت دیکھا تو بھوکے بھیڑیئے کی طرح دوڑ پڑے اور رسول خداؐ کے بتائے ہوئے دستور پر عمل نہیں کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ جنگ مسلمانوں کی شکست پر تمام ہوئی۔ اسی جنگ میں پیغمبر اسلام کے شفیق چچا حضرت حمزہ شہید ہوگئے۔ اسی جنگ میں یزید کی دادی، معاویہ کی ماں، ابوسفیان کی بیوی اور عتبہ کی بیٹی ہندہ نے ایسا کام کیا جو زمان جاہلیت میں بھی عرب کے نزدیک باعث ننگ و عار تھا، یہ جنایت، تاریخ اسلام کے صفحات پر آج بھی ثبت ہے۔ وہ دشمن خدا، جناب حمزہ بن عبدالمطلب کی نعش پر آئی اور چھری سے آپ کی ناک اور کان کاٹنے کے بعد سینہ چیر کر اس شہید راہ خدا کا کلیجہ نکال لیا اور کھانے کے قصد سے منہ میں ڈال کر چبانے لگی لیکن جب نگل نہ پائی تو اگل دیا۔ پھر قریش کی عورتوں کے ساتھ سب شہداء کی لاشوں کے پاس آئی اور ان کی ناک اور کان کاٹ ڈالے۔ پھر ان سے اپنے لئے دستبند، گلوبند اور پازیب بنائے اور جتنے جواہرات تھے سب کے سب اس درندہ صفت قاتل کو دیدیئے جس نے جناب حمزہ کو شہید کیا تھا۔ اس کے بعد چند اشعار جناب حمزہ کے قتل اور اس وحشی کی شکر گذاری میں پڑھے تو ایک عورت جس کا نام بھی ہند ہی تھا اس کے اشعار کا جواب اشعار میں دیا۔ (۱) اس حادثہ نے اتنی شہرت پائی کہ ہند ''آکلۃ الاکباد'' (یعنی) جگر خوارہ کے نام سے مشہور ہوگئی۔

صدیقہ صغریٰ نے تاریخ کے اسی حساس پہلو پر ہاتھ رکھا جس سے پسر معاویہ کا وجود جھنجھنا اٹھا۔ مجمع پر آشکار ہوگیا کہ یزید ایسے خاندان میں پیدا ہوا ہے۔ جو عورت حیوانیت کی حد سے اتنی گزر چکی ہو کہ ازکیا اور پاک طینت افراد کا جگر چبا جائے تو جو بچے اس آغوش میں پلیں گے وہ یقیناً نیک سیرت افراد کے دشمن ہوں گے جب اس خودساختہ خلیفہ کی دادی ایسی درندگی کا مظاہرہ کرسکتی ہے جو جاہلیت کے دور میں بھی

---

(۱) سیرۃ بن ہشام؛ ج ۲، ص ۹۲-۹۱ بحوالۂ زندگانی محمد پیامبر اسلام؛ ترجمہ، سیرۃ النبویہ؛ تالیف ابن ہشام، ترجمہ، سید ہاشم رسولی محلاتی، جلد اول۔

باعث ننگ و عار ہو تو اگر اس کا پوتا فرزند رسول کو رلا رلا کر قتل کرنے کے بعد ان کی ذریت کو اسیر کرے تو تعجب کیا ہے۔

خون شہداء سے نشو ونما

اس جملہ کے ذریعہ تاریخ کے دوسرے حساس موضوع کو چھیڑ کر یزید کے تن بدن میں آگ لگادی کہ اے ابوسفیان کے پوتے اگر تو نے فرزند رسول کا خون بہایا تو کیا تعجب ہے تیرا تو سارا وجود ہی خون شہداء سے تیار ہے، تیرے گوشت و پوست میں مظلوموں کے خون ہیں۔ حق پرستوں کا خون تیری گھٹی میں پلایا گیا ہے۔ تیری دادی نے سید الشہداء جناب حمزہ کا جگر چبایا۔ تیرے دادا نے اسلام کے خلاف سازشیں رچیں اور تیرے باپ کی بداعمالیاں کس سے پوشیدہ ہیں نامعلوم کتنے نیک سیرت افراد کا قاتل وہی تیرا باپ ہے۔ نامعلوم کتنے حجر بن عدی، مالک اشتر، محمد بن ابی بکر، عمرو بن حمق قضائی اسی ملعون کے ہاتھوں شہید ہوئے اور سب سے بڑھ کر سبط اکبر امام حسن علیہ السلام کے خون کا ذمہ دار بھی تیرا ہی باپ ہے وہ تو یہی چاہتا تھا کہ پیغمبر اسلام کا نام صفحۂ ہستی سے مٹ جائے۔

جب ہم بنی امیہ کی آمرانہ اور ظالمانہ بادشاہت پر نگاہ کرتے ہیں اور دوسری طرف مرکز فہم و فراست کے اس جملہ ''نبت لحمه ...'' کو بغور دیکھتے ہیں تو ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ پیغمبر اسلام کے بعد کی ساٹھ سالہ تاریخ اس ایک جملہ میں موجود ہے اور مجبور ہو کر ہمیں اس جملہ کی تکرار کرنی پڑتی ہے کہ ساٹھ سالہ متلاطم اور طغیانی سمندر کو آپ نے کوزہ میں سمیٹ دیا۔ اس مختصر گوئی میں فصاحت و بلاغت کا لحاظ فقط دختر علی علیہ السلام ہی کا طرۂ امتیاز ہے۔ درحقیقت آپ یزید کی خوشیوں پر پانی پھیر رہی تھیں کہ یزید! یہ کوئی نیا کام نہیں ہے کہ تو پھولے نہیں سما رہا ہے۔ یہ تو تیرے نجس خاندان کی سیرت اور تیرے ناپاک لہو کا خاصہ ہے جسے تو اپنا خاص امتیاز سمجھ بیٹھا ہے۔

ظلم میں کمی اور یزید؟؟

پھر آگے بڑھ کر فرمایا کہ یزید تو تو ہمیشہ بغض وحسد کی نگاہ سے دیکھتا ہے کیسے ممکن ہے کہ ہم پر ظلم و ستم روا رکھنے میں کوتاہی کر دے۔ اس جملہ میں بی بی مخدرہ نے ایک معنی کے لئے مختلف الفاظ استعمال کئے ہیں مثلاً اضغان، احن، شنف، شنان۔ ممکن ہے کہ ہر ایک کلمہ ایک خاص جہت کی طرف اشارہ ہو، نیز یہ بھی

ممکن ہے کہ بغض وحسد کی انتہا کو ذکر کرنا مقصود ہو۔یعنی تیرے بغض وحسد کو بیان کرنے کے لئے الفاظ کا لشکر بھی کمزور دکھائی دے رہا ہے۔ان الفاظ نے یزید کی تمام بری صفتوں کا پردہ فاش کردیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یزید! چونکہ تیرے دل میں ہماری دشمنی پہلے ہی سے ہے اس لئے تو اپنے زعم ناقص میں ہمیں ذلیل و رسوا کررہا ہے جب کہ حقیقت میں یہ تیری دیرینہ کدورت کا اظہار ہے جو تجھے سرعام ذلیل کررہی ہے۔

ایک اعتراض

ممکن ہے کہ کوئی یہ اعتراض کردے کہ ہندہ نے تو کلیجہ کھایا نہیں تھا تو پھر وہ جگر خوارہ کے نام سے کیسے موسوم ہوگئی اور خود حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے بھی ''اکل''یعنی'' کھانے'' کا ذکر نہیں فرمایا ہے تو پھر اسے ''آکلة الاکباد'' کیوں کہتے ہیں؟

جواب

آیۃ اللہ شہید دستغیبؒ نے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ''اکل'' کے دو معنی ہیں:۱۔حلق سے نیچے اتر جانا،۲۔کسی چیز پر تصرف کرنا۔اس معنی کو ہم بھی اپنی روزمرہ کی بول چال میں کہا کرتے ہیں کہ ''فلاں شخص فلاں کا پیسہ کھا گیا،اس کا گھر کھا گیا'' مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس کو استعمال کرلیا۔ ہندہ کو جگر خوارہ اسی معنی میں کہتے ہیں کیونکہ اس نے کھانے کا ارادہ تو کیا ہی تھا اور اس کو منہ میں تو لے ہی گئی تھی اور چبا کر تو نگلنا ہی چاہتی تھی یہ الگ بات ہے کہ خداوند عالم نے نہ چاہا کہ اس کے نجس پیٹ میں نیک بندے کا جگر چلا جائے۔اس طرح وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکی۔

''ثم تقول غیر متأثم و لا مستعظم

لا ھلو واستحلوا فرحا ثم قالوا یا یزید لا تشل

متنحنیا علی ثنایا ابی عبد اللہ سید شباب اھل الجنة تنکتھا بمحضر تک''

ترجمہ

''پھر اپنے عمل کو برا سمجھنے کے بجائے تیری جرأت اتنی بڑھ گئی کہ تو ہاتھ میں چھڑی لے کر

ابوعبداللہ، جوانانِ جنت کے سردار کے دندان مبارک سے بے ادبی کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ اگر میرے بزرگان ہوتے تو خوشحالی میں مجھے دعائیں دیتے‘‘

گستاخی کی انتہا

خطبے کے اس حصہ میں نمائندۂ امام حسینؑ نے یزید کی سب سے بڑی گستاخی، تہور وردریدہ ذہنی کی طرف شارہ فرمایا ہے ور س کے ذریعہ سے دربار میں پھر کھلبلی مچ گئی، چہ می گوئیاں ہونے لگیں یک دوسرے سے کہنے لگے کہ رے یہ کیا ہوگیا؟ خلیفہ رسولؐ، جو نان جنت کے سرد رکے سر طہر سے بے دبی کر رہا ہے ور ہم تماشا دیکھ رہے ہیں؟ یہ کتنی بڑی گستاخی ہے! س پر طرفہ تماشا یہ ہے کہ پنے بزرگوں کو پکار رہا ہے کہ گر وہ ہوتے تو خوشحال ہوتے۔ حضرتؑ نے س کے شعار سے ستناد کرتے ہوئے بتادیا کہ یزید تو جس تخت پر براجمان ہے وہ اس رسولؐ کی مسند ہے جو حسین علیہ السلام کو احترام کی نیت سے دیکھتے تھے۔ تیرا کردار آواز دے رہا ہے کہ تو لائق گردن زدنی ہے۔ لیکن کیا کیا جائے کہ متاع دنیا نے سب کو اپنے دام میں پھنسا لیا ہے۔ یزید کے شعر سے استناد کرتے ہوئے اس بات کو ثابت کردیا کہ تیرا کفر ثابت ہے کیونکہ تو کشتگان بدر کو یاد کر رہا ہے جو کافر تھے۔

کمال احترام

غور کرنے کا مقام ہے رضیعۃ الوحی نے امام حسین علیہ السلام کا نام نہیں لیا بلکہ کنیت سے یاد فرمایا جو اس بات کی دلیل ہے کہ فرزند زہرا صلوٰت اللہ علیہا انتہائے ادب کے حقدار ہیں نہ کہ اس حالت کذائی کے۔ علاوہ ازیں فقط کنیت ہی پر اکتفاء نہیں کی بلکہ ایک ایسی صفت بیان فرمائی جس نے تمام خوابوں پر پانی پھیر دیا اور جنت کی آرزو رکھنے والے اپنا منہ لیکر رہ گئے یزید کا سارا طلسم ٹوٹ گیا جس نے جنت کا وعدہ دے کر لوگوں کو فرزند رسولؐ کے قتل پر اکسایا تھا اور ان کی ذریت کا تماشا دیکھنے کے لئے بلایا تھا۔ آپ نے جوانان جنت کا سردار بنا کر یہ ثابت کردیا کہ اگر جنت کی طلب ہے تو ہم سے متمسک ہو، لیکن تم نے تو ہم کو اسیر کر کے جنت تک پہنچنے کے سارے دروازے بند کردیئے ہیں۔ لیکن یزید! تو تو یہ سمجھ رہا ہے کہ جنت تیرے باپ کی میراث ہے۔ اے ہندہ کے پوتے یہ تیری خام خیالی ہے، تیرا اور تیرے ہمنوا افراد کا مقدر اور ٹھکانہ تو جہنم میں درک اسفل ہے۔

''و کیف لا تقول ذالک و قد نکأت القرحة و استاصلت الشافة باراقتک دماء ذریة محمد (صلی الله علیه و آله وسلم)و نجوم الارض من آل عبد المطلب و تهتف باشیاخک زعمت انک تنادیهم فلتردن و شیکا موردهم و لتودن انک شللت و بکمت و لم تکن قلت ما قلت و فعلت ما فعلت''

ترجمہ

''تجھ کوایسا ہی کہنا چاہیئے اس لئے کہ تو وہی تو ہے جس نے فرزندان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور زمین کے محافظین اولا دعبدالمطلب کا خون بہا کر زخم دل کو ہمیشہ کے لئے ہرا کر دیا۔ گویا تو اپنے بزرگوں کو پکار رہا ہے اور یہ سمجھ رہا ہے کہ ان کو بلا رہا ہے۔ گھبرا نہیں تھوڑے ہی دنوں میں تو بھی اسی گھاٹ اتارا جائے گا اور اس وقت تو آرزو کرے گا کہ کاش تیرے ہاتھ شل اور زبان گنگ ہوتی اور تو نے جو کچھ کہا اور کیا وہ نہ کہا اور نہ کیا ہوتا''

شعر گوئی کی وجہ

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بھرے دربار میں یزید نے یہ شعر کیوں پڑھا، حضرت کے خطبہ کا یہ حصہ اسی سوال کا جواب ہے کہ جس چیز نے یزید کو ان اشعار کی طرف برانگیختہ کیا وہ یہ ہے کہ وہ ملعون زخم پر نمک چھڑکنا چاہتا تھا۔ لہٰذا ایسے اشعار پڑھ رہا تھا اس مطلب کی طرف آپ کا جملہ **کیف لا تقول** اشارہ فرما رہا ہے۔ خطبہ کے اس حصہ میں بی بیٔ مخدرہ نے دو لفظیں ''ذریت محمدؐ'' اور ''نجوم الارض'' استعمال فرمائی ہیں اس کا واحد مقصد یہ تھا کہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ آل محمدؐ اور ذریت پیغمبر اسلامؐ ہم ہی ہیں، یہ خود ساختہ خلیفۂ رسول، ذریت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاتل ہے۔ نجوم الارض کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اہل زمین کے لئے ہادی و راہنما ہیں۔ کیونکہ ستارے کا کام راہ نمائی کرنا ہے۔ یعنی جس طرح ستارہ گمشدہ لوگوں کو راہ بتاتا ہے اسی طرح ہم بھی اہل دنیا کو ہدایت کی راہ دکھانے کے لئے آئے ہیں۔ لیکن یزید نے انہی ارکان ہدایت کو منہدم کر کے لوگوں کو گمراہی کی ڈگر پر لگا دیا۔ قابل غور بات یہ ہے کہ

شام ایسی بستی کا نام ہے جہاں علی واولادعلی علیہ وآلہ آلاف التحیۃ والثناء کا نام لینا بھی موجب قتل وغارت گری ہے چہ جائیکہ فضیلت، لیکن جس طرح کفار قریش کے درمیان اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب علیھما آلاف التحیۃ والسلام نے سورۂ برأت کی تبلیغ کی اسی طرح شیر الٰہی کی شیر دل دختر نے دشمن کے دربار میں آل محمد علیھم السلام کے فضائل ومناقب بیان کر کے بتا دیا کہ یزید! تیرے ظلم وستم حق بیانی کی راہوں کو مسدود نہیں کر سکتے بلکہ حق بیاں ہمیشہ حق ہی بیان کرتے ہیں چاہے وہ کڑواہی کیوں نہ ہو۔

پیشانیٔ تاریخ کا جھومر

یزید نے اپنے اشعار میں اپنے آباء واجداد کی تجلیل کی تھی، تاریخ شناس محترم خاتون نے سب سے پہلے تو اس کے زعم ناقص کو باطل کیا اور بھرے دربار میں اس کے دادا، دادی اور باپ کی حقیقت کو فاش کر دیا۔ پھر بی بی مخدرہ نے پیشانی تاریخ کے جھومر سید البطحاء، جناب عبد المطلب رضوان اللہ علیہ کا ذکر چھیڑا کہ آل عبد المطلب علیھم السلام ستارۂ ہدایت ہیں، اور گمراہی کے خوگر بنی امیہ ہیں۔ جناب عبد المطلب کی سخاوت تاریخ کے سینے پر زریں حروف سے نمایاں ہے جس کا ایک نمونہ پچھلے صفحات پر گذر چکا ہے۔ آپ کی شرافت، سخاوت، نجابت اور دیانت اظہر من الشمس ہے۔ مقصود یہ تھا کہ اے یزید! تعریف وتمجید تو ہمارے بزرگوں کا طرۂ امتیاز ہے، ذلت ورسوائی تیرے خاندان کا مقدر ہے۔

یزید کی کیفیت

اشعار پڑھتے وقت یزید کی کیفیت کیا تھی۔ اس کو بھی آپ نے آشکار فرمایا ہے کہ وہ ملعون چیخ چیخ کر اشعار پڑھ رہا تھا اس مطلب کی طرف آپ کا یہ جملہ "تهتف باشیاخک" اشارہ کر رہا ہے۔ "هتف به ... صاح به و دعاه" (۱) یعنی کسی کو چلا کر پکارنا۔ یعنی اے یزید! تو چیخ چیخ کر اپنے بزرگوں کو پکار رہا ہے کہ وہ تیرا شکریہ ادا کریں گے نہیں نہیں تو بہت بڑے دھوکے میں ہے اس قدر خوشحال نہ ہو اس زعم ناقص کو چھوڑ دے، وہ کیا تیری مدد کو آئیں گے وہ تو خود ہی اپنی بداعمالیوں کا مزہ چکھ رہے ہیں۔

(۱) المصباح المنیر، ص/۶۳۲

دختر وحی کی پیشن گوئی

حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا نے آغوش وحی میں پرورش پائی ہے جبرائیل آپ کے گھر کے خادم اور میکائیل گہوارہ جنبانی کے فرائض ادا کرتے تھے، اخبارِ غیب کا مرکز آپ ہی کا گھر تھا۔ آپ ہی کے گھر پر آ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سلام کیا کرتے تھے آپ حال کے آئینے میں آئندہ کا مشاہدہ کر رہی تھیں اور اپنی دور بین نگاہوں سے حاکم شام کا انجام دیکھ رہیں تھیں لہٰذا بڑی شجاعت سے فرمایا کہ تو عنقریب اپنے بزرگوں سے ملحق ہوگا اور وہاں بخوبی ان کے حالات کا مشاہدہ کرے گا۔ اس کے بعد آئندہ کی خبر دینے والی معظّمہ نے اہل جہنم کی حالت کو بیان فرمایا اور تمناؤں کو آشکار فرما کر اسے یزید پر تطبیق فرمایا کہ تو وہاں آرزو کرے گا کہ اے کاش تیرے ہاتھ شل اور تیری زبان گنگ ہوگئی ہوتی اور یہی کہے گا کہ اے کاش میں نے ایسے افعال انجام نہ دیئے ہوتے۔ ذرا بغور یزید کے اشعار اور بی بیٔ مخدرہ کے جواب کی مناسبت کو ملاحظہ کیجیے۔ یزید نے اپنے ایک شعر میں کہا تھا کہ ہمارے بزرگان ''لاتشل'' کہیں گے۔ یعنی تیرا شکریہ تیرے ہاتھ خشک نہ ہوں، زینب علیا مقام نے فرمایا یزید! یہ تیری بھول ہے تو عنقریب کہے گا کہ اے کاش میرے ہاتھ شل اور خشک ہوگئے ہوتے اور چند ہی دنوں کے بعد یزید کے جملہ **''مالی و للحسین''** ''ہائے حسین نے میرا کیا بگاڑا تھا'' نے زینب کبریٰ کے کلام پر مہر صداقت ثبت کر دی۔

سایۂ قرآنی

ہم جب مفسرۂ قرآن کے کلمات کو بغور دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے کلمات قرآن مجید کی آیتوں کے تناظر میں ہیں۔ خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے:

﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاءِ اللّٰهِ حَتىٰ اِذَا جَاءَ تْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلَىٰ مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا وَ هُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلَىٰ ظُهُوْرِهِمْ اَلَاسَاءَ مَايَزِرُوْنَ﴾ (۱)

''(یعنی) بیشک جن لوگوں نے قیامت کے دن خدا کی حضوری کو جھٹلایا وہ بڑے گھاٹے

(۱) سورۂ انعام؛ آیت/۳۱

میں ہیں یہاں تک کہ جب ان کے سر پر قیامت نا گہان پہنچے گی تو کہنے لگیں گے اے ہے افسوس ہم نے تو اس میں بڑی کوتاہی کی (یہ کہتے جائیں گے) اور اپنے گناہوں کا پشتارہ اپنی اپنی پیٹھ پر لادے جائیں گے دیکھو تو یہ کیا برا بوجھ ہے جس کو یہ لادے (لادے پھر رہے) ہیں''

اگر اس آیت شریفہ کو مدنظر رکھتے ہوئے بی بی مخدرہ کے کلام کو بغور دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ آپ کا کلام قرآن مجید کی اسی آیت شریفہ کے تناظر میں ہے۔ بی بیٔ دو عالم یہی تو فرما رہی تھیں کہ اے یزید! تو خدا کے سامنے حاضر ہونے کی منزل کو بھول چکا ہے اور آیت بھی اسی مطلب کو بیان کر رہی ہے گویا مفسرۂ قرآن فرما رہی ہیں کہ یزید! جب نا گہاں قیامت تیرے سامنے آئے گی تو تو کف افسوس ملتا ہوا دکھائی دیگا۔ اس بات سے ایک فضیلت کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ مفہوم کو مصداق پر تطبیق دینے کی صلاحیت عالمۂ غیر معلّمہ میں بدرجہ اتم موجود تھی، نیز یہ بات ساری دنیا، خصوصاً مذہب اہل بیت کے طرفداروں کے لئے ایک راہنما ہے کہ اپنے کردار کو اس طرح استوار کرو کہ علمی مراحل میں فقط تھیوری (Theory) ہی کی حد تک محدود نہ رہو بلکہ عملی میدان میں بھی اس کا اظہار کرو، ورنہ مغز متفکر جہان تو بہت مل جائیں گے۔ اس کے علاوہ خداوند عالم دوسرے مقام پر فرماتا ہے: ﴿يَقُولُ الْكَافِرُ يَالَيْتَنِي كُنْتُ تُرَاباً﴾ (۱) (یعنی) کافر روز قیامت یہی کہیں گے اے کاش میں خاک ہوتا (تا کہ ایسی جنایت میں مبتلا نہ ہوتا اور آخر کار جہنم کی آگ میں نہ جلتا) اس آیت شریفہ کے تناظر میں بھی اگر دیکھا جائے تو مفسرۂ قرآن کا کلام اسی آیت شریفہ کی تفسیر ہے کہ یزید! تو قیامت میں کہے گا کہ اے کاش میرے ہاتھ شل ہو گئے ہوتے۔ گویا آپ کا سارا وجود قرآنی مفاہیم سے مخلوط تھا۔

حضرتؑ نے فرمایا تھا یزید! تو عنقریب اپنے بزرگوں کے گھاٹ پر اتارا جائے گا حال کے آئینہ میں آئندہ کی خبر دینے والی محترم ہستی کی یہ پیشن گوئی اس طرح حق ثابت ہوئی کہ یزید کی حکومت چار قدم بھی آگے نہ بڑھ پائی یعنی امام حسین علیہ السلام کی شہادت اور اہل حرم کی اسیری کے بعد یزید چار سال کے

(۱) سورۂ نبا؛ آیت ۴۰

اندر اندر ہی فی النار ہو گیا۔ کیونکہ ۶۱ ھ میں واقعۂ کربلا، رونما ہوا اور ۳۷ رسال کی عمر میں یزید ۶۴ ھ ماہ ربیع میں مرض ذات الجنب میں مبتلا ہو کر واصل جہنم ہو گیا۔

''اللھم خذلنا بحقنا و انتقم مما ظلمنا و احلل غضبک بمن سفک دمائنا و قتل حماتنا''

ترجمہ

''خدایا تو ان سے ہمارا حق چھین لے، اور جو ہم پر ظلم کیا گیا ہے اس کا انتقام لے لے اور جنہوں نے ہمارا خون بہایا ہے اور ہمارے حامیوں کو قتل کیا ہے ان پر اپنا غضب نازل فرما''

ثانیٔ زہرا کی نفرین

حضرت فاطمۃ الزہراء صلوات اللہ علیھا نے دشمنوں پر نفرین فرمائی تھی کہ یہ شتر خلافت ننگ و عار ہے اور عذاب خداوندی کی علامت ہے اس کے ساتھ ہمیشہ کی رسوائی ہے(۱) آپ کی یہ نفرین کا اثر دنیا میں ظاہر ہو گیا مدینہ سرکار کو عزت نصیب نہ ہو سکی، ہر حق پرست اس کے ننگ و عار سے آگاہ ہو گیا اور آخر کار انہی بداعمالیوں کی بنیاد پر مدینہ تاراج کر دیا گیا۔

سلیلۃ الزہراء کو اپنی مادر گرامی سے بہت شباہت حاصل ہے وہ بھی اس حد تک کہ آپ کا لقب ہی ثانیٔ زہرا ہو گیا۔ لہٰذا غور و خوض کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ماں بیٹی کے خطبہ میں بڑی حد تک مشابہت ہے۔

۱۔ فصاحت و بلاغت: دونوں کا کلام اس قدر فصیح و بلیغ تھا کہ آج تک ادباء انگشت بدنداں ہیں۔

۲۔ بیان مظلومیت: دونوں نے اپنے کلام میں اپنی مظلومیت کو بیان فرمایا ہے۔

(۱) خطبۂ فدک

۳۔اتمام حجت: دونوں نے حجت تمام فرمائی ہے۔

۴۔دونوں نے نفرین کی ہے: اور جس طرح ماں کی نفرین دنیا کے سامنے کھل کر آئی اسی طرح بیٹی کی بھی نفرین ظاہر ہوگئی چند سال کے اندر مختار بن ابوعبید ثقفی نے قاتلان امام حسین علیہ السلام کو چن چن کر فی النار کر دیا۔

لیکن حق تو یہ ہے کہ مختار بھی اس خون کا بدلہ نہیں لے پائے۔اس خون کا بدلہ تو وہ لے گا جو منتقم خون حسین علیہ السلام ہے جس کی آنکھیں خون کے آنسو روتی ہیں۔اس وقت غضب الٰہی ، انتقام الٰہی اپنی پوری جوانی کے ساتھ دشمنوں کی گردنیں دبوچے گا اور اس وقت غاصبان حقوق آل محمد علیھم السلام سے ان کا حق چھین لیا جائے گا۔

''فو الله ما فريت الاجلدک و لا حززت الالحمک و لتردن على رسول الله بما تحملت من سفک دماء ذريتة و انتهکت من حرمته فی عترته و لحمته حيث يجمع الله شملهم و يلم شعثهم ياخذ بحقهم و لا تحسبن الذين قتلوا فی سبيل الله امواتا بل احياء عند ربهم يرزقون و کفى بالله حاکما و بمحمد خصيما و بجبرائيل ظهيرا''

ترجمہ

''خدا کی قسم اے یزید! (یہ مظالم ڈھانے کی وجہ سے) تو نے اپنے ہی گوشت و پوست کو ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے۔تو بہت ہی جلد رسول اللہؐ کے سامنے حاضر ہوگا جب کہ آل محمدؐ کی خونریزی، ان کی عترت اور ان کے جگر گوشوں کی ہتک حرمت کا سنگین بوجھ تیرے کاندھے پر ہوگا۔یہ اس وقت ہوگا جب خداوند عالم پیغمبر اور ان کے خاندان کو جمع کرے گا اور ان کی پراکندگی کو یکجا کرے گا اور ان کے حقوق چھین لے گا۔اس فکر میں مت رہ کہ جو لوگ خدا

کی راہ میں قتل ہوئے ہیں وہ مردہ ہیں، بلکہ وہ تو زندہ ہیں اوراپنے رب سے رزق حاصل کرتے ہیں، تیرے لئے اس سے بدتر کیا ہوگا کہ روزحشر خدا تیرافیصلہ کرنے والا محمد مصطفیٰ تیرے مقابل میں مدعی اور جبرائیل ان کی طرف سے دعویٰ کے گواہ ہوں گے''

قتل حسینؑ اصل میں مرگ یزید ہے

خطبہ کا یہ حصہ مفاہیم کا متلاطم سمندر ہے ، جن کا درک کرنا بدون توفیق الٰہی ممکن نہیں ہے، درحقیقت یزید کی توبیخ ورسوائی کا سلسلہ بھرے دربار میں جاری ہے، جس سے فرزند معاویہ کی حقیقت فاش ہورہی ہے۔ اس مورد پر آپ نے ایک بار پھر ایک مغالطہ کا پردہ فاش کردیا اور بتادیا کہ یزید تو فرزند زہرا صلوات اللہ علیہا کو قتل کرکے مغرور نہ ہو کہ تو نے بہت بہترین عمل انجام دیا ہے۔ تو ہرگز یہ مت سمجھ کہ تو نے حسین ابن علی علیہما السلام کو ٹکڑے ٹکڑے اور نیست ونابود کردیا ہے۔ بلکہ تو نے جو کچھ بھی کیا ہے، اپنے ہی لئے کیا ہے۔ اس فعل سے تیری ہی دنیا وآخرت چوپٹ ہوئی ہے۔ اس عظیم مطلب کی طرف آپ کا جملہ ''فو الله ما فريت الاجلدك ...'' اشارہ کررہا ہے (یعنی) تو اپنے گوشت وپوست کو پارہ پارہ کررہا ہے اور تیرے سارے برے اعمال تیری ہی کمین اور گھات میں ہیں ۔ درحقیقت امام حسین علیہ السلام کا قتل تیری موت ہے، شاید اسی مفہوم کو مدنظر رکھتے ہوئے مولانا محمد علی جوہر نے کہا تھا۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے　　　اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

اگرچہ اس شعر کا دوسرا مصرع بہت ہی اعتراضات کے مراحل سے گذرا ہے اور دنیائے ادب و تاریخ ومذہب میں اس پر بہت غوغا اور ہنگامہ ہوا۔ مختلف افکار نے اس مصرع کا مختلف جواب دیا ہے۔ ان تمام جوابات کا خلاصہ یہ ہے کہ کربلا تکراری وجود کا نام نہیں ہے بلکہ یہ وہ واقعہ ہے جو تاریخ کے افق پر ایک نمایاں، انمٹ نقوش چھوڑ کر چلا گیا۔ جس کا ثانی پیش کرنا ممکن نہیں ہے بلکہ محال ہے۔ اسی فکر کے ماتحت بعض نابغۂ دہر نے اس شعر کے دوسرے مصرع میں یہ تبدیلی فرمائی۔

قتل حسینؑ اصل میں مرگ یزید ہے　　　اسلام زندہ ہوگیا بس کربلا کے بعد

ایک دوسرے بزرگ شاعر نے اس شعر کا جواب اس طرح دیا۔

تجدید کربلا کی تمہیں فکر ہوتو ہو　　　اسلام کو تو فکر نہیں کربلا کے بعد

لیکن اس مقام پر حقیر کہتا ہے کہ اگر چہ شاعر کا مقصود اس کے ذہن میں ہوتا ہے اور مختلف افراد اس کی طرح طرح کی توجیہ کیا کرتے ہیں۔لیکن اس حقیقت کے اقرار کے باوجود، اگر ہم مولانا محمد علی جوہر کے اس مصرع کو ایک دوسرے زاویۂ نظر سے پڑھیں تو شاید یہ فکر صحیح ہو۔ کیونکہ جوہر صاحب کا شعر (یعنی دوسرا مصرع) اس وقت غلط ہوگا جب واقعۂ کربلا کو ایک تاریخی واقعہ سمجھا جائے اور یقیناً تاریخی واقعہ ہونے کے اعتبار سے کربلا کی تکرار محال ہے۔ ذات حسین اور اصحاب حسین علیہم السلام کا تکراری وجود محال ہے۔ کیونکہ دنیا میں اب کوئی ماں پیدا نہ ہوگی جو امام حسین علیہ السلام کو جنم دیدے، حتی وہ ائمۂ معصومین علیہم السلام جو از نظر عصمت و امامت، امام حسین علیہ السلام کے برابر ہیں انہوں نے بھی اعتراف فرمایا ہے کہ تاریخ اب دوسرا حسین پیدا نہیں کرسکتی اور نہ ہی وہ اصحاب حسین علیہم السلام پیدا ہوسکتے ہیں جن کے لئے امام زمان عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف نے فرمایا:

"بابی انتم و امی طبتم و طابت الارض التی فیها دفنتم و فزتم فوزا عظیما فیالیتنی کنت معکم فافوز معکم"(۱)

لیکن اگر کربلا کو کردار کے آئینے میں دیکھا جائے تو کربلا ہر زمانے میں تکرار ہوسکتی ہے اور شائد ہو رہی ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں کربلا شمشیر پر خون، ظالم پر مظلوم، باطل پر حق کی فتح و ظفر کا نام ہوگا۔ اس دعوے کی دلیل شائد امام حسین علیہ السلام کا وہ قول ہو جو آپ نے ولید کے دربار میں فرمایا تھا: "**مثلی لایبایع مثله**" میرے جیسا اس جیسے کی بیعت نہیں کرسکتا۔ اگر "مثل" سے مراد امام معصوم بھی مان لیا جائے تب بھی حسینؑ شخص کا نام نہیں ہوگا کیونکہ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ حسین یزید کی بیعت نہیں کرسکتا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حسین علیہ السلام اور یزید علیہ اللعنۃ دو شخص کا نام نہیں ہے بلکہ دو شخصیت اور کردار کا نام ہے۔ حق، مظلوم، مثلی کے نمائندے کا نام حسین اور باطل، ظالم، مثلہ کے نمائندے کا نام یزید ہے۔ بنابرین جب "مثلی" اور "مثلہ" دو کردار کی نمائندگی کر رہے ہیں تو اب جب بھی "مثلی" اور "مثلہ" حسینی اور یزیدی کا ٹکراؤ ہوگا۔ جنگ چھڑے گی تو اس محل کا نام کربلا ہوگا۔ اب اس کا مصداق تلاش کرنا عقلمندوں کی ذمہ

....

(۱) زیارت وارثہ

داری ہے۔اگر یزید کی نمائندگی کرتے ہوئے کچھ لوگ سامنے آئیں گے تو اپنے زمانے میں امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام حسینی کردار لے کر سامنے آئیں گے۔اگر مامون، ہارون، متوکل یزیدی کردار پیش کریں گے تو امام موسی کاظم، امام علی رضا، امام محمد تقی، امام علی نقی، امام حسن عسکری علیہم آلاف التحیۃ و الثناء حسینیت کے پرچم کو لہراتے ہوئے سامنے آئیں گے اور کسی زمانے میں اگر صدام یزیدیت کا نمائندہ بن کر نکلے گا تو امام موسی کاظم علیہ السلام کی نسل کا جیالا حسینیت کا پرچم لے کر روح خدا بن کر بنام خمینیؒ یزیدیت کو نیست و نابود کر دے گا۔واضح ہے کہ جب بھی کربلا سامنے آئے گی۔اسلام کے قالب میں نئی روح پڑے گی۔لہٰذا اس توجیہ کی روشنی میں تکرار کربلا اس وقت تک ممکن ہے جب تک حق و باطل آپس میں ٹکراتے رہیں گے۔شاید اسی لئے شاعر نے کہا:

کسی بھی قوم میں آتے نہیں نظر شبیر   قدم قدم پہ مگر کربلا کا منظر ہے

واضح ہے کہ اگر شاعر کا مقصود یہ ہے کہ شخص امام حسین علیہ السلام کا وجود نہیں ہے تو یہ صحیح ہے لیکن اگر مقصود یہ ہے کہ کردار شبیری نہیں ہے تو ماننا پڑے گا کہ کربلا کا منظر بھی نمایاں نہیں ہوسکتا۔بہر حال کربلا ایک کردار کا نام ہے اور کردار قابل تکرار ہے۔علاوہ ازین شعر کے دوسرے مصرعے پر بحث کرنا مقصود نہیں ہے وہ تو چونکہ مختلف افراد اس موضوع کو چھیڑتے ہیں اور ہماری تحریر کے ضمن میں یہ بات آ گئی اس لئے تھوڑی سی توضیح دے دی۔جس میں کوئی ضد نہیں ہے کہ کوئی اسے قبول کر لے اگر یہ زاویہ نظر پسند ہے تو بہت بہتر ورنہ ہر شخص کے لئے اس کا نظریہ محترم ہے ہمارا اصل مقصد تو یہ ہے کہ درحقیقت حسین بن علی علیہما السلام کے قتل میں مرگ یزیدی مضمر ہے۔اس کے علاوہ زینب علیا مقام کا یہ جملہ درحقیقت قرآن مجید کی متعدد آیتوں کا خلاصہ ہے۔کیونکہ خداوند عالم نے اپنی بابرکت کتاب میں متعدد جگہوں پر اس مطلب کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ انسان جو کچھ بھی کرتا ہے اپنے لئے کرتا ہے اب اگر اچھا کام کیا ہے تو اس کا نفع خود اٹھائے گا اور برے اعمال انجام دینے کی صورت میں اس کا مزہ بھی خود ہی چکھے گا۔خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾(۱) ''نفع وضرر تابع مکسوب ہے'' دوسری جگہ

(۱) سورۂ بقرہ؛ آیت/۲۸۶

اللہ جل شانہ نے فرمایا: ﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ﴾(۱) ''ہر شخص اس چیز کی گرو میں ہے جو اس نے انجام دیا ہے'' سورۂ زلزال میں ارشاد ہوا: ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَرَهُ وَ مَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرّاً يَرَهُ ﴾(۲) ''جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا وہ اسے پالے گا'' سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوا: ﴿إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ وَ إِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا ﴾(۳) ''اگر نیکی کرو گے تو وہ تمہارے فائدہ میں ہے اور اگر برائی کروگے تو وہ (بھی) تمہارے لئے ہے''

اس کے علاوہ اس موضوع پر قرآن مجید میں مختلف آیتیں موجود ہیں جن کا خلاصہ یہی ہے کہ انسان جو کرے گا وہی بھرے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ محبوبۃ المصطفیٰ کے اس جملہ میں ان تمام آیات کا روشن مصداق یزید علیہ اللعنۃ ہے، لیکن اس کے باوجود آپ کا یہ جملہ تمام انسانیت کے لئے درس ہے کہ ہر ظالم کو یہ بخوبی سمجھ لینا چاہیئے کہ اسے اس کا بدلہ ضرور ملے گا۔ اسی طرح بالعکس نیکی کا بدلہ بھی نیکی ہی ہے۔ اگر کسی نے یتیم کا مال کھایا ہے تو یقیناً اس کا شکم آگ سے بھرا جائے گا۔ اگر کسی نے والدین کو ستایا ہے تو وہ جنت کی خوشبو بھی سونگھ نہیں پائے گا۔ ممکن ہے کہ ظاہری طور پر ظالم یہ سمجھ لے کہ اسے اس کا بدلہ نہیں ملے گا۔ لیکن ﴿سَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ﴾(۴) ''ظلم کرنے والوں کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس جگہ پلٹائے جاتے ہیں''

سعید بن جبیر کی شہامت

بنی امیہ کے بادشاہوں میں یزید ملعون کے بعد ظالم ترین بادشاہ حجاج بن یوسف ثقفی (علیہ و علی آبائہ اللعائن الابدیۃ السرمدیۃ) ہے جس کا بنیادی کام حضرت علی علیہ السلام کے شیعوں کا قتل تھا۔ اس ملعون کو محبان آل محمد علیہم السلام کے قتل میں بہت مزہ ملتا تھا اور وہ بہت خوش ہوتا تھا، لیکن جب سعید بن جبیر

(۱) سورۂ طور؛ آیت/۲۱

(۲) سورۂ زلزال؛ آیت/۸۔۷

(۳) سورۂ بنی اسرائیل؛ آیت/۷

(۴) سورۂ شعراء؛ آیت/۲۲۷

مفسر قرآن شاگرد مکتب امام زین العابدین علیہ السلام کواس ملعون کے سامنے اسیر کر کے حاضر کیا گیا تو سعید بن جبیر رضوان اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے ایسے ایسے جوابات دیئے کہ اس کے دانت کھٹے ہوگئے۔ جب سوال و جواب کے بعد دشمن خدا شرمندہ ہوگیا تو پرتو نور الٰہی کو خاموش کرنے کا ارادہ کرلیا اور سعید بن جبیر سے بولا: ''اختر ای قتلتہ شئت ''جس طرح قتل ہونا چاہتے ہو اسے اختیار کرلو۔ فرزند جبیر نے بڑی شہامت اور جرأت مندی سے جواب دیا: ''اختر لنفسک فان القصاص امامک ''تو (بھی) اپنے لئے اختیار کرلے کیونکہ قصاص تیرے سامنے ہے۔ مقصود یہ تھا کہ تو کل جس طرح میرے ہاتھوں سے قتل ہونا چاہتا ہے اسی طرح قتل کردے کیونکہ بہت جلد ہی قیامت کے دن تو میرے ہاتھوں قتل ہوگا مطلب یہ تھا کہ حجاج! ہمارا سر کاٹ دینے سے ہماری داستان ختم نہیں ہوسکتی بلکہ کسی مومن کو ناحق قتل کرنے کے بدلے میں موت سے لے کر قیامت تک تو طرح طرح کے عذاب میں مبتلا ہوگا۔ جب ابن جبیر کو قتل کیا جانے لگا تو آپ نے دعا کی ''اللھم لا تسلطہ علی احد یقتلہ بعدی '''' خدایا میرے قتل کے بعد اسے، کسی کو قتل کرنے کی طاقت نہ دے''۔ سعید بن جبیر، شہید راہ ولایت و امامت کی دعا بارگاہ ایزدی میں مستجاب ہوئی اور حجاج ان کے قتل کے پندرہ دنوں میں واصل جہنم ہوگیا۔ (۱) لیکن یہ پندرہ روز حجاج پر کیسے گذرے تاریخ بتاتی ہے۔

ستّر بار قتل

شہید محراب آیۃ اللہ عبد الحسین دستغیب (نور اللہ مرقدہ) فرماتے ہیں کہ سعید بن جبیر کے قتل کے بعد حجاج جتنے دنوں زندہ رہا اس کی نیند اڑ گئی تھی۔ جیسے ہی آنکھ بند کرتا تھا چلّا اٹھتا تھا ''مالی و سعید '''' مجھے سعید سے کیا کام تھا'' حجاج کے مرنے پر کچھ لوگوں نے اسے خواب میں دیکھا تو اس سے پوچھا کہ مرنے کے بعد تم پر کیا گذری اس نے کہا: ''ہر قتل کے بدلے مجھے ایک بار قتل کیا گیا لیکن سعید بن جبیر کے بدلے مجھے ۷۰ر مرتبہ قتل کیا گیا''

حیات الحیوان میں دمیری لکھتے ہیں: ''شرق و غرب میں سب ان کے علم کے محتاج تھے، اگر اس تقویٰ و فضیلت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے قاتل کو ۷۰ر بار عذاب ہو تو کیا تعجب ہے۔ (۲)

---

(۱) سفینۃ البحار؛ ج ۱ر ص ۶۲۲ر، باب السین بعدہ العین (۲) زندگانی حضرت زینب؛ ص ۹۲ر

مقام غور وانصاف ہے! سعید بن جبیر جو شمع امامت و ولایت کے پروانے تھے ان کا قاتل تو ان کے قتل کے بدلے میں ۷۰ ربرابر عذاب میں مبتلا کیا گیا لیکن فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاتل کو خدا بخش دے گا ؟؟؟ حقیقت تو یہ ہے کہ دنیا میں اب تک کوئی آلہ ہی پیدا نہیں ہوا اور نہ ہوگا جو قاتلان ذریت پیغمبر اسلام کے عذاب کی پیمائش کر سکے۔ اس کے عذاب کا حق تو فقط اس ذات واجب الوجود کو ہے جس کی راہ میں اس خاندان نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔

ہیروشیما

دوسری جنگ عظیم میں ہیروشیما پر بمباری کی گئی تھی اس بمباری کا نتیجہ یہ ہوا کہ پورا علاقہ تہس نہس ہو گیا۔ جس نے بمباری کی تھی اس کی حالت ایسی ہو گئی تھی کہ اس واقعہ کے بعد وہ جب بھی آنکھیں بند کرتا تھا تو وہی منظر اس کی آنکھوں میں گھوم جاتا تھا کہ بچے چلا رہے ہیں اور وہ دلخراش صدائیں اس کو جھنجھوڑ کر بیدار کر دیتی تھیں۔ لکھنے والوں نے لکھا ہے کہ وہ دیوانہ ہو گیا تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کا ضمیر اس کو کچل رہا تھا کہ بے گناہوں کو کیوں قتل کیا؟ وہ واقعیت کے عذاب میں مبتلا تھا بس فرق یہ تھا کہ اس کا یہ گناہ چند گھنٹوں میں ختم ہو گیا، لیکن وہ الی الابد اس کے عذاب میں مبتلا رہے گا۔ دنیا میں تو اس عذاب کا ایک نمونہ دکھایا گیا تھا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ انسان جیسا کرے گا ویسا پائے گا۔ بی بی مخدرہ اسی مطلب کی طرف اشارہ فرما رہی تھیں کہ یزید قتل امام حسین علیہ السلام تیرا جینا حرام کر دے گا شائد یہ وہی واقعیت کا عذاب تھا جس نے اواخر زندگی میں یزید کا چین وسکون چھین لیا تھا اور وہ بار بار ''**مالی و للحسین**'' (ہائے حسین نے میرا کیا بگاڑا تھا) کہا کرتا تھا۔

احضار کی حالت

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے پہلے تو اس حقیقت سے روشناس کرایا کہ اے یزید! تو بہت ہی جلد پیغمبر اسلام کے سامنے حاضر کیا جائے گا۔ نیز اس کی اس کیفیت کو بھی بیان فرمایا: جس حالت میں وہ دشمن خدا حاضر کیا جائے گا۔ اس کی حالت بہت ہی بری ہوگی۔ پیٹھ پر گناہوں کا ایسا پشتارہ ہوگا کہ اس کے اٹھانے کی بھی طاقت نہ ہوگی اور وہ بار سنگین دو چیز ہے۔ ا۔ ذریت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

خونریزی ۲۔ پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوران کی عترت کی ہتک حرمت ۔ یہ دوبار اتنے سنگین ہیں کہ بڑے سے بڑا پہلوان بھی اسے اٹھانے سے قاصر ہے ۔ ذریت پیغمبرؐ کا خون بہانا خداوند عالم کے نزدیک اتنا سنگین ہے کہ اگر ذات باری اس کے مقابلہ میں دنیا کو زیروزبر کردے تو جائے تعجب نہیں ہے ۔ لیکن خداوند عالم نے اسلام کی خاطر اس قربانی کو قبول فرمالیا اوراس کا عذاب قیامت کے دن پر موقوف کردیا۔ جس ذات واجب کو یہ منظور نہیں کہ اس کے نبی کی آواز پر آواز بلند کی جائے اوران کے آگے آگے چلا جائے اور جو ایسی جرأت کرے گا خدا اس کے سارے اعمال برباد کردے گا۔(۱) تو مقام انصاف ہے کہ اگر کوئی ایسی ذات کی بے حرمتی کرے اوران کی ذریت کو قیدی بنالے تو ذات باری اس کو کس عذاب میں مبتلا کرے گی ؟ فکر بشری تو اس عذاب کی نوعیت کو سمجھنے سے قاصر ہے ۔ یہ عذاب اس دن آشکار ہوگا جب خداوند عالم آل محمد علیہم السلام کو یکجا کرے گا۔ مقصود یہ ہے کہ یزید! تو یہ سمجھ رہا ہے کہ نبیؐ تو مدینہ میں دفن ہیں حسینؑ کربلا میں دفن ہیں اوران کا سر یہاں میرے پاس ہے تو یہ سب کے سب آپس میں کیسے جمع ہوسکتے ہیں؟ اے ہندہ کے پوتے یہ تیری بھول ہے۔ خداوند عالم قیامت کے دن آل رسول کو یکجا کرے گا۔ جب روز قیامت دختر نبیؐ عدالت الٰہی میں انصاف کی طلبگار ہونگی تو اس وقت تجھے اپنا حال معلوم ہوگا۔

حسین بن علی علیہما السلام زندہ ہیں

یزید نے امام حسین علیہ السلام کے قتل کے بعد یہ سمجھ لیا تھا کہ اب میرے راستے کا کانٹا ہٹ چکا ہے۔ اب حسینؑ مرچکے ہیں۔ اب میں جو سیاہ وسفید کرنا چاہوں کرسکتا ہوں، میرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اسی زعم ناقص میں اس ملعون نے وہ کفریہ اشعار پڑھے تھے۔ لیکن محافظ خون حسینی، مبلغ قیام عاشورہ نے قرآن مجید کی آیت سے استفادہ کرتے ہوئے بھرے دربار میں ثابت کردیا کہ حسین بن علی علیہما السلام زندہ ہیں۔ وہ بھی ایسی زندگی جس کو فنا نہیں ہے اوراس کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے خدا سے رزق حاصل کرتے ہیں۔ تو یہ چاہتا تھا کہ فرزند رسول کو قتل کرکے اسلام کا نام مٹادے لیکن تیرے اسی قتل سے اسلام کے قالب میں دوبارہ روح پڑگئی ہے اوروہ جوان ہوگیا ہے۔ قرآن مجید کی آیت ﴿لاتحسبن الذین قتلوا...﴾ سے استفادہ کرتے ہوئے حضرت زینب نے ثابت کردیا کہ حسینؑ زندۂ جاوید ہیں۔

(۱) سورۂ حجرات؛ آیت ۲/ ۱۔

ایک عظیم مغالطہ

اس حقیقت کو دیکھتے ہی بعض روحی مریضوں نے اس مطلب سے سوء استفادہ کرتے ہوئے لوگوں کو مغالطہ میں ڈال دیا اور اہل نہروان کی طرح، بزبان حضرت علی علیہ السلام'' **کلمة حق یراد بها الباطل** '' کے مصداق ہو گئے کہنے لگے کہ جب امام حسین علیہ السلام زندہ ہیں تو پھر ان پر گریہ و ماتم کی کیا ضرورت ہے آنسو تو مردوں پر بہایا جاتا ہے ہم چونکہ شہداء کی زندگی کے قائل ہیں اس لئے آنسو نہیں بہاتے اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک مشہور شاعر نے کہہ دیا۔

روئیں وہ جو قائل ہیں ممات شہداء کے　　　ہم زندۂ جاوید کا ماتم نہیں کرتے

دیکھنے میں تو یہ بات بہت اچھی ہے لیکن اس کے پیچھے کتنی بڑی سازش پوشیدہ ہے، اسے تو بس عقلا ہی سمجھ سکتے ہیں۔ مقصود فقط یہ ہے کہ مظلوم پر آنسو نہ بہاؤ تا کہ ظالم کا چہرہ کھل کر سامنے نہ آئے لیکن اس باطل نظریہ کو اس خوبصورت شعر میں پیش کیا گیا ہے۔

اس بے بنیاد نظریہ کا مدلل جواب قرآن مجید ہی دے سکتا ہے۔ لیکن ہم اس موضوع کو زیادہ چھیڑنا نہیں چاہتے بس قرآن مجید کی روشنی میں اس اعتراض اور مغالطہ کا جواب بطور خلاصہ نابغۂ دہر کے شعر کے ذریعہ پیش کئے دیتے ہیں۔

یعقوب صفت روتے ہیں یاد شہداء پر　　　یوسف کے برادر کبھی ماتم نہیں کرتے

عدالت الٰہی کا نقشہ

اس جملہ کے آخر میں حضرت نے عدالت الٰہی کا نقشہ بھی کھینچ دیا کہ وہاں کا حاکم خدا، مدمقابل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے گواہ جبرائیل ہوں گے۔ یعنی یزید! اس فکر میں مت رہ کہ تیرے افعال سے کوئی باخبر نہیں ہے۔ بلکہ تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ امین وحی اس واقعہ کے گواہ اور علام الغیوب اس کا حکم فرما ہے۔ خداوند عالم تیرے گناہوں کو عدالت کے ترازو میں تول رہا ہے۔ اس کی حاکمیت میں چکمہ دیکر کوئی فرار نہیں کرسکتا۔ یعنی یزید! تو مور کی طرح اپنے پروں کو دیکھ رہا ہے، اپنی حکومت پر نازاں ہے ذرا نیچے جھک کر بھی دیکھ لے تو سارا نشہ ہرن ہو جائے گا۔ تجھے اپنی فانی حکومت پر ناز ہے آ! ذرا خدا کی دائمی حکومت بھی دیکھ لے، تیری ساری حقیقت خاک میں مل جائے گی۔

''و سیعلم من سول لک و من مکنک رقاب المسلمین بئس للظالمین بدلا و ایکم شر مکانا و اضعف جندا''

ترجمہ

''اور جن لوگوں نے تیرے لئے یہ موقع فراہم کیا ہے اور تجھے مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط کر دیا ہے انہیں بہت ہی جلد معلوم ہو جائے گا کہ ظالموں کو کیسا برا بدلہ دیا جاتا ہے اور کون بدبخت، اور کس کے سپاہی کمزور ہیں''

امیر شام کا عظیم ظلم

اسلام مبین پر جو ایک سب سے بڑا ظلم کیا گیا وہ یزید کی ولی عہدی ہے جسے انجام دینے والے امیر شام ہندہ جگر خوارہ کے سپوت ہیں۔ امیر شام علیہ الھاویہ نے اپنی مختلف سازشوں کے ذریعہ یزید کو مسلمانوں کی گردن پر مسلط کر دیا۔ اس راہ میں اس کو جو بھی رکاوٹ، سد راہ دکھائی دی اسے راستے سے ہٹانے میں اپنی انتہائی کوشش صرف کر دی۔ اس نے اس راہ کا سب سے بڑا کانٹا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو سمجھ لیا تھا، لہٰذا اشعث کی بیٹی جعدہ کو اپنا آلۂ کار بنا کر زہر دلوایا اور شہید کر ڈالا۔ اس کے بعد جو لوگ بچے ان کو وعد و وعید کے ذریعہ اپنے گروہ میں شامل کر لیا۔ لیکن چار افراد اس کا سکون و اطمینان غارت کئے ہوئے تھے جس میں سرفہرست امام حسین علیہ السلام اور بقیہ عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر اور عبدالرحمٰن بن ابوبکر تھے۔ امیر شام نے ان چاروں افراد کے بارے میں یزید کو تاکید کی تھی خصوصا امام حسین علیہ السلام کے بارے میں بہت تاکید کی تھی کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ امام حسین علیہ السلام کے خون کا ایک قطرہ سیلاب بن کر اس کی حکومت کو بہالے جائے گا۔ لیکن کیا کیا جائے جب انسان بہت زیادہ عقلمند بننے کی کوشش کرتا ہے تو اس سے ایسی بیوقوفی سرزد ہو جاتی ہے جس کا تدارک ناممکن بلکہ محال ہوتا ہے۔ اسی عقلمندی کے نشہ میں امیر شام نے ایسا احمقانہ فعل انجام دیا جس کی وجہ سے وہ آج تک شدید عذاب میں مبتلا ہے۔ انہوں نے یہ سمجھا تھا کہ جب یزید مسلمانوں کی گردن پر مسلط ہو جائے گا تو اس حکومت کا گیند بنی امیہ میں محفوظ رہے گا لیکن

وہ بھول گئے کہ یزید کے سارے مظالم انہی کے کھاتے میں لکھے جائیں گے۔ کیونکہ ''من سن سنة سيئة كان له وزر من عمل بها الى يوم القيامة ''(یعنی) جوایک بری سنت قائم کرے گا اس کا سارا گناہ قیامت تک اسی کے سر پر ہوگا۔

امیر شام کے تمام مظالم ایک طرف، اور یزید کی ولی عہدی دوسری طرف تمام مظالم پر بھاری ہے کیونکہ ذریت رسول کا خون یزید نے بہایا۔ خانہ کعبہ کی بے حرمتی اور مدینۃ الرسول کی تاراجی یزید ہی کے ہاتھوں ہوئی ان تمام مظالم کے عذاب، امیر شام کے دفتر گناہ میں محفوظ ہیں۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے اسی تاریخ کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

یزید! تیرا باپ تیرا دشمن تھا جو تجھے اس خطرے میں ڈال کر فی النار ہوگیا۔ اسے اس کے گناہوں کا بدلہ بہت جلد قیامت کے دن مل جائے گا اور تو بھی اس سے ملکر اس عذاب کا مزہ چکھ لے گا۔

حسن ترکیب

اگر خطبہ کے اس حصہ کو بغور دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ جملہ قرآن مجید کی دو آیتوں سے مرکب ہے اس سے حضرت کی فصاحت و بلاغت کے لامتناہی کمال کا اندازہ ہوتا ہے کہ جہاں آپ نے قرآن مجید کی آیتوں سے بھی استفادہ فرمایا اور اپنے مطلب کو بھی اچھی طرح منتقل کردیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن آل محمد علیہم السلام کے گھر کی مادری زبان ہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿أَ فَتَتَّخِذُونَهُ وَ ذُرِّيَّتَهُ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِيْ وَ هُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ وَ بِئْسَ لِلظَّالِمِيْنَ بَدَلاً﴾(۱)

ترجمہ

(لوگو) کیا مجھے چھوڑ کر اس کو اور اس کی اولاد کو اپنا دوست بناتے ہو؟ حالانکہ وہ تمہارے

(۱) سورۂ کہف؛ آیت ۵۰

(قدیمی) دشمن ہیں۔ظالموں (نے خدا کے بدلے شیطان کو اپنا دوست بنایا یہ ان)
کا کیا برا بدلہ ہے۔

حضرت نے اس آیت کے ایک ٹکڑے سے استفادہ کرتے ہوئے ثابت کر دیا کہ یزید دشمن خدا ہے۔اسی لئے اس نے خدا کو فراموش کر دیا ہے اور اس دھوکہ میں ہے کہ اس نے بہت اچھا کام انجام دیا ہے جب کہ اس نے بہت برا کام انجام دیا ہے۔ یہ تو اس دن معلوم ہوگا جس دن تمام راز آشکار ہوں گے۔ قیامت تو اپنے مقررہ وقت پر آئے گی اور یقیناً وہاں حقائق آشکار ہوں گے(۱) لیکن اسی دنیا میں یزید کو امام حسین علیہ السلام کے قتل کے نتائج کی آ گاہی ہوگئی شائد یہی وجہ تھی کہ وہ بار بار کہہ رہا تھا کہ خدا ابن زیاد پر لعنت کرے۔لیکن غور وفکر کا مقام ہے کہ اگر بفرض محال مان لیا جائے کہ یزید کو امام حسین علیہ السلام کے قتل کی خبر نہ تھی،لیکن کوفہ سے شام تک مظالم سے بھی کیا ہندہ کا پوتا بے خبر تھا؟ اگر یزید کو خواہ مخواہ اہل حرم کی توہین منظور نہ ہوتی تو پہلے ہی کوئی مکان مہیا کر دیا جاتا اور اہل حرم اسی میں اتارے جاتے اور یزید ادب واحترام کے ساتھ سید سجاد علیہ السلام سے ملاقات کرتا مگر تاریخیں متفق ہیں کہ اہل حرم شام بلوائے گئے۔ یزید نے دربار عام میں نامحرموں کے مجمع میں اسراء آل محمدؐ کو طلب کیا۔اگر یہی ظلم ہوتا تب بھی زمین وآسمان کو لرزانے کے لئے کافی تھا مگر مزید برآں چوب خیزران اور حسینؑ کے ساتھ بے ادبی! یہ وہ قیامت خیز منظر تھا کہ جس پر مسلمان تو مسلمان،عیسائی بھی احتجاج کرنے پر مجبور ہو گئے۔

سپاہ اسلام،قوی

یزید علیہ اللعنۃ ،اپنی فوج،اپنے لشکر،اور حاجب و دربان،خلاصہ یہ کہ اپنی حکومت پر نازاں تھا کہ اس کے لشکر جرار نے آل محمد علیہم السلام کا گھر تباہ کر دیا۔لیکن اس کی فکر پر مفسرۂ قرآن نے ایسی کاری ضرب لگائی کہ وہ بلبلا اٹھا۔اس مطلب کو ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید کی فقط ایک آیت کے ایک حصہ سے استفادہ کیا۔خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿قُلْ مَنْ فِي الضَّلَالَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا حَتّٰىٓ إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ إِمَّا

(۱) سورۂ طارق؛ آیت/۹

الْعَذَابُ وَ اِمَّا السَّاعَةَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَكَاناً وَ اَضْعَفُ جُنْداً﴾(۱)
(اے رسول) ''کہہ دو جو شخص گمراہی میں پڑا ہے خدا اس کو ڈھیل ہی دیتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ اس چیز کو (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیں گے جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے، یا عذاب، یا قیامت۔ تو اس وقت انہیں معلوم ہو جائے گا کہ مرتبے میں بدتر اور لشکر (جتھے) میں کون کمزور ہے''

اس آیت شریفہ میں خداوند عالم کافر اور منافق کی حالت بیان فرما رہا ہے کہ ان کی حالت بدتر اور ان کا لشکر کمزور ہوگا۔ اس آیت شریفہ کے ذیل اور آخری ٹکڑے سے استفادہ فرماتے ہوئے مفسرۂ قرآن نے بھرے مجمع میں یزید کی حکومت کا بھرم کھول دیا کہ یہ حکومت خدائی ڈھیل ہے تاکہ یزید گناہوں کے سمندر میں غرق ہو کر باری تعالیٰ کی خدمت میں لایا جائے ایسی صورت میں یہ خوشی کا موقع نہیں ہے بلکہ یہ آٹھ آنسو بہانے کی گھڑی ہے کیونکہ روزگار اس حکومت کے انتظار میں ہے۔ اس جملہ نے یزید کے طلسم کو توڑ دیا اور بتا دیا کہ یزید! کفر وضلالت تیرا خاصہ ہے۔ اسلام وایمان، ہدایت ونجات ہمارا طرۂ امتیاز ہے۔

''و لئن جرت علی الدواهی مخاطبتک انی لاستصغر قدرک و استعظم تقریعک و استکثر توبیخک لکن العیون عبری و الصدور حری''

ترجمہ

''اگرچہ انقلاب زمانہ نے یہ نوبت پہنچادی ہے کہ میں تجھ سے بات کر رہی ہوں (لیکن) میری نظروں میں تیری کوئی وقعت نہیں ہے حتی کہ تیری توبیخ وسرزنش کو بھی میں اپنے لئے ایک بڑی مصیبت خیال کرتی ہوں۔ لیکن کیا کروں کہ دل بھرا ہوا ہے اور کلیجے میں آگ لگی ہے''

یکتائے روزگار

ذرا غور کیجئے! یہ آتش فشاں کس وجود سے ابل رہا ہے اور کس کے وجود کو جھلسا رہا ہے۔ جس خاتون

(۱) سورۂ مریم؛ آیت/۷۵

کے ہاتھ باندھے اور جس کا سارا کنبہ نذر خزاں ہو گیا ہو، جو اسیری کی صعوبتوں کو برداشت کرنے کے بعد ایک ایسے بے حیا بادشاہ کے سامنے کھڑی ہو جو اس وقت جو چاہے کر سکتا ہے۔ جہاں غیر مسلموں کا جم غفیر ہے اور اپنے تماشائی ہیں ایسے نازک ماحول میں کس کی جرأت و ہمت ہے کہ لب کشائی کرے۔ لیکن اسد اللہ الغالب کی علی دختر بھرے بازار میں تخت نشین بادشاہ کو ذلیل و رسوا کر رہی ہے اور علی الاعلان فرما رہی ہیں کہ یہ روزگار کا تماشا ہے کہ میں تجھ سے محو سخن ہوں ورنہ یہی گفتگو میرے لئے بہت بڑی مصیبت ہے۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا ایک کا لقب ''شجاعة'' ہے (یعنی) بہت زیادہ باشجاعت خاتون۔ اس لقب کی تفسیر اور جھلک حضرت زینب علیا مقام کی زندگی کے ہر گوشے میں مل جائے گی۔ اسی لقب کا نصف النہار خطبے کے اس حصے میں نمایاں ہے جس کے پرتو سے دنیائے کفر والحاد کو پسینہ آ گیا اور باطل اس کی تپش میں جھلس گیا۔

شہید محراب آیۃ اللہ دستغیبؒ فرماتے ہیں کہ علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں اس جملہ ''لقد جرت علی الدواھی مخاطبتک'' کے بارے میں دو احتمال ذکر کیا ہے۔

احتمال اول

''مخاطبتک''، فعل ماضی ''جرت'' کا مفعول ہے۔ یعنی اگرچہ مصائب کی یورش نے یہ نوبت پہنچا دی ہے کہ میں تجھ سے بات کروں۔ یعنی یہ ایک مجبوری ہے ورنہ کبھی بھی تجھ سے ہم کلام نہ ہوتی ظاہر ہے کہ جس خاتون کے سلسلے میں اہل محلّہ کو یہ تمنا رہ گئی کہ وہ آپ کی آواز سن لیتے اس مخدرہ کے لئے ایسے ناپاک طینت اور نجس فطرت سے بات کرنا یقیناً محال ہے۔ لیکن اسلام کی سربلندی اور دشمنان اسلام کی ذلت کی خاطر محافظ دین وشریعت نے یہ مصیبت بھی برداشت کر لی۔

احتمال دوم

''مخاطبتک''، فعل ماضی ''جرت'' کا فاعل ہے یعنی تجھ سے تخاطب ایک بڑی مصیبت ہے یعنی رجس و پلیدی اور عین شقاوت سے زینبؑ جیسی پاک طینت خاتون کا بات کرنا یقیناً مصیبت ہے۔

بہر حال اس جملہ سے یہ حقیقت آشکار ہو جاتی ہے کہ ملکۂ دو جہاں اس خطابت کو اپنے لئے مایۂ بزرگی تصور نہیں کر رہی ہیں بلکہ نیرنگیٔ روزگار سے مجبور ہو کر زبان اقدس سے اسلام کی سرفرازی اور شہادت حسینؑ کی عظمت کا اظہار کر رہی ہیں۔

قارئین کرام؛خصوصا خطبائے عظام !ذرا غور کیجیئے کہ اگر کوئی نہایت مجبوری میں خطابت کرے گا تو اس کا حال کیا ہوگا ؟ لیکن باوجودیکہ حضرت زینب علیھا السلام کے لئے یہ خطبہ ایک بہت بڑی مصیبت تھا لیکن ایسا خطبہ دیا کہ دنیا محو حیرت اور تماشائی انگشت بدنداں رہ گئے۔

دو وجہیں

حضرت زینب صلوات اللہ علیھا نے ایسا جملہ کیوں ارشاد فرمایا؟اس کی دو وجہ ہو سکتی ہے۔ایک تو یہ کہ آنے والے زرخرید مورخ کے قلم کی روشنائی خشک ہو جائے اور وہ زہر افشانی نہ کر سکے کہ (العیاذ باللہ) زینب تو تقریر کر کے فخر محسوس کر رہی تھیں کہ ایک بادشاہ کے سامنے عورت ہو کر اتنی اچھی تقریر کی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ جہاں مجمع زیادہ ہوتا ہے اور سارے جہاں کے لوگ موجود ہوتے ہیں خصوصا جب بادشاہ کے دربار میں نشست ہوتی ہے تو ہر آدمی یہی چاہتا ہے کہ بادشاہ کے سامنے کچھ بول کر اپنی شناخت قائم کرالے خصوصا اگر کسی کو خطابت کا خمار ہو تو پھر تو اس کا بیٹھنا مشکل ہو جاتا ہے۔اسی زعم ناقص اور فاسد خیال کو باطل کرنے کے لئے آغوش فضیلت کی پروردہ خاتون نے آنے والی تاریخ کے منہ پر تالا لگا دیا کہ یہ نہ سمجھنا کہ علی بن ابی طالب علیھما السلام کی دختر اوروں کی طرح اس خطابت کو اپنے لئے مایۂ فضیلت سمجھ رہی ہے بلکہ دختر زہرائے مرضیہ کے لئے یہ بہت بڑی مصیبت ہے۔

دوسری وجہ بھی قابل تصور ہے؛لیکن اس شخص کے لئے جس کی تاریخ پر نگاہ ہو یا کم از کم ہماری گذشتہ عرض داشت کو بغور پڑھ چکا ہو۔کیونکہ جیسا کہ ابتداء سے لے کر اب تک اس بات کی تکرار ہوتی رہی ہے کہ زینب کبریٰ ایسی خاتون کا نام ہے جن کا سایہ آفتاب نے بھی نہیں دیکھا۔لوگ جن کی زیارت کے مشتاق ہوتے تھے لیکن محروم رہتے تھے۔ایسی خاتون اگر بلوائے عام میں دشمن خدا سے مخاطب ہو تو یقیناً ظلم ہے۔

درس عبرت

آپ کا یہ جملہ کائنات کی عورتوں کے لئے ایک بہترین ومعتبر درس ہے۔خصوصا اس دور میں جب دنیا کے ہر خطہ میں آزادیٔ نسواں کا نعرہ لگ رہا ہے اور اس آزادی کو بے پردگی میں تلاش کیا جارہا ہے۔لیکن اگر کوئی مکتب زینبی کی طالبہ ہے اور ان کے اصولوں کی پابند ہے تو اسے آزادی میں زینب کبریٰ سے سبق لینا چاہیئے اور سب سے بڑا درس یہی ہے کہ بے پردگی آزادی نہیں ہے بلکہ ایک بہت بڑی مصیبت ہے کیونکہ پردہ عورت کی عفت ہے اگر پردہ چھن گیا تو عورت بے آبرو ہو جائے گی اور بے عزتی سب سے بڑا ظلم ہے۔لیکن مقام عبرت ہے دور جدید نے ہماری خواتین کا احساس چھین کر انہیں بے پردگی کا خوگر بنادیا ہے،جس پر وہ خود نازاں ہیں۔لیکن اے کاش کوئی یقین دلا دیتا کہ یہی عین مصیبت ہے۔

اس کے علاوہ ایک عظیم درس یہ بھی ہے کہ اگر ظالم پردہ اتارنے پر مجبور کردے تو ایسا نہیں ہے کہ خاموشی سے اس کا ظلم برداشت کرلیا جائے اور کہہ دیا جائے کہ ہم مجبور ہیں،ہم تو فلاں کے ہاتھوں اسیر ہیں۔ بلکہ ظالم کی توبیخ اس طرح کی جائے کہ اس کا ظلم آشکار ہو جائے۔

درسگاہ زینبی سے یہ درس تمام خواتین کے لئے ایک تحفہ ہے کہ بھرے دربار میں یزید کو بتادیا کہ اگر میں تجھ نابکار سے بات کررہی ہوں تو اس میں میری کوئی فضیلت نہیں ہے بلکہ میری نگاہ میں تو پست وحقیر ہے۔تو یہ سمجھ رہا ہے کہ ان بد اعمالیوں سے تو ہمارے کمالات تک پہنچ جائے گا۔ یہ تیری بہت بڑی غلط فہمی ہے۔تو نے درحقیقت اپنی پردہ دری کی ہے۔لیکن آیۂ تطہیر ہماری پردہ دار ہے۔

زینب علیا مقام کے اس طرز گفتار نے یزید کو مبہوت کردیا کہ بھرے مجمع میں ایک اسیر عورت مجھے اس طرح مخاطب کررہی ہے جیسے وہ بادشاہ ہو اور میں اسیر۔

ہاں اے یزید! تو فرزندان طلقاء میں شمار ہوتا ہے۔زینب کبریٰ نے تیرے اور تیرے بزرگوں کے سیاہ کارناموں سے نقاب الٹ دی ہے۔تو نے زینب علیا مقام کو قیدی نہیں بنایا، بلکہ تو خود اسیر ہو گیا۔ دختر علی و بتول علیہما السلام کی بے تابی کو یہ نہ سمجھ کہ وہ تیری حکومت سے ڈر گئی ہیں۔اس فکر میں نہ رہ کہ وہ تیرے خوف سے لرزہ براندام ہیں۔ بلکہ عزیزوں کے فراق نے آنکھوں میں اشک اور دل میں آگ لگادیا ہے۔اگر زہرائے مرضیہ کے دودھ کی تاثیر اور علی مرتضیٰ کی تربیت کا اثر نہ ہوتا تو کوئی دوسری خاتون یہیں

دم توڑ دیتی۔لیکن میرے سینے میں سیدۂ نساء العالمین اور امیرالمومنین کا دل ہے جنہوں نے تمام حوادث کے متلاطم طوفان میں ہواؤں کا رخ موڑ دیا۔ میں بھی ہر حال میں خدا کے دشمنوں سے لڑوں گی لیکن یہ تو انسان کی فطرت ہے کہ مصیبت پر آنسو بہاتا ہے اور مضطرب ہو جاتا ہے۔

بعض افراد کہتے ہیں کہ گریہ منافیٔ صبر و شجاعت ہے۔ ایسے لوگوں کو ام المصائب کی زندگی کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیئے۔ بتول عذراء کے بعد بہترین صبر و شجاعت کی مالک دختر زہرا حضرت زینب صلوات اللہ علیھا ہیں۔اگر کوئی آپ کے صبر کی تھاہ معلوم کرنا چاہے تو وہ دم توڑ دے گا لیکن زینبی صبر کا اندازہ نہیں لگا پائے گا۔

عالمۂ غیر معلّمہ خاتون دنیا کو درس دے رہی ہیں کہ گریہ منافی صبر نہیں بلکہ عین صبر ہے اشک و آہ ظالم کے خلاف مظلوم کا اسلحہ ہے گریہ ظلم کے محل کو جھلسا دیتا ہے۔ آنسو قلعۂ ظلم کو مسمار کر دیتا ہے۔ یہ آنسو مظلوم کی شمشیر ہے۔ یہ شریکۃ الحسین کا آنسو ہی تھا جس نے یزیدیت کو رسوا کر دیا اور جس نے بنی امیہ کے وجود کی دھجیاں اڑا دیں۔

''الا فالعجب کل العجب لقتل حزب الله النجباء بحزب الشیطان الطلقاء فھذہ الایدی تنطف من دمائنا و الا فواہ تتحلب من لحومنا وتلک الجثث الطواھر الزواکی تنتابھا (تتناھبھا)العواسل و تغفرھاامھات الفراعل''

ترجمہ

''خدا کی شان کہ خدا پرست افراد شیطانی لشکر طلقاء (آزاد شدہ افراد) کے ہاتھوں قتل ہوں! انہی ہاتھوں سے تو ہمارے خون ٹپک رہے ہیں اور انہی دہنوں سے ہمارے گوشت گر رہے ہیں اور ان پاک و پاکیزہ بدنوں سے بھیڑیئے سرکشی کر رہے ہیں اور بجوان کو خاک میں ملا رہے ہیں''

انتہائے تعجب کیوں؟؟

خطبہ کے اس ٹکڑے میں بی بی مخدرہ نے'' العجب '' تکرار کے ساتھ بطور تاکید استعمال فرمایا ہے۔ جب کہ عربی زبان میں تعجب کے لئے دو صیغے استعمال ہوتے ہیں (۱) ماافعل (۲) افعل به ؛لیکن کلمۂ تعجب کا ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہوتا ہے کہ وہ بات بہت زیادہ تعجب آور ہے۔ اس تناظر میں جب ہم اسوۂ خطابت کے جملہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ نہ یہ کہ آپ نے فقط کلمۂ ''عجب'' کو استعمال کیا ہے بلکہ اس کی تکرار فرمائی ہے نیز ''کل'' کے ذریعہ اس کی تاکید میں اوراضافہ فرمایا ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس کلمہ کے بعد جو بات بیان ہوگی اس سے زیادہ تعجب آور شی کائنات میں وقوع پذیر نہیں ہوگی ۔لیکن جب تعجب کے بعد دیکھتے ہیں تو ملتا ہے کہ حضرت مخدرہ نے قتل کو جائے تعجب قرار دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیاملکۂ فہم وفراست کی نگاہ میں امام حسین علیہ السلام اوران کے خاندان کا قتل ہوجانا جائے تعجب ہے؟ اگراس کا جواب مثبت میں دیا جائے تو اس کا نتیجہ بہت خراب ہے اس لئے کہ یہ خلاف قرآن اورخلاف سنت آل محمد علیہم السلام ہے کیونکہ شہادت تو آل محمد علیہم السلام کی شان وشوکت اورطرۂ امتیاز ہے۔ اگر ہم جواب منفی میں دیتے ہیں تو یہ سوال اٹھتا ہے کہ جب شہادت مایۂ افتخار ہے تو پھر اتنا سخت تعجب کیوں؟۔

لیکن اگر دختر خطیب منبر سلونی کے فصیح و بلیغ کلام میں دقت سے کام لیا جائے تو بخوبی معلوم ہوجائے گا کہ اس قدر متعجب ہونے کی وجہ کیا ہے۔ کیونکہ تعجب فقط قتل پرنہیں ہے بلکہ تعجب اس پر ہے کہ طلقاء (آزادشدہ) کی جرأت اتنی بڑھ گئی کہ انہوں نے ایسی ذوات مقدسہ کوقتل کردیا جن کے رحم وکرم کی وجہ سے آزادی کی بھیک ملی تھی یعنی پست وحقیر افراد اتنے جسوروئڈر اور دیدہ دلیر ہوگئے کہ وجہ بقائے کائنات کے خون سے ہاتھ رنگ لیا۔

کہا جاتا ہے کہ عمرو بن عبدود کی بہن جب اسیر ہوکر لائی گئی اور وہ اپنے بھائی کے جسد خاکی کی طرف آئی تو رونے کے بجائے خوشحال ہوئی کہ میرے بھائی کا قاتل بڑا شجاع ہے کیونکہ اس نے میرے بھائی کالباس نہیں اتاراہے۔

لیکن حضرت زینب کواس پرتعجب ہے کہ ہمارے آباء واجداد کے ہاتھوں آزاد ہونے والوں کی ہمت اتنی بڑھ گئی کہ انہوں نے اپنے ہی محسن کوقتل کرکے انہیں بے گوروکفن چھوڑ دیا۔ اسی وجہ سے بی بی نے

فرمایا:'' الا فالعجب کل العجب ...''

مقصود یہ ہے کہ قتل ہونے پر تعجب نہیں ہے بلکہ شیطان صفت طلقاء کے ہاتھوں قتل ہونے پر تعجب ہے جب کہ شیطانی گروہ غافل ہے کہ خدا پرست افراد کا مقدر کامیابی، اور گروہ شیطان خائب و خاسر ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف خداوند عالم نے اشارہ فرمایا ہے:

اللہ کا گروہ غالب ہے

﴿ وَ مَنْ يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهُ وَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ ﴾(۱)''اور جس نے خدا اور رسول اور (انہیں) ایمانداروں کو اپنا سر پرست بنایا (خدا کے لشکر میں آ گیا اور) اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا کا لشکر ہی غالب و کامیاب ہے''

اللہ کی پارٹی کامیاب ہے

﴿ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ اُوْلٰئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلاَ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾(۲)''خدا ان سے راضی ہے اور وہ خدا سے راضی ہیں یہی خدا کا گروہ ہے یاد رہے کہ خدائی گروہ والے افراد اپنی دلی مراد کو پہنچیں گے''

ان دو آیتوں سے استفادہ ہوتا ہے کہ خدا کی رضایت حزب اللہ کے لئے ہے۔ فلاح و کامیابی، فتح و غلبہ سب خدا کے گروہ کے لئے ہے۔ یہ صفتیں تو حزب اللہ کی ہیں لیکن بی بی مخدرہ نے ایک اور صفت ''النجباء'' کا اضافہ فرمایا ہے۔ مقصود یہ تھا کہ جو لوگ خدائی گروہ کے بارز ترین و روشن ترین مصداق تھے وہ ایسے طلقاء کے ہاتھوں شہید ہوئے جو خائب و خاسر ہیں۔ خداوند عالم شیطانی گروہ کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ اُوْلٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ اَلاَ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ ﴾

(۱) سورۂ مائدہ؛ آیت/۵۶

(۲) سورۂ مجادلہ؛ ۲۲/

''شیطان نے ان پر قابو پالیا ہے اور خدا کی یاد ان سے بھلادی ہے یہ لوگ شیطان کے گروہ ہیں سن رکھو کہ شیطان کا گروہ گھاٹا اٹھانے والا ہے''(۱)

ان دو قسم کی آیتوں سے مفسرۂ قرآن کا قرآن مجید پر کامل تسلط آشکار ہوتا ہے کہ ''حزب اللہ'' سے یہ ثابت کیا کہ یزید کامیابی ہمارا مقدر ہے اور حزب الشیطان کہہ کر بتادیا کہ یزید! شیطان نے بطور کامل تجھ پر تسلط قائم کرلیا ہے اور تجھے خدا کی یاد سے دور کردیا ہے۔ پس تو شیطانی گروہ کا سرغنہ ہے اور خسارہ تیرا مقدر ہے۔ اس کے بعد کلمۂ طلقاء کا اضافہ کر کے پھر فتح مکہ کی طرف اشارہ کردیا اور یزید کے خاندان کی اسلام سے دشمنی کی حقیقت کو اور واضح کردیا کہ تیری حکومت تو روزگار کی ستم ظریفی کا نتیجہ ہے ورنہ تو تو ہمیشہ ہمارے ماتحت رہے گا۔

خون کی لالی

یزید نے کربلا میں امام حسین علیہ السلام کو قتل کر کے یہ سمجھا تھا کہ امام حسین علیہ السلام نیست و نابود ہوگئے۔ لیکن حضرت زینب سلام اللہ علیہا اسی باطل پندار کی حقیقت کی طرف اشارہ فرمارہی ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کا خون کربلا میں نابود نہیں ہوسکتا بلکہ سونے والے تو سو گئے، لیکن ان کا خون پکار پکار کر کہہ رہا ہے، یہ خون دنیا کو بتادے گا کہ اس خون کا بہانے والا کون ہے۔ آسمان نے خون گریہ کر کے، زمین نے خون کے آنسو بہا کر بتا دیا کہ اس خون کا بہانے والا ہمیشہ رسوا رہے گا۔ بی بی مخدرہ اپنے جملہ ''**فهذه الايدی...**'' کے ذریعہ اسی طرف اشارہ فرمارہی ہیں کہ آج بھی ان ہاتھوں سے ہمارا خون ٹپک رہا ہے۔ نیز اس میں فعل مضارع کو استعمال کیا ہے ''تنطف'' اور فعل مضارع یا تو دوام ذاتی پر دلالت کرتا ہے(۲) یا عرض مستمر پر،(۳) یعنی مقصود یہ ہے کہ ان ہاتھوں نے فطری طور پر ہماری دشمنی میں خون بہایا ہے اور آج بھی اس کا اثر باقی ہے ولو اس کے چھپانے

....

(۱) سورۂ مجادلہ: آیت/۱۹

(۲) ادبیات عرب میں اسماء موصولہ میں سے ایک ''من'' ہے جو انسان کے لئے استعمال ہوتا ہے اسے کہتے ''من لمن یعقل'' یعنی من اس کے لئے ہے جو صاحب عقل ہے۔ واضح ہے عقل میں دوام ذاتی پایا جاتا ہے۔(۳) عرب کہتے ہیں ''فلان یتجر'' یعنی فلاں شخص کا پیشہ تجارت ہے اگر کوئی ایک بار تجارت کرتا ہے تو اس کے لئے فعل ماضی استعمال کرتے ہیں۔

کی بھرپور کوشش کی جارہی ہے لیکن یہ خون چھپنے والا نہیں کیونکہ ۔

جو چپ رہے گی زبان خنجر　　　　لہو پکارے گا آستیں کا

جگر خوار

جملہ ''الافوہ تتحلب من لحومنا ''یعنی ''ان دہنوں سے ہمارے گوشت گر رہے ہیں''، ممکن ہے کہ یہ واقعۂ جنگ احد کی طرف اشارہ ہو جہاں ہندہ کے منہ سے جناب حمزہ کا کلیجہ گراتھا۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ واقعۂ کربلا کی طرف اشارہ ہو کہ تو نے تو یہ چاہا تھا کہ ہمارا وجود ہضم کر جائے لیکن جس طرح تیری دادی سید الشہداء حمزہؑ کے جگر کو نگلنے سے معذور ہو گئی۔ اسی طرح تو بھی اپنی تمام کوششوں کے باوجود یہ کام نہ کرسکا اور نام حسین علیہ السلام نہ مٹا سکا بلکہ خود ہی نیست و نابود ہونے کا سامان فراہم کرلیا ہے۔ نیز یہ بھی ممکن ہے دونوں واقعوں کی طرف اشارہ ہو کیونکہ فعل مضارع ''تتحلب ''صفت مستمر کو بیان کر رہا ہے۔ بہرحال اس خاندان نے ہمیشہ آل محمد علیہم السلام کے وجود کو نیست و نابود کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے لیکن کیا کیا جائے کہ ۔

خود آپ اپنے دام میں صیاد پھنس گیا

درندوں سے بدتر

خطبہ کے اس حصہ کا آخری جملہ انسان کو متحیر کردیتا ہے۔ کیونکہ زینت فہم و فراست نے فرمایا کہ ان پاک و پاکیزہ جسموں کے ساتھ بھیڑیئے سرکشی کر رہے ہیں اور بجوانہیں خاک میں ملا رہے ہیں ''تنتاب''(۱) کے معنی دانت گڑانے کے ہیں اس کا مادہ و ریشہ ''نیب'' ہے جمع ''انیاب'' آتی ہے۔ آگے کے چار بڑے دانتوں کو ''انیاب'' کہتے ہیں۔

لیکن ''لہوف'' میں سید بن طاوؤس نے ''تتناھب'' مرقوم فرمایا ہے ''نھب''(یعنی) غارت کرنا یا غلبہ پانا۔(۲) بنابرین اگر ''تنتابھا العواسل'' ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ بھیڑیئے ان کو زخمی کر

(۱) المصباح المنیر: ص/۳۴۴، مجمع البحرین؛ ج/۲ص/۱۷۸، باب ما اولہ النون

(۲) المصباح المنیر: ص/۶۲۷

رہے ہیں اور چیر پھاڑ رہے ہیں۔اور اگر ''تتناهبها العواسل '' ہے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ بھیڑیئے ان کو غارت کرر ہے ہیں۔

دوسرا جملہ ''تعفرها امهات الفواعل '' ہے۔تعفیر یعنی خاک میں ملانا۔''فراعل'' جمع ''فرعل'' ہے۔لسان العرب میں فرعل کے معنی ''ولد الضبع''یعنی''بجو کا بچہ'' ہیں (۱) (بجو ایک گوشتخوار درندہ ہے)''امهات الفراعل '' کے معنی وہی بجو ہے جسے کفتار بھی کہتے ہیں۔اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ کیا حقیقتاً ان طیب وطاہر اجسام کے ساتھ درندوں نے بے ادبی کی ہے؟ واضح ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہوگا کیونکہ قطعی دلیلوں سے ثابت ہے کہ آل محمد علیہم السلام کا گوشت درندوں پر حرام ہے اس کی دلیل خود متوکل کے دربار کا وہ واقعہ ہے جہاں ایک عورت نے زینب بنت فاطمۃ الزہراء علیہما السلام ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔اہل دربار نے اس جھوٹی عورت کو جھٹلا تو دیا۔لیکن کوئی دلیل پیش نہ کرسکا جب حکومت اپنے تمام جاہ وحشم کے باوجود اس ایک جھوٹی عورت کا مقابلہ نہ کرسکی تو مجبوراً امام علی نقی علیہ السلام کی طرف رجوع کرنا پڑا۔امام علیہ السلام نے بھی اس عورت کی تکذیب فرمائی،لیکن جب لوگوں نے دلیل طلب کی تو فرمایا:''اس کی دلیل یہ ہے کہ فرزندان فاطمہ کا گوشت درندوں پر حرام ہے۔اس کو شیروں کے پاس بھیج دو اگر وہ سچ کہہ رہی ہے تو شیر اسے کبھی نہیں کھائیں گے'' متوکل نے جب اس عورت سے پوچھا تو اس نے کہا یہ اس طریقہ سے مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں۔امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہاں پر فرزندان فاطمہ میں سے بہت سے لوگ ہیں ان میں سے کسی کو بھیج کر دیکھ لے مطلب آشکار ہو جائے گا۔راوی کہتا ہے کہ اس وقت لوگوں کی صورتیں متغیر ہوگئیں بعضوں نے کہا یہ خود کیوں نہیں جاتے۔متوکل نے کہا اے ابوالحسن آپ خود کیوں نہیں جاتے؟ آپ نے فرمایا:''اگر تو چاہتا ہے تو میں ان درندوں کے پاس چلا جاؤں گا'' متوکل نے اس موقع کو غنیمت شمار کرتے ہوئے فوراً امام علیہ السلام کو درندوں کے پاس بھیج دیا۔حضرت جیسے ہی داخل ہوئے شیروں نے بڑی ہی فروتنی سے حضرت کے سامنے زمین پر اپنی گردنیں ڈال دیں۔حضرت نے ان کے سر کو سہلا کر حکم فرمایا کہ کنارے ہو جائیں تو وہ سب کے سب کنارے ہو گئے۔حکومت وقت نے جب یہ منظر دیکھا تو اسے اپنی

(۱) لسان العرب؛ ج۱۰،ص۲۴۱

حکومت کی چولیں ہلتی نظر آئیں لہٰذا فوراً امام علیہ السلام کو بلا لیا گیا۔ جب امام علیہ السلام آنے لگے تو شیر آپ کے لباس سے اپنے آپ کو ملنے لگے حضرت نے اشارہ کیا کہ پلٹ جائیں تو وہ پلٹ گئے۔(۱)

جن کی شان اتنی اجل وارفع ہو کہ درندے چھوٹے بچوں کی طرح ان سے پیار کررہے ہوں، بھلا ان کی کیا ہمت کہ وہ ایسے پاک و پاکیزہ وجود کے ساتھ بے ادبی کریں۔ علاوہ ازیں خود جن کو اس قدر ولایت تکوینی حاصل ہو کہ ایک اشارہ پر انسان و حیوان حتیٰ اونٹوں کی گھنٹیوں پر سکوت طاری ہو جائے تو ایسے بابرکت وجود کے ساتھ بھیڑیئے اور کفتار کیسے بے ادبی کرسکتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ خود عالمۂ غیر معلّمہ کو یقین تھا کہ شہداء کی لاشیں دفن ہو چکی ہیں۔ آپ نے امام زین العابدین علیہ السلام کو ام ایمن کی حدیث سنا کر تسلی دی ہے کہ خداوند عالم نے ایک گروہ کو مقرر فرمایا ہے جو ان لاشوں کو دفن کریں گے۔ نیز ایک دوسری روایت کے مطابق خود امام زین العابدین علیہ السلام نے باعجاز امامت ان طیب و طاہر اجساد کو سپرد خاک کیا ہے۔ ان تمام حقائق کی روشنی میں کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ عالمۂ غیر معلّمہ ایسی بے بنیاد گفتگو کریں جس کا عقل و مسلمات دین سے کوئی تعلق نہیں۔ تو پھر اس جملہ کا مقصود کیا ہے؟؟

اسے پڑھ لیجیئے

اس جملہ کی ظرافت اور فصاحت اس واقعہ سے معلوم ہوتی ہے جسے امام حسین علیہ السلام نے سحر عاشور کے وقت بیان فرمایا تھا۔ محدث قمی نے مناقب سے نقل فرمایا ہے کہ سحر کے وقت امام حسین علیہ السلام کو ہلکی سی نیند آ گئی فوراً بیدار ہو کر فرمایا: ''کیا تم لوگ جانتے ہو میں نے ابھی خواب میں کیا دیکھا؟'' لوگوں نے پوچھا: ''اے فرزند رسول آپ نے کیا دیکھا؟'' تو آپ نے فرمایا: ''میں نے دیکھا کہ کچھ کتے مجھ پر جھپٹ رہے ہیں تاکہ مجھے چیر ڈالیں ان میں سے ایک کتے کو دیکھا جس کے دو رنگ تھے وہ مجھ پر زیادہ سختی کر رہا تھا۔ میں گمان کرتا ہوں کہ ان میں سے جو مجھے قتل کرے گا اسے سفید داغ ہوگا'' (۲)

(۱) منتہی الامال؛ ج۲، ص۲۵۵۔۲۵۴

(۲) دمع السجوم؛ ترجمۂ نفس المھموم؛ ص۲۵۱

اس روایت نے ساری مشکل حل کردی کیونکہ اس واقعہ میں قاتلان امام حسین علیہ السلام کو کتے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ حضرت زینب سلام اللہ علیھا نے یزیدی لشکر کو بھیڑیوں اور کفتاروں سے تشبیہ دی ہے۔ کفتار چونکہ مردہ خوار جانور ہے لہٰذا حضرت نے تشبیہ دی ہے کہ جس طرح سے بجو جسم سے گوشت کو جدا کرتا ہے اسی طرح ان طیب و طاہر اجسام کو تیرے لشکریوں نے پامال کیا کہ ان کے جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے حتی بجدل ملعون نے امام حسین علیہ السلام کی انگلیاں کاٹ دیں۔ جس طرح بھیڑیا معصوم جانوروں پر حملہ کرتا ہے تیرے سپاہی بے گناہ ذریت رسولؐ پر ٹوٹ پڑے۔ یہ وہ مطلب ہے جس کا اقرار خود دشمن نے کیا۔ لہٰذا جب اہل حرم کا کارواں، دربار یزید میں داخل ہوا تو زحر بن قیس نے غلط طور سے بڑھا چڑھا کر اپنی جماعت کی بہادری اور اصحاب حسین کی بے بسی کا نقشہ کھینچتے ہوئے روداد جنگ، یزید کو سنائی۔ اسمیں اس نے کہا کہ ہم نے ان کو چاروں طرف سے گھیر کر اس طرح حملہ کر دیا جس طرح کبوتر پر شکرے حملہ کرتے ہیں...(۱)

علامہ مجلسی نے جلاء العیون میں جملہ تنتا بھا العواسل ...اور لقد جرت علی الدواھی کو ذکر نہیں فرمایا ہے جبکہ بحار الانوار میں یہ جملہ موجود ہے۔ ہم نے ان جملوں کی تشریح ''لہوف'' اور ''نفس المھموم'' کے نسخوں کی بنیاد پر کیا ہے امید ہے کہ خداوند عالم اسے قبول فرمائے گا اور ہماری لغزشوں کو بخش دے گا۔

''ولئن اتخذتنا مغنما لتجدنا وشیکا مغرما حین لا تجدالا ما قدمت یداک ومار بک بظلام للعبید والی اللہ المشتکی وعلیہ المعول''

ترجمہ:

''اگر تو آج ہمارے قتل اور ہماری اسیری کو غنیمت شمار کر رہا ہے تو بہت ہی جلد تو اسکام کا بے حد براہر جانہ اس وقت چکائے گا جب تو بجز اس چیز کے جو پہلے سے بھیج چکا ہے کچھ نہیں پائے گا اور تیرا پروردگار تو بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہے۔ ہمارا شکوہ فقط خدا کی طرف ہے

(۱) تاریخ طبری؛ ج ۵، ص ۴۵۹، سال ۶۰ھ

اور ہم اسی پر اعتماد کرتے ہیں‘‘

بہت بڑا دھوکا

خطبہ کے اس حصہ میں بی بی مخدرہ نے یزید کو مخاطب کر کے بتا دیا کہ یزید اگر تو امام حسین علیہ السلام کو قتل کر کے یہ سمجھتا ہے کہ تو نے بہت اچھا کام کیا ہے تو تیری بھول ہے تو بہت بڑے دھوکہ میں ہے۔ تو نے تو اپنے ہی لئے زحمت مول لی ہے اور جو تو نے اپنے زعم ناقص میں یہ ناروا کارنامہ انجام دیا ہے تو اس کا نتیجہ بھگتنے کے لئے آمادہ رہ۔

اپنی طرف توجہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس خطبہ کا مخاطب یزید لعنۃ اللہ علیہ ہے۔ لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ پر مسلم ہے کہ آغوش وحی کی پروردہ، مربیٔ امت اسلامی حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کا ہر جملہ آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم درس ہے۔ خصوصا حضرت علی علیہ السلام کے چاہنے والے، جو ایسی عظیم شخصیت سے محبت کا دم بھرتے ہیں ان کے لئے یہ پورا خطبہ مشعل راہ ہے۔ اسی جملہ میں بی بی مخدرہ نے عالم اسلام کو ایک درس دیا ہے کہ دیکھو کبھی شیطان کے فریب میں نہ آنا اور کبھی ظلم وستم کر کے اس خام خیالی میں نہ رہنا کہ تم نے بہت اچھا کام انجام دیا ہے بلکہ ہر عمل کا نتیجہ تمہیں وہاں دیکھنا پڑے گا۔

شہید دستغیب علیہ الرحمہ اس سلسلہ میں ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں: ایک شخص تھا جس کو مٹی کھانے کی عادت تھی۔ ایک دن وہ دکان سے زعفران خرید نے گیا تو اتفاق سے دکان دار کا ترازو مٹی کا تھا۔ جب دکان دار اندر زعفران لینے گیا تو اس شخص نے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے اس ترازو سے مٹی کھانا شروع کر دیا دکان دار نے اندر سے دیکھ لیا تو اور جان بوجھ کر دیر کرنے لگا، جب لوٹ کر آیا تو جتنی مٹی اس نے کھائی تھی اس کے اعتبار سے زعفران کم کر لیا اور پورے زعفران کا پیسہ بھی لے لیا، بیچارہ خریدار خوش خوش لوٹ گیا کہ آج ہم کو بہت زیادہ مٹی کھانے کو میسر ہوئی لیکن ہر عقلمند انسان سمجھ سکتا ہے کہ کس نے فائدہ اٹھایا اور کس نے نقصان۔ بیچارہ مشتری کتنے بڑے دھوکے میں ہے جو سمجھ نہیں پا رہا ہے کہ اس نے کیا کھو دیا اور کیا پایا۔

ہمارا حال بھی اسی خریدار جیسا ہے، ہم فکر کرتے ہیں کہ ہم نے نیکی انجام دی ہے۔ جب کہ حقیقت میں وہ عین گناہ ہوتا ہے۔ لہٰذا ہمیں حضرت کے کلام سے درس لینا چاہیئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم بھی اس مٹی

کھانے والے کی طرح خوش فہمی میں مبتلا ہو کر جہنم کا کندہ قرار پائیں ۔ کیونکہ وہ بھی اپنی خام خیالی میں یہی سمجھ رہا تھا کہ اس نے بہت فائدہ اٹھایا ہے لیکن درحقیقت وہ نقصان میں تھا۔ ہم بھی اگر حقیقت کی نگاہ سے اپنے اعمال کی طرف دیکھیں تو ہمیں اپنی حقیقت معلوم ہو جائے گی، ورنہ قیامت کے دن سب کچھ آشکار ہو جائے گا۔

یزید لعنۃ اللہ علیہ کو شریکۃ الحسین یہی سمجھا رہی تھیں کہ تجھے تیری بداعمالیوں کا نتیجہ قیامت کے دن مل جائے گا۔ کیونکہ خداوند عالم بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہے۔

قرآنی آہنگ

اس جملہ میں بھی ہم قرآنی آہنگ کا مشاہدہ کرتے ہیں کیونکہ آپ کا یہ جملہ آیات قرآنی کے آئینہ میں ہے۔ قرآن مجید میں خداوند عالم نے مختلف مقامات پر اس موضوع کو چھیڑا ہے کہ خدا بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہے۔ سورۂ ''آل عمران'' میں یہودیوں کے گناہوں کو ذکر کرنے کے بعد باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے گناہوں کا مزہ چکھو، پھر ارشاد ہوتا ہے ﴿ذَالِکَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْکُمْ وَ اَنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِیْدِ﴾ (۱) ''یہ انہیں کاموں کا بدلہ ہے جو تمہارے ہاتھوں نے (زاد آخرت بنا کر) پہلے سے بھیجا ہے ورنہ خدا تو کبھی (اپنے) بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے''

سورۂ 'انفال' میں خدائے تعالیٰ موت کے وقت کافروں کی حالت بیان فرماتا ہے کہ فرشتے انہیں کیسے ماریں گے اور کہیں گے کہ عذاب کو چکھو۔ پھر ارشاد ہوتا ہے: ﴿ذَالِکَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْکُمْ وَ اَنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِیْدِ﴾ (۲) ''یہ سزا اس کی ہے جو تمہارے ہاتھوں نے پہلے کیا کرایا ہے اور خدا بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہے''

سورۂ ''حج'' میں بھی اس مطلب کی طرف اشارہ ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص بدون علم خدا کے بارے میں مجادلہ کرتا ہے تو وہ دنیا میں بھی رسوا ہوگا اور آخرت میں بھی جہنم کے عذاب کا مزہ چکھے گا اس

(۱) سورۂ آل عمران؛ آیت ۱۸۲

(۲) سورۂ انفال؛ آیت ۵۱

وقت کہا جائے گا﴿ذَالِکَ بِمَا قَدَّمَتْ یَدَاکَ وَ اَنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِیْدِ ﴾(۱)(اس وقت اس سے کہا جائے گا) ''یہ ان اعمال کی سزا ہے جو تیرے ہاتھوں نے پہلے سے کئے ہیں اور بیشک خدا بندوں پر ہرگز ظلم نہیں کرتا ہے''

سورۂ ''فصلت''میں ارشاد ہوا:﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحاً فَلِنَفْسِہِ وَ مَنْ اَسَاءَ فَعَلَیْھَا وَ مَارَبُّکَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِیْدِ ﴾(۲)''جس نے اچھے کام کئے اپنے نفع کے لئے اور جو برا کام کرے تو اس کا وبال بھی اس پر ہوگا اور تمہارا پروردگار تو بندوں پر (کبھی) ظلم کرنے والا نہیں ہے''

سورۂ ''ق''میں قیامت کی حالت بیان فرماتے ہوئے کہ کس طرح فرشتے انسان کے ساتھ آئیں گے اور کس طرح وہاں راز فاش ہوں گے اور کیسے گناہ گار افراد جہنم میں ڈالے جائیں گے اور یہ کہ گناہ گاروں اور شیطان میں تو تو میں میں ہوگی۔اس وقت خداوند عالم فرمائے گا میری بارگاہ میں لڑائی جھگڑا نہ کرو میں نے تو پہلے ہی تم کو عذاب سے ڈرایا تھا۔اس کے بعد خداوند عالم فرمائے گا:﴿ مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَ مَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِلْعَبِیْدِ ﴾(۳)''میرے یہاں بات بدلا نہیں کرتی اور نہ میں بندوں پر (ذرا برابر) ظلم کرنے والا ہوں''

ان آیات شریفہ کی مختلف تفاسیر سے صرف نظر کرتے ہوئے،ہم اتنی بات ضرور کہہ سکتے ہیں کہ ظلم اپنی تمام قسموں کے ساتھ ذات باری تعالیٰ سے دور ہے۔

جناب زینب کبریٰ نے اپنے ایک جملہ میں تمام قرآنی مفاہیم کو سمیٹ کر سمجھا دیا کہ یزید! تیرا بھیجا ہوا توشہ خدا کے یہاں پہلے سے ہی آمادہ ہے۔

جبر محال ہے

ظالموں کا ایک بہت بڑا اسلحہ''جبر'' ہے۔یہ اسلحہ مختلف مقامات پر مختلف طریقوں سے استعمال

(۱)سورۂ حج؛آیت/۱۰

(۲)سورۂ حم سجدہ؛آیت/۴۶

(۳)سورۂ ق؛آیت/۲۹

کیا جاتا ہے۔ درحقیقت ایسے لوگ جبر کو جائز قرار دے کر چاہتے ہیں کہ ظالموں کے لباس کردار سے ظلم کے دھبوں کو مٹا دیں اور اسی فکر نے اپنی طرف سے ایک قاعدہ بنالیا کہ ''الخیر و الشر من اللہ'' اچھائی اور برائی سب اللہ کی طرف سے ہے اور شائد اسی نظریہ کے تحت اس مثل نے بھی بڑا رواج پالیا ہے کہ خطائے بزرگان گرفتن خطا است بزرگوں پر اعتراض کرنا بڑی بے ادبی ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ غلطی کو غلط کہنا ہی حق ہے بس انداز کا فرق ہوتا ہے۔ ان تمام باتوں کا واحد مقصد یہ ہے کہ جبر کے پانی سے ارباب ظلم و جور کے ظلم و ستم کو دھو دیا جائے۔ ارباب ستم کے وکیلوں نے اسی کے پیش نظر یہ کہہ دیا کہ امیر شام اور یزید علیھما الھاویہ نے جو کچھ کیا وہ خدا نے چاہا تھا۔

اس باطل نظریہ نے اتنی شہرت حاصل کی کہ علم کلام میں ایک نظریہ بنام ''جبر'' رائج ہو گیا۔ علم کلام میں اس نظریہ کے بانی ابوالحسن اشعری ہیں جن کا گروہ ''اشاعرہ'' کے نام سے معروف ہے۔ آپ اس کے قائل ہیں کہ انسان مجبور محض ہے اصول عقائد میں اکثر و بیشتر اہل سنت اسی نظریہ کے تابع ہیں۔ اگر چہ اس گروہ کے مقابلہ میں ایک دوسرا گروہ بنام ''معتزلہ'' موجود ہے جو انسان کو بطور کامل مختار سمجھتا ہے اور فقط عقل کو تقویت بخشتا ہے۔ حقیقت میں یہ نظریہ بھی باطل ہے اس لئے کہ اس کے نتائج بھی سنگین ہیں یہی وجہ ہے کہ امامیہ شیعہ اثنا عشری اپنے ائمہ کے بتائے ہوئے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے ائمہ کے بتائے ہوئے نعرہ کو دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں ''لا جبر و لا تفویض بل الامر بین الامرین'' نہ جبر ہے نہ تفویض بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک چیز ہے کہ انسان مختار بھی ہے اور مجبور بھی۔

جبر ایک برائی ہے اور خداوند عالم ہر برائی سے منزہ ہے جس طرح دو اور دو پانچ ہونا محال ہے اسی طرح جبر بھی محال ہے لیکن یہ دعویٰ محتاج دلیل ہے۔ ہم چونکہ کلامی بحث چھیڑنا نہیں چاہتے لہٰذا اس دعوے کو اصل موضوعی کی صورت میں مان رہے ہیں، باذوق افراد اس کی دلیل کتب کلامی میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ اس موضوع کو چھیڑنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ ہماری ممدوحہ محبوبۃ المصطفیٰ نے بھرے دربار میں نظریۂ جبر کو خاک میں ملا دیا نیز جیسا کہ آپ گذشتہ سطور میں پڑھ چکے ہیں کہ کوفہ میں بھی اس فاسد عقیدہ کا جنازہ نکال دیا جب عبیداللہ بن زیاد نے ''کیف رأیت ضع اللہ ...'' کہہ کر مسلک جبر کی جڑوں کی آبیاری کرنا چاہی تو فوراً عالمۂ غیر معلّمہ نے ''ما رأیت الا جمیلا'' کے ذریعہ ان باطل اوہام

کی ریشہ کنی کردی۔ پھر اس خطبہ میں بھی جملہ'' لا تجد الا ماقدمت یداک و ماربک بظلام للعبید '' کے ذریعہ اہل جبر کے منہ پر بھرپور طمانچہ لگا دیا اور سمجھا دیا کہ اپنے کاموں کو خدا کی طرف منسوب نہ کرو بلکہ تم عنقریب اس کا مزہ چکھ لوگے۔ آخر میں یہ بھی بتا دیا کہ اس ظلم کا بدلہ فقط خدا لے سکتا ہے لہٰذا ہم اسی سے شکایت کرتے ہیں کیونکہ اسی نے ظالموں کو دردناک عذاب دینے کا وعدہ کیا ہے۔ ہمیں تو بس اسی پر بھروسہ ہے'' و الی اللہ المشتکی و علیہ المعول ''یعنی ہم خدا ہی سے شکایت کریں گے اور ہم اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

'' فکد کیدک و اسع سعیک و ناصب جھدک فو اللہ لا تمحو ذکرنا و لا تمیت وحینا و لا تدرک امدنا و لا ترحض عنک عارھا ''

ترجمہ

''اچھا (اے یزید تجھ کو قسم ہے) تو کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھ اور اپنی پوری کوشش صرف، اپنی تمام جدوجہد ختم کردے لیکن خدا کی قسم تو ہمارے ذکر اور ہماری وحی کو فنا نہیں کرسکتا اور نہ ہمارے اصلی مقصد کو تو پہنچ سکتا ہے۔ اس خون ناحق کا دھبا تیرے دامن پر قیامت تک باقی رہے گا اور تو کبھی اس کو دھو نہیں سکتا''

بے انتہا درودوسلام

ہمارا لاکھوں بلکہ لامتناہی درودوسلام اس جرأت وشجاعت وصلابت وشہامت پر کہ اتنے مصائب کی یورش کے باوجود زینب کبریٰ سلام اللہ علیھا بنیان مرصوص اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح بھرے دربار میں یزید کو چیلنج اور تحدی کررہی ہیں کہ ائے ہندہ کے پوتے تو جو کرنا چاہتا ہے کرلے۔ جو سیاست کھیلنا چاہتا ہے کھیل لے، لیکن یاد رکھ کہ ہمارا ذکر محو ہونے والا نہیں ہے بلکہ تا قیام قیامت اور روز قیامت بھی ہمارا ذکر روشن رہے گا۔

توکل ایک عظیم دولت

خدا پر بھروسہ رکھنا، اپنے امور کو خدا کے حوالہ کر دینا، خدا پر تکیہ کرنا، تفویض امر الیٰ اللہ یہ تمام الفاظ توکل کی مختلف تعریفیں ہیں۔

مقصود یہ ہے کہ اگر انسان اپنے تمام امور خدا کے حوالہ کر دے تو اس کے بدلہ میں ایک ایسی کیفیت کا حصول اور روح کی بالیدگی میسر ہوتی ہے کہ جس کا کوئی جواب نہیں ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت اسے خوف زدہ نہیں کر پاتی۔

خداوند عالم نے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر توکل کی توصیف بیان فرماتے ہوئے اس کی تاکید فرمائی ہے۔

خدا کافی ہے

سب سے پہلی چیز جو خدا نے بھروسہ کرنے والوں کے لئے بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ خداوند عالم ایسے افراد کے لئے کافی ہے ﴿مَنْ یَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُهٗ﴾ (۱) ''جو اللہ پر بھروسہ کرے گا تو اللہ اس کے لئے کافی ہے'' علاوہ ازین خداوند عالم نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ آپ خدا پر بھروسہ رکھئے اور خدا وکیل ہونے کے اعتبار سے کافی ہے ﴿وَ تَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلاً﴾ (۲) ''خدا پر توکل کیجیئے یہ بہت ہے کہ خدا کسی کا وکیل بن جائے'' سورۂ ''توبہ'' میں اپنے نبی کی تسلی کے لئے فرمایا کہ اگر مشرکین آپ سے روگرداں ہوگئے ہیں تو ان سے کہہ دیجیئے کہ خدا کافی ہے میں نے اس پر توکل کیا ہے ﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ﴾ (۳) ''وہ لوگ آپ سے روگردانی اختیار کریں تو کہہ دیجیئے کہ میرے لئے اللہ کافی ہے جس کے علاوہ کوئی لائق پرستش نہیں ہے میں نے تو اسی پر بھروسہ کیا ہے''۔

(۱) سورۂ طلاق؛ آیت/۳

(۲) سورۂ احزاب؛ آیت/۴۸، نساء؛ آیت/۸۱

(۳) سورۂ توبہ؛ آیت/۱۲۹

خداوند عالم نے شیطان کو گوش گذار کرا دیا کہ وہ اللہ کے بندوں پر قدرت نہیں رکھتا ہے، کیونکہ یہ کافی ہے کہ خدا ان کا وکیل ہے﴿اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ وَ کَفیٰ بِرَبِّکَ وَکِیْلاً﴾(۱)''میرے بندوں پر تجھے قدرت حاصل نہیں ہے اور یہی کافی ہے کہ تیرا رب ان کا وکیل ہے''

ایمان کی پہچان

ایمان کی مختلف پہچان ہے ان صفات حمیدہ میں سے مومنین کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ خدا پر بھروسہ کرتے ہیں﴿اِنَّمَا الْمُوْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیَاتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَاناً وَ عَلیٰ رَبِّهِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ﴾(۲)''سچے ایماندار تو بس وہی لوگ ہیں کہ جب (ان کے سامنے) خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ہل جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو اور بھی زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ بس اپنے پروردگار ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں''۔

اس آیت شریفہ میں خداوند عالم نے مومنین کی ایک صفت ''توکل علی اللہ'' بیان فرمایا ہے اس کے علاوہ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر ملتا ہے﴿وَ عَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُوْمِنُوْنَ﴾(۳)''مومنین کو اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیئے''

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں''اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ''(۴) حدیثیں تو اس سلسلے میں کثرت سے وارد ہوئی ہیں۔حتیٰ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ دنیا کا قوی ترین انسان وہ ہے جو خدا پر بھروسہ رکھے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے عنوان بصری سے فرمایا کہ حقیقت عبودیت تین چیزیں ہیں ۱۔بندہ کسی چیز کو اپنی ملکیت نہ سمجھے ۲۔اپنے لئے تدبیر نہ کرے ۳۔اس کی تمام تر مشغولیات اوامر و نواہیٔ الٰہی میں

(۱) سورۂ بنی اسرائیل؛ آیت/۶۵

(۲) سورۂ انفال؛ آیت/۲

(۳) سورۂ آل عمران؛ آیت/۱۶۰۔مائدہ؛ آیت/۱۱۔توبہ؛ آیت/۵۱۔ابراہیم؛ آیت/۱۱۔مجادلہ؛ آیت/۱۰۔تغابن؛ آیت/۱۳ (۴) سورۂ مومن؛ آیت/۴۴

ہوں۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے ہر ایک کا فائدہ بیان فرمایا۔لیکن بخاطر اختصار فقط دوسری شرط کا فائدہ مرقوم ہے''و اذا فوض العبد تدبیر نفسه علی مدبره هان علیه مصائب الدنیا ''''جب انسان اپنے سارے امور خدا کے حوالے کر دے گا تو دنیا کے مصائب اس کے لئے معمولی ہو جائیں گے''۔

ایک شبہ

ممکن ہے کہ کسی کے ذہن میں سوال پیدا ہو کہ یہ کیسا توکل ہے جو انسان کو بے کار کر دے اور انسان ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے کہ ہم کچھ نہیں کریں گے بلکہ ہر کام خدا کرے گا۔

درحقیقت یہ اعتراض مفہوم توکل سے ناآشنائی کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنا، توکل نہیں ہے۔ بلکہ محنت ومشقت،توکل کے مہم ارکان ہیں۔ کیونکہ اگر اس اعتراض کی کوئی حقیقت ہوتی تو پیغمبرؐ اسلام کسی جنگ میں شرکت ہی نہ کرتے۔ بنا برین توکل اس کا نام ہے کہ انسان خداوند عالم کے بتائے ہوئے اصولوں کے ذریعہ اسباب فراہم کرے لیکن ان اسباب پر بھروسہ کرنے کے بجائے خدا پر بھروسہ کرے رزق کے حصول کے لئے اسباب فراہم کرنے میں محنت کرے،تلاش معاش میں صبح گھر سے نکل جائے،مریض ہے تو ڈاکٹر کے پاس جائے بیمار ہے تو دوا استعمال کرے،لیکن روزی کو اسی تلاش وکوشش کا نتیجہ نہ سمجھے اور بزبان معصوم آواز دے''اذا مرضت فهو یشفین ''''جب ہم مریض ہوئے تو خدا ہمیں شفا دیتا ہے''

موضوع توکل کی یہ ایک ہلکی سی جھلک تھی، ہم اس سے زیادہ بحث کو طولانی کرنا نہیں چاہتے ہیں۔ اس بحث کو چھیڑنے کا واحد مقصد یہ تھا کہ ان مطالب کی روشنی میں ہم عالمۂ غیر معلّمہ کی معرفت میں دو چار قدم اور آگے بڑھ جائیں، کیونکہ علی الظاہر تو بی بی مخدرہ کی تمام دولت لٹ گئی تھی؛ لیکن اس کے باوجود پچھلے جملہ میں فرمایا''علیه المعول ''ہماری تکیہ گاہ تو وہی خدا ہے،ہم اس پر بھروسہ کرتے ہیں نیز اس جملہ میں بھی بھرے دربار میں یزید کو چیلنج کر دیا کہ تیری ساری کوششیں بیکار ہیں تو جو کرنا چاہتا ہے کر لے؛لیکن ہمارا نام اور ہمارا ذکر مٹ نہیں سکتا۔

گذر زمان نے اس دعوے کی روشن دلیل پیش کر دی، بنی امیہ نے چاہا تھا کہ ہم آل محمد علیہم السلام

کوصفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دیں گے لیکن تمام تر کوششوں کے باوجود آج بھی فضائل و کمالات آل محمد علیھم السلام کا سورج چمک رہا ہے جس نے اس بات کو ثابت کر دیا کہ ذکر آل محمد علیھم السلام کی حفاظت کا ذمہ دار خداوند عالم ہے اور جس کی حفاظت خدا کے ہاتھوں میں ہو حوادث کی تند ہوائیں اور زمانے کی طغیانی اس کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتی۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

حضرت نے اس کے علاوہ ایک دوسری پیشین گوئی فرمائی ''لا ترحض عنک عارھا'' ''اس دھبے کو تو نہیں دھو سکتا'' اور جس طرح آپ کی پہلی پیشین گوئی معرض وجود میں منصۂ شہود پر ظہور پذیر ہوئی اسی طرح آپ کی یہ دوسری پیشین گوئی بھی روز روشن کی طرح آشکار ہو گئی۔

تاریخ گواہ ہے کہ اس افسوسناک واقعہ کے بعد حکومت کے چشم و ابرو پر حرکت کرنے والی تاریخوں نے اس دھبے کو مٹانے کی بھر پور کوشش کی اور طرح طرح کے ہتکنڈوں سے اس ننگ و عار کو ختم کرنے کی کوششیں ہوئیں حتی بعضوں نے تو لعنت سے بھی منع کیا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس طرح اس کے والد یا صحابہ میں کسی اور پر لعنت کرنے کا دروازہ کھل جائے۔(۱) تعجب تو مولانا ابوالاعلی مودودی پر ہے، جنہوں نے خلافت و ملوکیت میں اس بات کا عہد کیا تھا کہ ہم غلط کو غلط کہیں گے اور ان کی اس روش کو دیگر برادران اہل سنت نے قبول نہیں فرمایا بلکہ ان کے خلاف کتابیں بھی لکھیں جیسا کہ انہوں نے خود مذکورہ کتاب میں اس کا تذکرہ کیا ہے لیکن وہ اپنے اس عہد پر قائم نہ رہے اور یزید کے سلسلے میں مختلف نظریہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''میرا اپنا میلان اس طرف ہے کہ صفات ملعونہ کے حاملین پر جامع طریقہ سے تو لعنت کی جاسکتی ہے (مثلا یہ کہا جاسکتا ہے کہ ظالموں پر خدا کی لعنت) مگر کسی شخص خاص پر متعین طریقہ سے لعنت کرنا مناسب نہیں ہے، کیونکہ اگر وہ زندہ ہو تو ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے

(۱) خلافت و ملوکیت؛ ص/۱۸۳

بعد میں توبہ کی توفیق عطا فرمادے، اور اگر مر چکا ہو تو ہم نہیں جانتے کہ اس کا خاتمہ کس چیز پر ہوا ہے۔ اس لئے ہمیں ایسے لوگوں کے غلط کاموں کو غلط کہنے پر اکتفا کرنا چاہیئے اور لعنت سے پرہیز کرنا اولیٰ ہے۔ لیکن اس کے معنی یہ بھی نہیں ہیں کہ یزید کی تعریف کی جائے اور اسے رضی اللہ عنہ لکھا جائے''(۱)

فاضل وکیل نے بھرپور کوشش کی ہے کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ ورنہ جامع طریقہ سے لعنت کرنے کا کیا معنی ہے؟ جامع پر تو اس وقت حکم صادر کیا جاتا ہے جب فرد کا علم نہ ہو۔ جب فرد کے بارے میں علم تفصیلی ہو تو جامع پر حکم نافذ کرنا خلاف عقل وعرف ہے۔ نیز یہ لفظ ''مناسب'' اور ''اولیٰ'' اس بات کا بین ثبوت ہے کہ محترم مودودی صاحب کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ فقط میلان برائے میلان ہے اور اجتہاد بالمقابل نص ہے خود محترم فاضل وکیل کی تحریر کے مطابق رسول اسلام نے لعنت فرمائی ہے۔(۲) خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ جو رسول خدا کو اذیت کرے گا اس پر خدا کی لعنت ہے(۳) اس کے باوجود بھی آپ کو نہیں معلوم کہ خدا ایسے شخص کو توبہ کی توفیق نہیں دے سکتا۔ کیونکہ ایسا شخص دنیا وآخرت میں خدا کی رحمت سے دور ہے(۴) اور توفیق توبہ تو خدا کی ایک رحمت ہے تو ایسا شخص کیسے مشمول توفیق ہوگا۔

محترم فاضل وکیل تو مفسر قرآن مجید ہیں لیکن انہیں نہیں معلوم کہ ایسے لوگوں کا خاتمہ کس چیز پر ہے جب کہ خدا فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے رسوا کنندہ عذاب آمادہ ہے۔(۵) قرآن مجید تو ''اذن'' ان کے تو کان ہی کان ہیں مقصود یہ تھا کہ ان کے کان اتنے بڑے ہیں کہ وہ سب کچھ سن لیتے ہیں) کہنے

---

(۱) خلافت وملوکیت؛ حاشیہ،ص؍۱۸۳

(۲) خلافت وملوکیت؛ص؍۱۸۲

(۳) سورۂ احزاب؛ آیت؍۵۷

(۴) سورۂ احزاب؛ آیت؍۵۷

(۵) سورۂ احزاب؛ آیت؍۵۷

والے کو بتا رہا ہے کہ یہ کلمہ بھی اذیت رسول ہے اور جو رسول اللہ کو اذیت دے گا اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔(۱) لیجئے اب تو خاتمہ بھی معلوم ہو گیا فقط ''اذن'' کہنے والے کا خاتمہ تو معلوم ہے۔ اصل وحی کا انکار والے کا خاتمہ آپ کو نہیں معلوم؟۔

جناب مودودی جیسے مفسر قرآن سے بعید ہے کہ وہ قرآن مجید کی اتنی بدیہی آیت کو فراموش کر دیں اور یزید کا خاتمہ نامعلوم سمجھ کر اسے خدا کے حوالے کر دیں۔ جناب مودودی صاحب جس ڈر سے لعنت سے پرہیز کر رہے ہیں اسی ڈر سے ہم لعنت کرتے ہیں کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایسے لوگوں پر لعنت نہ کرنے کی وجہ سے ہم خود مستحق لعن ہو جائیں۔

ہاں مودودی صاحب کو یہ ضرور سمجھ میں آیا کہ یزید کو رضی اللہ عنہ نہ کہا جائے ،لیکن میں کہتا ہوں کہ جب آپ کو کچھ معلوم ہی نہیں تو دعا کرنے میں کیا مضائقہ ہے دعا کرتے رہیئے کہ خدا یزید سے راضی ہو جائے اور غلط کو بھی غلط نہ کہیئے کیونکہ آپ کی نگاہ میں غلط کام کرنے سے بزرگی میں کمی نہیں آتی (۲) وہ تو خدا ہے جو اپنا عہدہ ظالموں کو نہیں دیتا ہے۔(۳)

درحقیقت یہ ایک نرالا طریقہ ہے جس سے اس بات کی بھرپور کوشش کی گئی ہے کہ یزید سے اس کے دھبہ کو جدا کر دیا جائے لیکن زینب کبریٰ کا جملہ آج بھی پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یزید تیرے وکلاء اپنی ساری طاقتیں صرف کر دیں لیکن اس ننگ و عار کو تجھ سے جدا نہیں کر سکتے یہ دھبا قیامت تک تیرے وجود پر باقی رہے گا۔ آج ہر موذن ''أشهد ان محمدا رسول الله '' کہہ کر بتا رہا ہے کہ یزید نے جس وحی کو مٹانے کی کوشش کی تھی وہ آج بھی باقی ہے یہ ماذنے اور گلدستۂ اذان پر موذن کی اذان، بنی امیہ کی شکست، شمشیر پر خون کی فتح اور ظالم پر مظلوم کی ظفریابی کا اعلان ہے۔ اس وقت سے لے کر آج تک حضرت کی پیشین گوئی حرف بحرف ثابت ہوتی رہی ہے اور قیامت تک اس کلام کی سچائی ثابت ہوتی رہے گی۔ شائد

(۱) سورۂ توبہ؛ آیت/۶۱

(۲) خلافت وملوکیت؛ ص/۳۰۶

(۳) سورۂ بقرہ؛ آیت/۱۲۴

اب امام زین العابدین علیہ السلام کا یہ جملہ ''انت عالمة غیر معلمة ،فهمة غیر مفهمة '' کچھ کچھ سمجھ میں آئے۔

''و هل رأیک الافند و ایامک الاعدد و جمعک الابدد یوم ینادی المنادی الا لعنة الله علی الظالمین''

ترجمہ

''تیری رائے یقیناً غلط، تیری زندگی بہت محدود اور تیرے اردگرد کا مجمع بہت جلد تتر بتر ہونے والا ہے۔ وہ دن بہت نزدیک ہے جب منادی ندا کرے گا کہ ''ظالموں پر خدا کی لعنت ہے''

یزید تو سٹھیا گیا ہے

جب بوڑھا انسان الٹی سیدھی باتیں کرتا ہے تو عرب کہتے ہیں ''قد افند ''(۱) ذرا آپ اس جملہ کی ضرب کاری کو ملاحظہ فرمایئے بھرے دربار میں ایک رسن بستہ خاتون ایک بادشاہ سے کہہ رہی ہے کہ تیری عقل زائل ہو چکی ہے تو سٹھیا گیا ہے کیونکہ تو نے امام حسین علیہ السلام کو قتل کر کے اور ان کی ذریت کو اسیر کر کے یہ سمجھا کہ تیرا راستہ صاف ہو گیا اور اب تو جو بھی چاہے کر سکتا ہے؛ لیکن تیری یہ فکر تیرے دیوالیہ پن کا روشن ثبوت ہے تو ہماری دشمنی میں دیوانہ ہو چکا ہے تیری عقل بیکار ہو گئی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ تو ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

جوان مرگ

طولانی حیات خداوند عالم کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے۔ جس کو خداوند عالم نے اپنے

(۱) مجمع البحرین؛ ج۳، ص۱۲۲، باب الدال

خاص بندوں کو عطا فرمایا ہے۔ چھوٹی حیات اور کم عمری میں موت کے مختلف اسباب ہیں کبھی رشتہ داروں سے قطع تعلق کے نتیجے میں حیات کی رسی چھوٹی ہو جاتی ہے، کبھی عقوق والدین سبب قرار پاتا ہے کہ انسان کم عمری میں اس دنیا سے گذر جائے۔ کبھی دوسروں پر ظلم کرنا سبب قرار پاتا ہے کہ انسان جوانی میں اس دنیا سے اٹھ جائے۔

لیکن اس بات کو مدنظر رکھنا چاہئے کہ یہ کلیہ نہیں ہے بلکہ کبھی کبھی بطور امتحان بھی جوانی میں موت آجاتی ہے لیکن کم عمری میں موت کی ایک اہم وجہ پہلی ہی صورت ہے، اور چونکہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی اعلیٰ روح نے اسے درک کر لیا تھا کہ یزید کو اس کے گناہوں کی سب سے پہلی سزا یہ ملے گی کہ وہ جوان مرگ اس دنیا سے اٹھے گا۔ لہٰذا بطور پیشین گوئی فرمایا کہ وایامک الا عدد تیری زندگی انگلیوں پر گننے لائق ہے۔ یہ پیشین گوئی اس طرح حرف بحرف ثابت ہوئی کہ چند دنوں کے اندر اندر ۳۷/سال کی عمر میں ۶۴ھ میں یزید فی النار ہو گیا۔

متفرق گروہ

بدد؛ بددت الشی، فرقتہ (۱) یعنی میں نے اس کو تتر بتر کر دیا۔ مقصود یہ ہے کہ یزید! یہ جاہ وحشم، کنیز و غلام، حاجب و دربان، فوج ولشکر سب کے سب عنقریب تتر بتر ہو جائیں گے۔ یہ ایک تیسری پیشین گوئی ہے کہ یزید! عنقریب تیری حکومت مٹ جائے گی۔ آپ کی یہ پیشین گوئی چھ سال کے اندر اندر ثابت ہو گئی ۶۱ھ میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا اور ۶۶ھ میں قاتلان امام حسین علیہ السلام فی النار ہو گئے۔

ایک اعتراض

ممکن ہے کوئی یہ اعتراض کر دے کہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے یہ جملے تو قیامت کے لئے ہیں اور اس کی دلیل ''یوم ینادی المنادی'' ہے یعنی یہ اس دن ہوگا جب منادی ندا دے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ

....

(۱) المصباح المنیر؛ ج/۱، ص/۳۸

یہ اعتراض غور وفکر نہ کرنے کا نتیجہ ہے کیونکہ قیامت کے دن تو یقیناً یزید کی ساری حقیقت کھل کر سامنے آ جائے گی لیکن اہل دنیا کے لئے خداوند عالم نے اسی دنیا میں عذاب کی ایک جھلک دکھا دی کہ جب دنیا میں یہ حالت ہے تو قیامت میں کیا ہوگا۔

درحقیقت شریکۃ الحسین اس امر میں بھی اپنے بھائی اور اپنے امام کی شریک ہیں۔امام حسین علیہ السلام نے جناب ابوذر کے غلام جون کی لاش پر آ کر دعا فرمائی تھی''**اللھم بیض وجھه و طیب ریحه و احشره مع الابرار وعرّف بینه و بین محمد و آل محمد**'' ''خدایا اس کے چہرہ کو روشن اور اور (اس کے بدن کی بد بو کو) خوشبو (میں تبدیل) کر دے اور اسے نیکوں کے ساتھ محشور فرما نیز اس کے اور محمد و آل محمد علیھم السلام کے درمیان آشنائی قرار دے''۔لیکن امام زین العابدین علیہ السلام، اعجاز امامت سے جب شہداء کو دفن کرنے کے لئے آئے تو دیکھا کہ ایک لاش سے نور ساطع ہو رہا ہے۔ جو آسمان کی طرف جا رہا ہے بنی اسد نے پوچھا یہ کس کی لاش ہے؟ تو فرمایا ''جون کی'' یہ میرے بابا کی دعاؤں کا اثر ہے۔

اسی طرح شریکۃ الحسین نے بھی اس پیشین گوئی کو قیامت پر موکول کیا تھا لیکن خدا نے دنیا میں ثابت کر کے بتا دیا کہ یہ صدیقۂ کبریٰ کی صدیقۂ صغریٰ دختر ہے جس کی بد دعا کا اثر اس دنیا میں بھی ظاہر ہوا اور آخرت میں بھی ظاہر ہوگا۔خطبہ کے اس حصہ میں بھی ہم ملاحظہ کرتے ہیں کہ آپ نے قرآن مجید کی آیت سے استفادہ کیا ہے۔کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿**اَلاَ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ**﴾(۱) ''آگاہ ہو جاؤ کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہے''

آپ کا قدم قدم پر قرآن مجید کی آیتوں سے استفادہ کرنا ایک عظیم درس ہے کہ ہمیں ہمیشہ قرآن مجید کی خدمت میں حاضر رہنا چاہیئے۔

''**فالحمد لله رب العالمین الذی ختم لا و لنا بالسعادة و**

(۱) سورۂ ہود؛ آیت/۱۸

المغفرة و لاخرنا بالشهادة و الرحمة و نسأل الله أن يكمل لهم الثواب و يوجب لهم المزيد و يحسن علينا الخلافة انه رحيم ودود و حسبنا الله و نعم الوكيل''

ترجمہ

''شکر ہے اس خدا کا جس نے ہمارے پیش رو بزرگوں کا انجام سعادت کے ساتھ اور ہمارے آخری بزرگوں کا انجام شہادت و رحمت کے ساتھ مقرر فرمایا، اب ہم خدا سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ان لوگوں کے ثواب کو کامل فرمائے اور اس میں زیادتی کرے اور ہماری جانشینی و خلافت کو بہترین قرار دے کیونکہ وہ رحیم و ودود ہے، اور ہمارے لئے کافی اور بہترین ناصر و معین ہے''

ہر حال میں خدا کا شکر

یہ جملہ خطبے کا آخری حصہ ہے جس سے مختلف سبق حاصل کر سکتے ہیں۔

ادباء کے درمیان خصوصاً عربی زبان میں یہ بات معروف ہے کہ اس متکلم کا کلام فصیح و بلیغ ہے جس کے کلام کا آغاز و انجام ایک دوسرے سے متناسب ہو۔ اسی وجہ سے قرآن مجید کو شاہکار ادب بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ہر سورہ میں یہ خصوصیت بدرجہ اتم موجود ہے۔ اس فرض کی بنیاد پر حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے خطبہ کو غور سے دیکھیئے ابتداء میں فرمایا: ''**الحمد لله رب العالمين** ... '' اور انتہا میں فرمایا: ''**فالحمد لله رب العالمين** ... '' آیا دنیا کا بڑے سے بڑا مایۂ ناز ادیب اتنی صلاحیت رکھتا ہے کہ اتنے نامساعد حالات کے باوجود ایسا منظّم و منسجم کلام پیش کر دے؟

اس ابتدا اور اس انتہا سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ انسان کو ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے کیونکہ جو ظلم آل محمد علیہم السلام پر روا رکھے گئے، اب دنیا میں وہ ظلم کسی پر نہیں ڈھائے جائیں گے۔ لیکن اس کے باوجود خاندان عصمت و طہارت نے شکر کا دامن نہیں چھوڑا کیونکہ جو نعمتیں اس نے دی ہیں اس کے مقابلے میں ان مصائب کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ جس خدا نے اس خاندان کے پیش رو بزرگوں کے لئے

سعادت ومغفرت اور آخر کے بزرگوں کے لئے شہادت کو مقرر فرمایا ہو، اس ذات باری کا جتنا شکر بجالایا جائے کم ہے کیونکہ شہادت جیسی فضیلت کے مقابلہ میں یہ مصائب بے ارزش ہیں۔

شہادت کی فضیلت کے لئے یہی کافی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام دعا فرمارہے ہیں ''قتلا فی سبیلک فوفقنا ''(ا) ''خدایا ہم تیری راہ میں قتل ہونا چاہتے ہیں پس تو ہمیں اس کی توفیق عنایت فرما''

بنابرین وہ خدالائق شکر وثنا ہے جس نے ہمارا خاتمہ شہادت کو قرار دیا ہے۔ اس جملہ سے ہمیں درس لینا چاہیئے کہ اگر ہم آل محمد علیہم السلام کے چاہنے والے ہیں تو ہماری زندگی بھی ایسی ہو جس کی ابتدا سعادت ومغفرت اور انتہا شہادت ورحمت ہو۔

بزرگوں کی یاد

روایات میں آیا ہے کہ میت کے لئے دعا کرو چاہے وہ نماز میت ہو یا غیر از میت۔ نیز اس کی سفارش کی گئی ہے کہ پسماندگان کے حق میں دعا کی جائے لہٰذا ہم نماز میت میں پڑھتے ہیں ''و اخلفه علی عقبه فی الغابرین ''''خدایا اس میت کے پسماندگان کے لئے تو جانشین بن جا''

ہاں جن کے بزرگ اتنے روشن ہوتے ہیں وہی ان کو یاد کرتے ہیں اور ان کی یادیں مناتے ہیں ان کی قبروں پر جاتے ہیں زیارتیں پڑھتے ہیں۔ تمام زحمت ورسوائی برداشت کرتے ہیں، کوڑے کھاتے ہیں، کفر وشرک کے طعنے سنتے ہیں؛ لیکن اپنے بزرگوں کو فراموش نہیں کرتے ہیں بلکہ ان کی یادیں مناکر ان کے مزار پر چراغاں کر کے دنیا والوں کو بتاتے ہیں کہ ہمارا ماضی تابناک ہے ہمارے بزرگ تاریخ کا جھومر ہیں۔

ہاں جن کا ماضی تاریک ہے وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ''میرے بارے میں میرے باپ سے اوپر تحقیق نہ کرو'، جن کا ماضی کربناک اور عذاب ہوتا ہے وہ یہ کہا کرتے ہیں۔

(ا) مفاتیح الجنان؛ اعمال ماہ رمضان

یاد ماضی عذاب ہے یارب
چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

لیکن جن کا ماضی روشن ہوتا ہے وہ اپنے ماضی کو یاد کر کے خوش ہوتے ہیں۔

حضرت زینب علیہا السلام کی زیارت

بزرگوں کو یاد کرنے کی مختلف روشیں ہیں ان میں سب سے زیادہ کارگر طریقہ زیارت ہے۔ خصوصاً وہ زیارتیں جوائمۂ معصومین علیہم السلام سے منقول ہیں جن کے معنوی فوائد بے شمار ہیں۔ حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے سلسلے میں کوئی ایسی زیارت نہیں ملتی ہے جوکسی خاص امام سے منقول ہو فقط ایک زیارت مفجعہ ہے جس میں آپ کے خطبات کے ٹکڑوں کو جمع کر دیا گیا ہے اور چونکہ اس زیارت کی سند معتبر نہیں ہے لہٰذا ہم اسے ذکر بھی نہیں کریں گے علاوہ ازین ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ اس کا پڑھنا مستحب ہے ہاں بعنوان مطلق ذکر پڑھنا بہتر ہے۔

اسلام کی اسی تعلیم کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت زینبؑ نے اختتام کلام پر خدا سے درخواست فرمائی کہ ذات باری شہداء کے ثواب کو مراحل کمالیہ سے متصل کردے۔ خدایا! امام حسین علیہ السلام تیری راہ میں قربان ہوئے ہیں تو ان کی ذریت طاہرہ کی سرپرستی فرما۔ جملہ ''انـہ رحیم و ودود ... '' حقیقت میں علت ہے کہ خدا تو ہماری دعا کو ضرور قبول فرمائے گا کیونکہ تو رحیم و ودود ہے۔ خداوند عالم نے بھی دعا قبول فرمائی یہی وجہ ہے کہ آل محمد علیہم السلام کو جس قدر شہید کیا گیا، اتنا کسی خاندان کی کھیتی کو تہس نہس نہیں کیا گیا ہوگا۔ لیکن خداوند عالم نے ایک کے بعد دوسرے جانشین کو معین کر دیا اور جب ایک جانشین بچ گیا اور دشمنوں نے اسے بھی مٹانے کی کوشش کی تو خدا نے اسے پردۂ غیب میں محفوظ کرلیا اور جب اس ذات پر سے نقاب غیب اٹھائی جائے گی تو دنیا عدل وانصاف سے بھر جائے گی۔ جناب زینب صلوات اللہ علیہا نے اپنے کلام کو قرآن مجید کی ایک آیت پر تمام فرمایا جو توکل کا ایک نمونہ ہے۔ خداوند عالم نے قرآن کریم میں جنگ احد کے بعد کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے کہ جب اپنی ناعاقبت اندیشیوں کے نتیجے میں مسلمانوں نے شکست کا منہ دیکھا اور کچھ لوگ زخمی ہوئے اور کچھ شہید۔ زخمیوں نے رسول خدا کے فرمان کے مطابق جو دراصل خدا کا حکم

تھا کفار کا پیچھا کر دیا۔نتیجہ یہ ہوا کہ کفار نے جو دوبارہ مدینے پر حملے کی ٹھان لی تھی اس سے منصرف ہو گئے اور جب نعیم بن مسعود اشجعی نے مسلمانوں کو ڈرانے کی کوشش کی تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

''حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ''(۱) اس طرح بیان فرمایا ﴿اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَاناً وَ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾(۲)'' یہ وہ ہیں جب ان سے آ کر لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ (دشمن) لوگوں نے تمہارے (مقابلہ کے) واسطے (بڑا لشکر) جمع کیا ہے پس ان سے ڈرتے رہو (تو بجائے خوف کے) ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا اور کہنے لگے (ہوگا) خدا ہمارے واسطے کافی ہے اور وہ کیا اچھا کارساز ہے''

آیت کے ایک ٹکڑے سے استفادہ کرتے ہوئے دختر علی علیہما السلام نے روشن کر دیا کہ دشمن کا حملہ ہمارے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا ہے بلکہ یہ مصیبت ہمارے ایمان میں اضافہ کا سبب قرار پاتی ہیں۔ کیونکہ خدا ہمارا ناصر و معین ہے اور بس وہی ہمارے لئے کافی ہے۔شریکۃ الحسین، نائبۃ الزہراء، دختر علی مرتضی، صدیقہ صغریٰ حضرت زینب کبریٰ علیہا آلاف التحیۃ والثناء نے اپنا خطبہ تمام کر دیا۔لیکن دشمن مبہوت ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا بھرے دربار میں حاکم وقت ہکا بکا ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا، اس فصیح و بلیغ کلام کے جواب میں فقط ایک شعر پڑھا۔

یا صیحۃ تحمد من صوائح

ما اھون الموت علی النوائح

''یہ ایک فریاد ہے جو صیحہ کرنے والے کے لئے مناسب ہے موت کا برداشت کرنا ایک عورت کے لئے آسان کام نہیں''

ملعون نے یہ سمجھا کہ اس شعر کے ذریعہ ہم نے جواب دیدیا کہ اس خطبہ کی کوئی اہمیت نہیں یہ تو فقط رشتہ داروں کی موت کا اثر ہے۔

لیکن ان تمام باتوں کا وقت گذر چکا تھا۔لہٰذا یہ شعر کارساز نہ ہو سکا۔اہل شام کی آنکھیں کھل چکی تھیں لوگوں میں چہ می گوئیاں ہو رہی تھیں۔کوئی کہتا تھا یہ کیسا غضب ہو گیا کہ جوانان جنت کے سردار کو قتل کر دیا

(۱) اقتباس از حاشیہ قرآن مجید؛ ترجمہ فرمان علی صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ (۲) سورۂ آل عمران ۳/۱۷۳۔

گیا۔کوئی کہہ رہا تھا کلمہ گویوں نے رسول زادیوں کو اسیر کرلیا؟ کسی نے وقت نماز مسجد کو ترک کردیا۔حکومت کی چولیں ہلنے لگیں۔طلسم ٹوٹ گیا۔یزید کا اصلی چہرہ اور بنی امیہ کا ناپاک وجود سب کے سامنے آ گیا۔اس خطبہ کا اتنا اثر ہوا کہ اب یزید کا اہل حرم کو قید وبند میں رکھنا مشکل ہوگیا۔اپنا سارا گناہ ابن زیاد پر لادنے لگا۔اب اسے احساس ہو چکا تھا کہ اس سے زیادہ اہل حرم کو قید میں رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ حکومت کا تختہ پلٹ جائے گا۔ آزادی کے بعد بھی ذمہ دار ومحافظ خون حسینی نے دربار میں یزیدیت کی شکست اور حسینیت کی فتح کا نقارہ آنسوں کے طبل پر بجا کر ظلم یزیدی کو برملا کردیا۔یہ تمام تغیرات وتبدلات، دختر خطیب منبر سلونی کے خطبہ کا نتیجہ تھے۔ ہدف امام حسینؑ کامیاب ہوگیا۔شریکۃ الحسین نے جس ذمہ داری کو قبول کیا تھا اسے باحسن عنوان سے پیش کردیا خون امام حسین کی سرخی کو سرخاب اور ظلم یزیدی کو اسی کے دریائے ظلم میں ہمیشہ کے لئے غرقاب کردیا اسلام کو نئی حیات اور دین الٰہی کو جوانی مل گئی۔توحید وعدل الٰہی خوشیوں کے شادیانے بجانے لگے۔بنوت وامامت مسرور ہوگئی اور قیامت تمام ظالموں کا انتظار کرنے لگی۔نماز وروزہ اور دیگر احکام اسلامی نے سکون کی سانسیں لیں اور نظر قدرت اپنے اس وجودی شاہکار کو بنظر غور دیکھ کر اپنی خلقت پر نازاں ہوتے ہوئے ترانۂ ''فتبارک اللہ احسن الخالقین'' پڑھنے لگی اور اپنے اس خلاصۂ وجود اور بقاء وجود کو بنظر شکر دیکھنے لگی۔گویا فضائے بسیط میں ایک آواز گونج رہی تھی اور منادی ندا دے رہا تھا **سعیکم مشکورا ...سعیکم مشکورا ...**

''اللھم صل و سلم علی ولیۃ اللہ و امینۃ اللہ الراضیۃ بالقدر و القضاء الصدیقۃ الصغری زینب الکبریٰ بنت علی المرتضی عدد ما فی علمک صلوٰۃ دائمۃ بدوام ملکک و سلطانک''

تمت بالخیر

العبد الاقل

سید مراد رضا رضوی

حوزۂ علمیہ قم ایران

۲۸ ذی قعدہ ۱۴۲۱ھ، ۲۲ فروری ۲۰۰۱ء
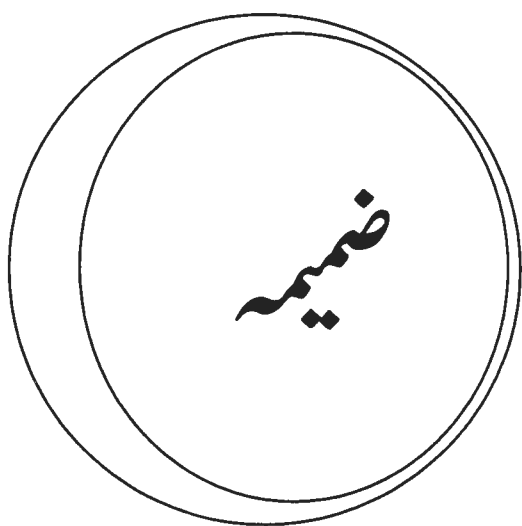
ضمیمہ

کتابیات

اختتام کتاب پر ذہن میں یہ بات آئی کہ اب تک صدیقۂ صغریٰ حضرت زینب سلام اللہ علیہا پر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان سے قارئین کرام کو آگاہ کر دیا جائے۔لہٰذا ضمیمہ کے ذیل میں بعنوان کتابیات کچھ کتابوں کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔لیکن اس سے قبل چند نکات کی طرف توجہ لازم ہے۔

(۱) مندرجہ ذیل کتابوں کے علاوہ بھی بہت ساری کتابیں اس موضوع پر موجود ہیں ۔ یہ کتابیں محقق کی تحقیق کا نتیجہ ہیں۔

(۲) ہر کتاب کا ذکر اس کی صحت کی علامت نہیں ہے۔

(۳) عربی کی مطبوعہ اور مخطوطہ کتابیں الگ مذکور ہیں۔

(۴) اردو کی کتابیں ایک ساتھ ذکر کی گئی ہیں۔

(۵) شروع میں کتاب کا نام اس کے بعد نویسندہ پھر قطع اور سائز، تعداد صفحات، محل اشاعت سال طبع کا ذکر ہے۔

(۶) جہاں اس کی رعایت نہ ہوسکی ہے اس کا مطلب یہ ہے محقق نے خود کتابوں کو نہیں دیکھا ہے بلکہ دوسری کتابوں سے نقل کیا ہے۔

(۷) بعض کتابیں ایسی نہ تھیں جنہیں ذکر کیا جائے کیونکہ ان کی علمی قیمت بہت کم ہے۔لیکن فقط اس لئے ذکر کر دیا گیا کہ وہ کتابیں اس موضوع کے تحت ہیں۔

(۸) یہ مؤلف حقیر کی تحقیق نہیں ہے بلکہ محقق محترم جناب ناصر الدین انصاری قمی نے بعنوان **''کتاب شناسی زینب کبریٰ''** (سلام اللہ علیہا) مجلۂ آئینہ پژوہش (۱) میں اس موضوع پر تحقیق کی ہے، اگر چہ حقیر

(۱) آئینۂ پژوہش، سال سوم، شمارہ اول و دوم، خرداد، شہریور ۱۳۷۱ شمسی، ص ۱۵۴

نے بھی اس میں چند کتابوں کا اضافہ کیا ہے اور ترتیب کو بدل دیا ہے۔

(۹) مندرجہ ذیل کتابیں وہ ہیں جو بطور مستقل اس عنوان پر لکھی گئی ہیں لیکن غیر مستقل کتابیں جن میں حضرت کا مفصل ذکر ہے وہ بھی بہت زیادہ ہیں۔

(۱۰) ''رجوع کریں'' کی علامت ر،ک ہے۔

عربی کی مطبوعہ کتابیں

۱۔ابنة الزهراء بطلة الفداء؛علی احمد شلبی، بیروت۔

۲۔اخبار الزینبیات ؛سید ابوالحسن یحییٰ اعرج عبیدلی مدنی، آیۃ اللہ العظمیٰ مرعشی نجفیؒ کے مقدمہ کے ساتھ،تیسرا ایڈیشن،قم،۱۴۰۱ھ،۱۶۱ رصفحات،جیبی۔

۳۔بطلة کربلا ؛عایشہ عبدالرحمٰن بنت الشاطی،دار الکتاب العربی، بیروت،۱۹۷۹ ہجری ۱۶۹ رصفحات رقعی۔یہ کتاب نثری اعتبار سے بہت مسجع ہے اور پانچ بار فارسی میں ترجمہ ہوئی ہے

۴۔تاریخ السیدة زینبؑ ؛محمد علی احمد مصری، قاہرہ،۱۹۳۱ء،۱۹۰ رصفحات۔یہ کتاب حضرتؑ کی سوانح اور مصر میں ان کے مزار کے متعلق ہے۔

۵۔تاریخ السیدة زینبؑ؛محمود علی ببلاوی، قاہرہ،۱۳۴۳ہجری،۴۸ رصفحات۔

۶۔تاریخ السیدة زینبؑ؛گروہ نویسندگان، قاہرہ،نشر العلوم والمعارف۔

۷۔تاریخ المشهد الزینبی؛حسن محمد قاسم مصری، مدیر مجلۂ ہدی الاسلام، پہلا ایڈیشن، قاہرہ۔

۸۔حفیدة الرسولؐ ؛نفحات من سیرة السیدة زینبؑ،احمد شرباصی ازہری، قاہرہ، الدار القومیہ،۹۲ رصفحات۔

۹۔حیات زینب کبریٰ ؛شیخ جعفر نقدی، مکتبۃ المفید، قم،۱۳۶۲ش،۱۴۰۴ق،۱۵۶ رصفحات، وزیری۔حضرتؑ کے سلسلے میں ایک بہترین کتاب جس کا فارسی میں بھی ترجمہ ہوا ہے۔

۱۰۔خطب الحوراء زینب ؛سید جاسم حسن شبیر، مطبوعہ نجف۔

۱۱۔دراسة من السیدة زینب ؛ایرینہ کالزونی، مستشرقۃ (اٹلی) ظاہرا چھپ چکی ہے۔

۱۲۔الرسالة الزینبیة؛ حافظ شمس الدین محمد بن طولون دمشقی۔

۱۳۔الرسالة الزینبیة؛شمس الدین ابوالخیر سخاوی مصری۔

۱۴۔**زینب علیها السلام**؛ احمد زکی ابوشادی مصری، مطبوعہ مصر ۱۳۴۳ھ.ق

۱۵۔**زینب اخت الحسینؑ**؛ محمد حسین ادیب کربلائی، نجف، ۱۳۸۴ھ، ۸۲؍صفحات، جیبی

۱۶۔**زینب بطولة و جهاد**؛ حبیب آل جامع، دار القاری، بیروت، ۱۴۰۶ھ.ق۔

۱۷۔**زینب بنت علی**؛ عبد العزیز سید الاہل، دوسرا ایڈیشن، قاہرہ، مکتبۃ العلمیۃ، ۱۹۶۱ء

۱۸۔**زینب ولیدة النبوة و الامامة**؛ ام علاوام صادق، مؤسسۃ الوفاء، لندن، ۱۴۰۸ھ

۱۹۔**السیدة زینبؑ**؛ علی محمد علی دخیل، بیروت۔

۲۰۔**السیدة زینبؑ**؛ محمود شرقاوی۔

۲۱۔**السیدة زینبؑ**؛ حسن محمد قاسم مصری (م۔۱۳۵۵ق) قاہرہ، انہوں نے یہ رسالہ، آخبار الزینبیات عبیدلی، مطبوعہ، قاہرہ ۱۳۳۳ھ.ق پر بعنوان مقدمۂ مفصل تحریر فرمایا ہے۔اسی طرح اس کتاب اور کتاب شمارہ؍۷ کے علاوہ حضرت زینب اور ان کے مرقد کے سلسلہ میں مجلۂ ہدی الاسلام میں بہت سارے مقالے لکھے ہیں۔یہ کتاب فارسی میں ترجمہ ہو چکی ہے۔

۲۲۔**السیدة زینبؑ بنت الزهراء و ثورة کربلاء فی الوجدان الشعبی**؛ رضا حسین صبح، دار الزہراء بیروت۔

۲۳۔**السیدة زینبؑ عقیلة بنی هاشم**؛ محمد فہمی عبد الوہاب، دار بوسلامۃ، ۱۹۸۵ء، ۴۳؍صفحات۔

۲۴۔**السیدة زینبؑ المثل الاعلیٰ للفضیلة و العفاف**؛ گروہ نویسندگان، نشر العلوم و المعارت الاسلامیۃ، قاہرہ۔

۲۵۔**سیرة زینبؑ سلام الله علیها**؛ گروہ نویسندگان، بیروت۔

۲۶۔**الطاهرة السیدة زینب بنت علی علیهما السلام**؛ عبد الخبیر خولی، قاہرہ۔

۲۷۔**عقیلة بنی هاشم**؛ سید علی بن الحسین ہاشمی، نجف۔

۲۸۔**عقیلة الطهر و الکرم السیدة زینب**؛ شیخ موسیٰ محمد علی، تیسرا ایڈیشن، عالم الکتب، بیروت، ۱۹۸۵ء، ۱۶۴؍صفحات۔

۲۹۔العقیلة الطاهرة السیدة زینب بنت علی علیه السلام ؛احمد فہمی محمد محامی مصری، قاہرہ
۳۰۔عقیلة الوحی ؛آیت اللہ سید عبدالحسن شرف الدین موسوی، یہ رسالہ، کتاب حضرت زینب کبریٰ کے مقدمہ میں استاد عماد زادہ مرحوم کے ہاتھوں فارسی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔
۳۱۔فی رحاب بطلة کربلا ؛ ابراہیم محمد خلیفہ، مؤسسۃ البلاغ، بیروت، ۱۹۸۵ء، ۱۴۴/ صفحات۔
۳۲۔فی رحاب السیدة زینب ؛سید محمد بحر العلوم، دوسرا ایڈیشن، دار الزہراء، بیروت، ۱۴۰۰ق، ۲۰۱/صفحات۔ یہ کتاب فارسی میں ترجمہ ہو چکی ہے۔
۳۳۔القصیدة الزینبیة ؛سید علی سید رضا ہندی، نجف۔
۳۴۔المحاجة الزرنبیة فی السلالة الزینبیة ؛جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی شافعی، فاس قاعدۃ المغربیۃ، ۱۳۳۲ق
۳۵۔المرأة فی ثورة الحسین ؛غادہ جابر، دار التعارف، بیروت ۱۹۷۹م
۳۶۔المرقد الزینبی ؛فرج آل عمران قطیفی، مطبوعہ نجف۔
۳۷۔مرقد العقیلة زینب کشف الغیب فی تحقیق مرقد العقیلة زینب ؛محمد حسنین سابقی پاکستانی، شیخ محمد حسین حرز الدین عقیلی نجفی کی تقریظ کے ساتھ، مؤسسۃ العالمی، بیروت ۱۹۷۹ء۔
۳۸۔مع بطلة کربلا زینب بنت امیر المومنین ؛ شیخ محمد جواد مغنیہ، دار الجواد و دار التیار، بیروت ۱۹۸۴ء۔ یہ کتاب فارسی میں ترجمہ ہو چکی ہے۔
۳۹۔وفاة زینب الکبریٰ ؛ شیخ حسین بلادی بحرانی، نجف۔
۴۰۔وفاة زینب الکبریٰ ؛شیخ فرج الدین آل عمران قطیفی، مطبعہ حیدریہ نجف، ۱۳۷۹ھ.ق، ۴۷/ صفحات، وزیری
۴۱۔ویژه نامه مجله الموسم؛ شمارہ ۴/، ج ۱/، ۱۹۸۹ء، ۱۴۱۰ق، ۴۳۰/صفحات، وزیری اس مجلّہ میں حضرت کی زندگی، خطبے اور مدفن کے سلسلے میں بہت سارے مقالے اور اشعار ہیں۔

عربی کی مخطوطہ کتابیں

۴۲۔**ام کلثوم العقیلة زینب صرخة للعدل و صاروخ علی الجور** ؛سید مہدی سوتج ۸۰۰/صفحات ،مجلّہ ''الموسم''،س ا۔ش ۳ص ۱۱۶۲،۱۴۱۰ق کی طرف رجوع کریں۔

۴۳۔**ترجمة السیدة زینب و دراسة تحلیلیة لمسیرتها**؛ شیخ محمد حسنین سابقی پاکستانی ۵۰۰/صفحات ، یہ کتاب اردو،عربی دونوں زبانوں میں لکھی گئی ہے۔مرقد العقیلہ زینبؑ/۲۴، کی طرف رجوع کریں۔

۴۴۔**ثواب المدرک لزیارة ست زینبؑ و الشیخ مدرک** ؛شیخ عبدالغنی نابلسی، ایضاح المکنون ۱/۳۴۸ کی طرف رجوع ، مدرک بن زیاد پیامبرؐ کے ایک صحابی تھے جو حضرت زینب کے مرقد کے مغربی جانب مدفون ہیں۔

۴۵۔**رسالة فی تصحیح قبر السیدة زینب** ؛سید عبدالرزاق موسوی مقرم،متولد ۱۳۱۶ھ، متوفی ۱۳۹۱ھ،مولف کا عقیدہ پہلے یہ تھا کہ حضرت کا مدفن مصر ہے لیکن بعد میں وہ اس سے پلٹ گئے تھے اور دمشق کے قریہ ''راویہ'' میں حضرت کی قبر کے قائل ہوگئے تھے۔اسی کے اثبات میں مذکورہ رسالہ تحریر فرمایا ہے مرقد العقیلہ زینب/۷۵۔

۴۶۔**زینب العقیله** ؛سید عبدالرزاق موسوی المقرم، مقتل الحسین کے مقدمہ کی طرف رجوع کریں۔

۴۷۔**زینب الکبریٰ** ؛حاج شیخ زین العابدین بن محمد کریم خان کرمانی ۱۳۲۶ھ.ق،۶۴/صفحات،رقعی۔

۴۸۔**شرح خطبة الزینبیة** ؛علامہ میرزا حیدر قلی خان،سردار کابلی،علماء معاصرین/۲۹۳ کی

طرف رجوع کریں۔

۴۹۔عرف الزرنب فی شرح حال السیدۃ زینبؑ ؛شمس الدین ابی العون محمد بن احمد سالم سفارینی نابلسی حنبلی ،ر.ک. ہدیۃ العارفین ۱/۳۴۰، کشف الظنون ۲/۹۸، مسلک الدرر ۴/۳۱، الاعلام ۶/۱۴، معجم المولفین ۸/۲۶۲

۵۰۔عرف الزربن ؛ بترجمہ سیدی مدرک بن زیاد و السیدۃ زینبؑ ؛حافظ اسماعیل بن محمد بن عبدالہادی عجلونی شافعی ،ر.ک. کشف الظنون ۲/۱۴۶، مورخو دمشق/۶۷۔

۵۱۔العقد المنظوم فی احوال ام کلثوم ،زینب ؛شیخ محمد حسنین سبقی پاکستانی ر.ک. مرقد العقیلہ زینب/۱۲۰۔

۵۲۔ کلمۃ العقیلۃ السیدۃ زینبؑ ؛ شہید سید حسن حسینی شیرازی، اس کتاب کو مصنف کی تالیفات کے ضمن، ان کے اثرات کے مقدمہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

۵۳۔ لوائح القبول و المنحۃ و الاعراز فی الرحلۃ لزیارۃ السیدۃ زینب و سیدی و عمر الخباز عبد اللہ بن عمر افیونی ؛ر.ک. کشف الظنون ۲/۴۱۶۔

۵۴۔ مصیبۃ مجددۃ ،احزان المومنین فی قصۃ العفیفۃ بنت امیر المومنین ؛ محمد بن عیسیٰ بن عبدالحسین ،ر.ک. الذریعہ ۲۱/۱۳۲۔

اردو کی کتابیں

۱۔ثانیٔ زہراء، زہرائے ثانی؛ ملازم حسین اصغر، ر.ک. تذکرہ علماء امامیہ پاکستان/۳۵۶۔احتمالاً یہ کتاب حضرت زینب کے سلسلے میں ہے۔

۲۔حضرت زینب کے تاریخ ساز دور عہد آفرین خطبے؛ شام وکوفہ میں حضرت کے خطبے کا ترجمہ اور مختصر شرح، سید ابن حسن نجفی ، ادارۂ تمدن اسلام، کراچی، ۱۹۸۵ء، ۴۷/صفحات، رقعی۔

۳۔سلسلۃ الذہب فی سوانح سیدتنا زینبؑ ؛سید مظفر علی خان بن خورشید علی خان جان سیٹھ ہندی، ہند۔

۴۔السیدۃ زینب؛ سید عزیز حسن بقائی، ہندی (دہلی، ہند)

۵۔سیرت زینبؑ؛ سید احمد حسین ترمذی، لاہور۔

۶۔سیرۃ جناب زینب سلام اللہ علیہا؛ سید محمد حسین جعفری، اعظم اسٹیم پریس، حیدر آباد دکن۔

۷۔مظلومہ کربلا؛ سید محمد حسین جعفری، رضوی بک ایجنسی، یکم محرم ۱۴۰۳ھ.ق۔اردو میں اس کے علاوہ بھی کتابیں ہیں لیکن اتنی ہی کتابوں پر اکتفاء کرتا ہوں کیونکہ دیگر کتابوں کی معلومات دسترس میں نہیں ہیں۔

فارسی کی مطبوعہ کتابیں

۱۔اساور من ذہب فی احوال ام المصائب زینب؛ شیخ مہدی اصفہانی بن شیخ محمد علی ثقۃ الاسلام اصفہان ۱۳۵۰ھ.ق۔

۲۔انقلابی ترین بانوئی تاریخ حضرت زینبؑ ؛ بدون مولف، قاسمی، مشہد، ۱۳۶۴ھ.ش، ۱۰۸/ صفحات۔

۳۔بانوئے شجاع زینب کبریٰ؛ شیخ محمد جواد مغنیہ (م ۱۴۰۰ھ.ق) ترجمہ صادقی اردستانی، خزر تہران ۲۷۹/ صفحات، رقعی۔

۴۔بانوئے کربلا زینب دختر زہرا؛ عایشہ عبد الرحمن بنت الشاطی، ترجمہ، سید رضا صدر، پانچواں ایڈیشن قم، ۲۲/ بہمن ۱۳۶۴ھ.ش، ۱۸۰/ صفحات، رقعی۔

۵۔بزرگ بانوئے جہان زینب؛ مہدی ملتجی اشرفی، تہران، ۱۳۵۳ھ.ش، ۱۵۴/ صفحات، رقعی، ہمراہ با متن و ترجمہ زیارت۔

۶۔ترجمہ خاتون دوسرا؛ سید علی نقی فیض الاسلام اصفہانی، دوسرا ایڈیشن، مرکز انتشارات فیض الاسلام، تہران، ۱۳۶۶ھ.ش ۲۵۴/ صفحات، وزیری۔

۷۔ترجمہ خطبہ ھائے حضرت زینب؛ جواد فاضل (متولد ۱۳۲۵ھ.ق۔وفات ۱۳۸۰ھ.ق)۔ علمی، تہران

۸۔ترجمہ منظوم خطبہ حضرت زینب کبریٰ (در مجلس یزید)؛ محمد افتخاری ساوجی، قم، ۱۳۵۳ھ.ش،

۱۴۳ر صفحات، جیبی۔

۹۔حضرت زینب کبریٰ؛ سید محمد یوسف فیض کابلی بہسودی، مطبعہ العدل، نجف، ۳۶ر صفحات رقعی۔

۱۰۔حضرت زینب کبریٰ؛ شیخ جعفر نقدی (متولد ۱۳۰۳ـ۱۳۷۰ق) ترجمہ حسین عماد زادہ (۱۳۲۵ـ۱۴۱۱ق) با مقدمۂ علامہ سید عبدالحسینی شرف الدین، دوسرا ایڈیشن، سعدی، تہران، ۴۷۰ر صفحات وزیری۔ظاہراً علامہ شرف الدین کی یہ تحریر وہی عقیلۃ الوحی ہو۔

۱۱۔حضرت زینب بزرگ بانوئے کربلا؛ عبدالامیر فولادزادہ، کانون نشر اندیشہ ھای اسلامی، قم، ۱۴۱۱ق/۱۳۶۹ش، ۶۵ر صفحات، مصور، ویژہ نوجوانان، وزیری۔

۱۲۔خصائص الزینبیہ یا ویژگیھائے حضرت زینب علیھا السلام؛ سید نورالدین حائری جزائری (۱۳۱۳ھ۔۱۳۸۴ق)، مقدمہ محمد تقی تاج الدین، تیسرا ایڈیشن، قم، حضرت مہدی، ۱۴۰۴ق/۱۳۶۲ش، ۳۷۲ر صفحات، وزیری، اس کتاب پر آیۃ اللہ العظمیٰ سید ابوالحسن اصفہانی اور آیۃ اللہ سید محمد فیروز آبادی کی تقاریظ موجود ہیں۔

۱۳۔خطبہ ای از حضرت زینبؑ؛ ترجمہ علی گلزادہ غفوری، ۵۶ر صفحات، رقعی، یہ کتاب حضرت کے خطبۂ کوفہ کا ترجمہ ہے، جو فارسی اور انگریزی میں ترجمہ ہوئی ہے۔

۱۴۔خطابۂ زینبؑ پشتوانۂ انقلاب حسین بن علی؛ محمد مقیمی، سعدی، تہران، ۳۸۶ر صفحات وزیری۔

۱۵۔دختر علی زینب قہرمان کربلا؛ علی عطائی خراسانی، اسلامیہ، تہران، ۱۳۴۸ش، ۱۱۲ر صفحات۔

۱۶۔دررہ گذر کوفہ وشام؛ حسین عماد زادہ، تہران۔

۱۷۔دستۂ گلی در مدائح ومصائب زینب قہرمان کربلا؛ بدون مولف با مقدمہ علی عطائی خراسانی، اسلامی مشہد، ۱۳۴۷ش ۹۷ر صفحات، جیبی۔

۱۸۔زندگانی حضرت زینب ؛عبدالحسین مومنی، جاویدان، تہران، ۲۹۲ر صفحات، رقعی، بہ انضمام

زیارت واشعار در بارۂ حضرت۔

۱۹۔زندگانیٔ حضرت زینب کبریٰ؛مصطفیٰ اولیائی،اسلامی،قم،۱۳۶۳ھ ش،۶۳ر صفحات،رقعی۔

۲۰۔زندگانیٔ زینب کبریٰ؛شہید سید عبدالحسین دستغیب،ناس،تہران۱۳۶۸ھ ش،۱۳۰صفحات،جیبی۔

۲۱۔زندگانی واحوالات صدیقہ صغریٰ زینب سلام اللہ علیہا؛محسن صائب صیدلی،امام مہدی،قم،۱۳۶۴ھ ش۶۴ر صفحات،رقعی۔

۲۲۔زینب بانوی قہرمان کربلا؛عایشہ بنت الشاطی،ترجمہ،مہدی آیت اللہ زادہ نائینی و حبیب چاپچیان،پانچواں ایڈیشن،امیر کبیر،تہران،۱۳۴۸ھ ش،۱۹۱ر صفحات،رقعی۔

۲۳۔زینب حماسہ ای برفراز تاریخ؛سید حسن دبیری،حاج سید جوادی،نوید،تہران،۱۳۶۰ھ ش۲۲۶ر صفحات،رقعی۔

۲۴۔زینب درحساسترین دوران زندگیٔ خود،از عاشورہ تا اربعین؛بدرالدین نصیری،چوتھا ایڈیشن،محمدی،تہران،۱۳۶۸ھ ش،۲۳۰ر صفحات،جیبی۔

۲۵۔زینب در کاروان کوفہ وشام؛امیر تیمور معینی،چھاپ،اول،تہران،۱۳۵۸ھ ش،۳۱۰ر صفحات رقعی۔

۲۶۔زینب شجاع در عاشورای حسینی؛موسیٰ فرہنگ رازی،خزر،تہران،۱۳۵۰ھ ش،۲۲۴ر صفحات،جیبی۔

۲۷۔زینب کبریٰ عقیلۂ بنی ہاشم دختر علی بن ابی طالب؛عایشہ عبدالرحمٰن بنت الشاطی،ترجمہ سید جعفر غضبان،کرمانشاہ،۱۳۳۲ھ ش،۱۹۴ر صفحات،رقعی۔یہی کتاب بنام زینب قہرمان کربلا،دوبارہ انتشارات محمد حسن علمی کے توسط سے۱۳۴۴ھ ش میں چھپی ہے۔جو۱۴۴ر صفحات اور رقعی سائز پر مشتمل ہے۔

۲۸۔زینب کبریٰ فریادی بر اعصار؛اسماعیل منصوری لاہیجانی،پہلا ایڈیشن،مجتمع شہید مطہری،تہران،۱۳۶۹ھ ش،۲۰۰ر صفحات،رقعی۔

۲۹۔زینب کبریٰ قہرمان انقلاب کربلا؛حسن ناجیان،تہران،۱۳۵۱ھ ش،۱۹۱ر صفحات۔

۳۰۔زیارت مضجعہ حضرت زینب کبریٰ؛ مہدی ملتجی، اشرفی، تہران، ۱۳۵۳ھ ش، ۵۲ر صفحات۔

۳۱۔ستارگان درخشان، زینب کبریٰ؛محمد جواد نجفی، اسلامیہ تہران، ۱۳۶۸ھ ش (ضمن زندگانی حضرت زہرا) ۵۲ر صفحات، جیبی۔

۳۲۔سرگذشت راست یا حضرت زینبؑ؛ جلال الدین فارسی، آسیا، تہران، ۵۳ر صفحات۔

۳۳۔سیری در زندگانی حضرت زینب بسید محمد بحر العلوم، ترجمہ، امیر وکیلیان، کریم جعفری، پہلا ایڈیشن حکمت، تہران، ۱۳۶۹ھ ش، ۱۱۲ صفحات، جیبی۔

۳۴۔سیری کوتاہ در زندگانی زینب کبریٰ یا قہرمان زنان جہان؛محمود حکیمی، پانچواں ایڈیشن نسل جوان، ۱۳۶۸ھ ش، ۱۱۲ر صفحان، جیبی۔

۳۵۔شیر زن کربلا؛ عایشہ بنت الشاطی، ترجمہ، سید جعفر شہیدی، حافظ، تہران، ۱۳۵۰ھ ش، ۱۲۶ر صفحات۔

۳۶۔صدفہائے شکستہ؛ (سیر ایمان در اسلام و زینب شیر زن نینوا)، نعمت اللہ قاضی، شکیب علمی، تہران، ۱۳۴۰ھ ش، ۲۰ر صفحات، جیبی۔

۳۷۔الطراز المذہب فی احوال سیدتنا زینب؛ عباس قلی خان سپہر فرزند محمد تقی خان صاحب ناسخ التواریخ، تصحیح محمد باقر بہبودی، اسلامیہ، تہران، ۲ر جزء، ۶۸۰ر صفحات وزیری۔ حضرت زینبؑ کے سلسلے میں یہ ایک بہترین اور جامع ترین کتاب ہے۔

۳۸۔قہرمان صبر یا زندگانی عالمہ فاضلہ زینب کبریٰ؛محمد غلامی، تہران، ۱۳۵۱ھ ش، ۳۳۶ر صفحات۔

۳۹۔غنچۂ گل نشگفتہ؛ علی اکبر پیروی، انجمن ادبی حضرت حجۃ، تہران، ۱۳۸۶ھ ق ر ۱۳۴۵ھ ش، ۲۳ر صفحات جیبی، سنگی (نسخ)

۴۰۔قہرمان کربلا زینب؛ عایشہ بنت الشاطی، مترجم، غیر معلوم، سعیدی، تہران، ۱۳۶۴ھ ش، ۱۴۶ر صفحات۔

۴۱۔قہرمان کربلا زینب کبریٰ علیھا السلام؛ ترجمہ اخبار الزینبیات والسیدۃ زینب، مرتب، سید محمد جواد نجفی مرعشی، مقدمہ آیۃ اللہ العظمیٰ نجفی مرعشی، (متوفی ۱۴۱۱ھ ق)، فراہانی، تہران، ۱۴۰۱ھ ق، ۲۰۲ر صفحات، رقعی۔

۴۲۔نقش زینب کبریٰ در رہبری الٰہی؛ حسن سعیدی، حسینیہ عمادزادہ، ۱۳۹۹ھ ق، ۱۷ر صفحات، رقعی۔

۴۳۔نگاہ کوتاہ بزندگانیٔ زینب کبریٰ؛ سید ہاشم رسولی محلاتی، سازمان تبلیغات اسلامی، ۱۳۶۹ھ ش، ۸۳ر صفحات، رقعی۔

۴۴۔نور وظلمت در جہان؛ علی پرورش، چاپخانۂ فردوسی، ۱۳۵۰ھ ش، ۳۸۱ر صفحات، وزیری۔

۴۵۔نہج الہدایۃ، خطبہ ھائے حضرت زینب وام کلثوم وفاطمہ بنت الحسین در شہر کوفہ و شام؛ ہاشمی حسینی نژاد، انجمن اسلامی تراشکاران وریختہ گران، مشہد، ۶۴ر صفحات، رقعی۔

نوٹ

محقق کی اس تحقیق کے بعد بھی بہت ساری کتابیں لکھی گئی ہیں، جن میں سے دو قابل ذکر ہیں۔

۴۶۔پژوہش پیرامون بارگاہ حضرت زینب؛ مولف، محمد حسنین سابقی، مترجم، عیسی سلیم پوراہری، پہلا ایڈیشن، ۱۳۷۸ھ ش، ناشر دفتر نشر نوید اسلام، قم۔

۴۷۔تکرار حماسہ علی در خطبۂ زینب؛ شرح خطبۂ کوفہ، آیۃ اللہ کریمی جہرمی، مؤسسۂ انتشارات حضرت معصومہ، ۱۳۷۵۔

فارسی کی مخطوطہ کتابیں

۴۸۔بلاغت زینبیہ؛ شیخ محمد لطیف انصاری (۱۳۰۵۔۱۳۹۹ھ ق) ر.ک.، تذکرۂ علماء امامیہ، پاکستان ر ۳۳۱

۴۹۔تاریخ ام المصائب سیدتنا زینب ؛(منظوم) شیخ محمد کجوری تہرانی (۱۳۵۲ھ ق)ر.ک.، الذریعہ۲۳۶/۳،معجم المولفین ۵۸/۹۔

۵۰۔الدرۃ الفاخرہ فی خطبۃ الزینب الطاھرۃ؛ جمال الدین بن ابی تراب شیرازی (متوفی ۱۳۴۱ھ ق)ر.ک،الذریعہ ۱۰۶/۸۔

۵۱۔شرح خطبہ حضرت زینب؛ شیخ ہادی بنابی،ر.ک.،الذریعہ ۲۲۱/۱۳۔

انگریزی

سیرۃ السیدۃ زینبؑ؛ انگریزی،حاج محمد سالمین، ہندی، ہند۔

منابع وماٰخذ

قرآن مجید؛ ترجمہ مولانا حافظ فرمان علی صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ
نہج البلاغہ؛ ترجمہ مفتی جعفر صاحب قبلہ مرحوم اعلیٰ اللہ مقامہ

۱۔ احتجاج؛ ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی، ناشر، انتشارات اسوۃ، دوسرا ایڈیشن ۱۴۱۶ھ.ق، عربی

۲۔ اخبار الزینبیات؛ ابو الحسین یحیٰ بن الحسن عبیدلی، ۲۱۴۔۲۷۷، ناشر محمد جواد حسینی مرعشی، عربی۔

۳۔ ارشاد؛ شیخ مفید، متوفی ۴۱۳، ناشر، کتاب فروشی اسلامیہ، تہران، سال اشاعت ۱۳۵۱ش، عربی۔

۴۔ اخبار الطّوال؛ ابو حنیفہ احمد بن داؤد دینوری، ترجمہ، محمود مہدی دامغانی، مطبوعہ نشرنی، تہران پہلا ایڈیشن، ۱۳۶۳ش، عربی/فارسی۔

۵۔ اصول کافی؛ ثقۃ الاسلام ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی، متوفی ۳۲۸/یا ۳۲۹، ناشر چہاردہ معصومین، قم، عربی۔

۶۔ امالی؛ شیخ مفید، محمد بن محمد، کتابخانۂ آستانہ مقدسہ قم، عربی۔

۷۔ امالی؛ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی ۴۶۰ھ، عربی۔

۸۔ انیس کے مرثیے؛ مرتبہ، صالحہ عابد حسین، ناشر، ترقی اردو بیورونئی دہلی، دوسرا ایڈیشن ۱۹۹۰ء، سلسلۂ اشاعت ۳۸، اردو۔

۹۔ بحار الانوار؛ علامہ محمد باقر مجلسی، متوفی ۱۱۱۱ھ، ناشر، مکتبہ اسلامیہ، تہران، ۱۳۶۹ھ.ق

۱۰۔ بلاغات النساء؛ ابن ابی طیفور ابوالفضل احمد بن ابی طاہر متوفی ۳۸۰ھ ق، عربی، ناشر، مکتبۂ بصیرتی، قم، کتب خانہ آستانہ مقدسہ فاطمۂ معصومہ قم، شمارہ مسلسل ۹۹۹۳
۱۱۔ البیان والتبیان؛ عمرو بن بحر جاحظ، متولد ۱۵۰۔ متوفی ۲۵۵ھ ق، ناشر مطبعہ لجنۃ التالیف و الترجمہ والنشر، القاہرہ، سال طبع ۱۳۶۸ھ، ۱۹۴۸ء، عربی۔
۱۲۔ پژوہشی پیرامون بارگاہ حضرت زینب؛ مؤلف محمد حسنین سابقی، مترجم، عیسی سلیم پوراہری، پہلا ایڈیشن ۱۳۷۸ش، ناشر، دفتر نشر نوید اسلام قم، فارسی۔
۱۳۔ تاریخ طبری، (تاریخ الرسل والملوک)؛ ابوجعفر محمد بن جریر طبری، متولد ۲۲۴ھ۔ متوفی ۳۱۰ھ ق، مطبوعہ، دارالمعارف، قاہرہ مصر، سال اشاعت، ۱۹۶۴ء، عربی۔
۱۴۔ ترجمۂ تفسیر المیزان؛ مترجم، سید محمد باقر موسوی ہمدانی، تاریخ طبع ۱۳۶۳ش، ناشر دفتر انتشارات اسلامی بواستہ جامعۃ المدرسین، قم، فارسی۔
۱۵۔ تفسیر عیاشی؛ محمد بن مسعود عیاشی، متوفی ۲۳۰ق، ناشر، انتشارات علمیہ اسلامیہ، تہران، ۱۳۸۰ق۔
۱۶۔ تکرار حماسۂ علی در خطبۂ زینب؛ آیۃ اللہ علی کریمی جہرمی، ناشر مؤسسۂ انتشارات حضرت معصومہ، قم سال اشاعت، ۱۳۷۵ش، فارسی۔
۱۷۔ جعفر بن ابی طالب؛ احمد بن جواد الدومی، حسن صالح العنائی، ناشر منشورات المکتبۃ العصریہ، بیروت
۱۸۔ حیٰوۃ حیوان الکبریٰ؛ محمد بن موسی دمیری، متولد ۷۴۲ق۔ متوفی ۸۰۸ق، ناشر مکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر، سال طبع ۱۳۷۴ق/۱۹۵۴ء۔
۱۹۔ خصائص الزینبیہ؛ سید نور الدین حائری، ناشر، عبد المنتظر مقدسیان، تہران، طبع، ۱۴۰۱ھ ق، عربی/فارسی۔
۲۰۔ خلافت وملوکیت؛ سید ابوالاعلیٰ مودودی، ناشر، ادارۂ ترجمان القرآن اچھرہ، لاہور، نواں ایڈیشن جون/۱۹۷۸ء/اردو

۲۱۔دمع السجوم ترجمہ نفس المہموم؛ مترجم، علامہ میرزا ابوالحسن شعرانی، متوفی ۱۳۵۹ھ ش، ناشر ذوی القربیٰ، پہلا ایڈیشن ۱۳۷۸ھ ش/فارسی۔
۲۲۔رجال الطّوسی؛ محمد بن حسن طوسی، ناشر مکتبۃ الحیدریہ، نجف، سال طبع ۱۳۸۱ھ ق/عربی۔
۲۳۔ریاحین الشریعہ؛ ذبیح اللہ محلاتی، ناشر، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ۱۳۶۹ھ ق/عربی۔
۲۴۔ریاض المصائب؛ سید محمد مہدی بن سید محمد جعفر، ۱۲۹۵ھ ق، کتابخانہ آیۃ اللہ مرعشی نجفی قم عربی۔
۲۵۔زندگانی زینب کبریٰ؛ سید عبد الحسین دستغیب، ناشر، موسسۂ مطبوعاتی دار الکتاب جزائری، قم، دوسرا ایڈیشن، ۱۳۷۷ھ ش/فارسی۔
۲۶۔زندگانی محمد پیامبر اسلام، ترجمۂ سیرۃ النبویۃ؛ ابن ہشام، مترجم، ہاشم رسولی محلاتی، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران، فارسی۔
۲۷۔زینب کبریٰ؛ شیخ جعفر نقدی، ناشر الرضی، قم، سال طبع ۱۳۶۲ھ ش/عربی۔
۲۸۔سفینۃ البحار؛ شیخ عباس قمی، ناشر، انتشارات سنائی، دار الاسوہ للطبعۃ والنشر مطبوعہ اسوہ، پہلا ایڈیشن ۱۴۱۴ھ ق/عربی۔
۲۹۔سیرت جناب زینب؛ سید محمد حسین جعفری، مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس حیدر آباد دکن/اردو۔
۳۰۔شرح نہج البلاغہ؛ ابن ابی الحدید معتزلی، مطبوعہ مصر، عربی۔
۳۱۔شہید انسانیت؛ سید العلماء سید علی نقی النقوی مرحوم، مطبوعہ، امامیہ مشن، لاہور/اردو۔
۳۲۔صحیفۂ کاملۃ السجادیۃ؛ ناشر دفتر انتشارات اسلامی وابستہ بہ جامع المدرسین، قم/عربی۔
۳۳۔الطراز المذہب؛ عباس قلی خان سپہر، ناشر، کتاب فروشی اسلامیہ، تہران، سال طبع، ۱۳۴۶ھ ش فارسی۔
۳۴۔علل الشرائع؛ محمد بن علی بن بابویہ، شیخ صدوق، ناشر، چھاپ تہران ۱۲۸۹ھ ق/عربی۔
۳۵۔فاطمہ زہرا شادمانی دل پیامبر؛ مترجم، ڈاکٹر سید افتخار زادہ سبزواری، ناشر، انتشارات بدر، تیسرا ایڈیشن ۱۳۷۶ھ ش/فارسی۔

۳۶۔فرہنگ عمید؛ حسن عمید، کتابخانۂ مدرسہ وحیدیہ،قم رفارسی۔
۳۷۔فضائل وخصائص حسینی؛ محمد تقی مقدم، ناشر، انتشارات مقدم، مشہد رفارسی۔
۳۸۔فیروز اللغات؛ ترتیب، الحاج مولوی فیروز الدین، مطبوعہ، فیروز سنز لمیٹیڈ، لاہور۔اردو
۳۹۔قاموس الرجال؛ محمد تقی شوشتری، ناشر، مرکز نشر الکتب، تہران، سال طبع، ۱۳۷۹ھ.ق رعربی
۴۰۔القاموس المحیط؛ محمد بن یعقوب فیروز آبادی، ناشر، مکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، مصر رعربی۔
۴۱۔کامل الزیارات؛ جعفر بن محمد قولویہ، قرن چہارم (ہجری)، ناشر وجدانی قم رعربی۔
۴۲۔کلیات اقبال؛ علامہ اقبال، ناشر ایجوکیشنل بک ہاؤس مسلم یونیورسٹی مارکٹ علی گڑھ، سال طبع ۱۹۹۳ء راردو۔
۴۳۔لسان العرب؛ ابن منظور، ناشر، دار احیاء التراث العربی، مؤسسۃ التاریخ العربی، بیروت، لبنان، طبعہ سوم، ۱۴۱۳ھ.ق ر۱۹۹۳ء
۴۴۔لہوف فی قتلی الطفوف؛ سید بن طاوؤس، ترجمہ وتصحیح عقیقی بخشائشی، طبع چہارم، سال اشاعت، ۱۳۷۸ش، ناشر، دفتر نشر نوید اسلام، قم، عربی رفارسی۔
۴۵۔مثیر الاحزان؛ نجم الدین محمد بن جعفر بن ابو البقاء ہبۃ اللہ بن نما حلی، متوفی ۶۴۵ھ.ق، ناشر، منشورات المطبعۃ الحیدریہ فی النجف، سال طباعت، ۱۳۶۹ھ.ق، ۱۹۵۰ء رعربی۔
۴۶۔مجمع البحرین؛ شیخ فخر الدین طریحی، تحقیق وتصحیح احمد علی حسینی، ناشر، منشورات دار الثقافۃ العربیۃ، نجف، انتشارات مرتضوی، تہران، طبع سوم ۱۳۷۵ش رعربی۔
۴۷۔محجۃ البیضاء؛ محمد بن شاہ مرتضی فیض کاشانی، ناشر، المکتبۃ الاسلامیہ، المکتبۃ الشفیعہ، تہران، سال طبع ۱۳۳۹ھ.ق رعربی۔
۴۸۔مرد آفرین روزگار؛ حبیب اللہ فضائلی، ناشر، واحد ہنری دفتر مطالعات تاریخ ومعارف اسلامی، طبع اول رفارسی۔
۴۹۔مرقد العقیلہ زینب؛ محمد حسنین سابقی پاکستانی، کتابخانۂ آستانہ مقدسہ، قم رعربی۔
۵۰۔مروج الذہب؛ ابو الحسن علی بن حسین بن علی مسعودی، مطبوعہ، دار الاندلس للطباعۃ و

النشر، بیروت/عربی۔
۵۱۔مستدرک الوسائل ؛حسین بن محمد تقی (حاجی نوری)،۱۲۵۴ھ.ق، ۱۳۲۰ھ.ق، ناشر، مؤسسۂ آل البیت لاحیاء التراث، سال اشاعت، ۱۴۰۷ھ.ق/عربی
۵۲۔مسند احمد بن حنبل ؛احمد بن محمد بن حنبل،۱۶۴ھ۔۲۴۱ھ، ناشر، دار صادر المکتب الاسلامی بیروت، سال اشاعت، ۱۳۸۹ق/۱۹۶۹ء/عربی۔
۵۳۔المصباح المنیر ؛احمد بن محمد بن علی المقری الفیومی، متوفی ۷۷۰ھ.ق، ناشر، منشورات دار الہجرۃ، قم، سال اشاعت، ۱۴۰۵ھ.ق، طبعۂ اولی، جامع ازہر، مصر، سال اشاعت، ۱۳۴۷ھ، ۱۹۲۹ء/عربی۔
۵۴۔مظلومۂ کربلا ؛ سید محمد حسین جعفری، ناشر، رضوی بک ایجنسی، تاریخ اشاعت، یکم محرم ۱۴۰۳ھ/اردو
۵۵۔معالی السبطین فی احوال الحسن والحسین ؛ ناشر، صابری تبریز، سال طبع، ۱۳۵۶ھ عربی۔
۵۶۔معجم الرجال الحدیث وتفصیل طبقات الرواۃ؛ آیۃ اللہ العظمیٰ سید ابوالقاسم الخوئیؒ، ناشر، مطبعۃ الادب نجف، سال طبع ۱۳۹۲ھ/عربی۔
۵۷۔معجم الفروق اللغویہ؛ تحقیق موسسۃ النشر الاسلامی، تنظیم، شیخ بیت اللہ بیات وموسسۃ النشر الاسلامی، ناشر، موسسۃ النشر الاسلام وابستہ بہ جامعۃ المدرسین، قم، طبع اول، شوال ۱۴۱۲ھ.ق/عربی۔
۵۸۔معجم المفہرس لالفاظ القرآن ؛محمد فواد عبد الباقی، ناشر، انتشارات اسماعیلیان، طبع نہم ۱۳۶۹ش۔
۵۹۔معراج السعادۃ؛ ملا احمد نراقی، ۱۱۸۵ق۔۱۲۴۵ق، ناشر، انتشارات ہجرت، قم، طبع ششم، ۱۳۷۸ش/فارسی۔
۶۰۔مفاتیح الجنان؛ شیخ عباس قمیؒ، ناشر، فیض کاشانی، طبع دوم، ۱۳۷۶ش۔

۶۱۔ مفردات ؛ علامہ راغب اصفہانی ، متوفی حدود ۴۲۵ھ ق ، ناشر ، دار القلم ، دمشق ، الدار السامیہ، بیروت، طبع اول، ۱۴۱۶ھ، ۱۹۹۶ء/عربی۔
۶۲۔ مقتل ابی مخنف ؛ ابومخنف ، مطبوعہ علمیہ ،قم ،طبع دوم، ۱۳۶۴ش/عربی۔
۶۳۔ مقتل مقدم ؛ محمد تقی مقدم ، ناشر ، انتشارات مقدم ، مشہد/فارسی۔
۶۴۔ مکاسب ؛ شیخ اعظم مرتضی انصاریؒ ، ناشر ، انتشارات دہقانی ، قم ، طبع چہارم ۱۳۷۶ش عربی۔
۶۵۔ المنتخب للطریحی فی جمع المراثی والخطیب المشہور بالفخری ؛ شیخ فخر الدین طریحی نجفی ، متوفی ۱۰۸۵ھ ، مطبوعہ ، مطبعۃ الحیدریہ ، نجف/عربی
۶۶۔ منتہی الامال ؛ محدث قمی ، ناشر ، مؤسسۂ انتشارات ہجرت ، سال اشاعت ۱۳۷۷ش/ فارسی۔
۶۷۔ المنجد ؛ طبع یازدہم ، ۱۹۹۴ء ناشر ، دار الاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی۔
۶۸۔ میزان الحکمۃ ؛ محمد محمدی ری شہری ، ناشر ، مکتب الاعلام الاسلامی مرکز النشر ، قم ، سال طبع ۱۳۶۷ش/عربی
۶۹۔ المیزان فی تفسیر القرآن ؛ علامہ محمد حسین طباطبائی ، مطبوعہ موسسۃ الاعلمی للمطبوعات ، بیروت ، لبنان/عربی۔
۷۰۔ نگاہی کوتاہ بہ زندگانیٔ حضرت زینب ؛ رسولی محلاتی ، ناشر ، دفتر تبلیغات اسلامی حوزۂ علمیہ قم ، طبع پنجم ، ۱۳۷۶ش/فارسی۔
۷۱۔ النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر ؛ ابوالسعادات المبارک بن محمد بن الاثیر الجزری ، متوفی ۶۰۶ھ ق ، ناشر ، منشورات محمد علی بیضون دار الکتب العلمیہ ، بیروت ، لبنان/عربی۔
۷۲۔ وسائل الشیعہ ؛ حر عاملی ، ناشر ، موسسۂ آل البیت لاحیاء التراث ، قم/عربی۔
۷۳۔ ینابیع المودۃ ؛ شیخ سلیمان بن شیخ ابراہیم خواجہ کلاں ، کتابخانۂ آستانۂ معصومۂ ، قم/عربی۔

فہرست آیات

شمارۂ آیت | صفحہ نمبر

سورۂ بقرہ (۲)

سورۂ آل عمران (۳)

(۱) بنابر ترجمۂ فرمان علی صاحب اعلی اللہ مقامہ

سورۂ انفطار (۸۲)

سورۂ انشقاق (۸۴)

سورۂ طارق (۸۶)

سورۂ فجر (۸۹)

سورۂ علق (۹۶)

سورۂ زلزال (۹۹)

فہرست مطالب

پہلی فصل

دوسری فصل (بعداز شہادت مادرتا شہادت حضرت علی علیہ السلام)

تیسری فصل (بعد از شہادت پدر تا قیام کربلا)

چوتھی فصل (واقعۂ کربلا اور مصائب حضرت زینب)

پانچویں فصل (بعداز حادثۂ کربلا تا مدفن حضرت مخدومہ)

دوسرا حصہ

۳۱۸

۳۱۹

ضمیمہ

انتشارات زائر
آستانه مقدسه

قم، میدان شهداء، تلفن: ۷۷۴۲۵۱۹ ـ ۷۷۴۸۴۳۴
فاکس: ۲۹۳۱۵۰۰ ص.پ: ۳۵۹۷ـ۳۷۱۸۵

ISBN 964-8567-70-0